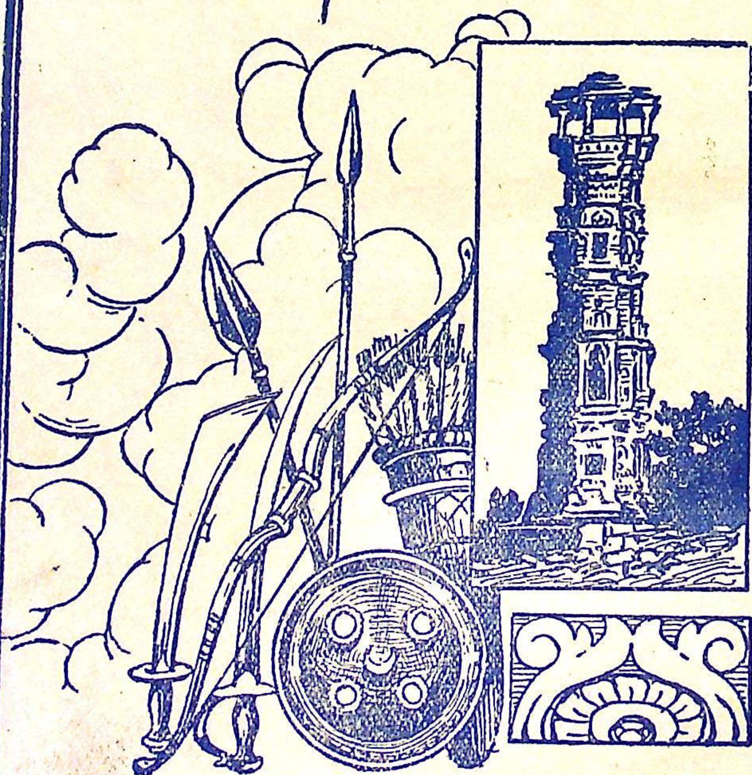
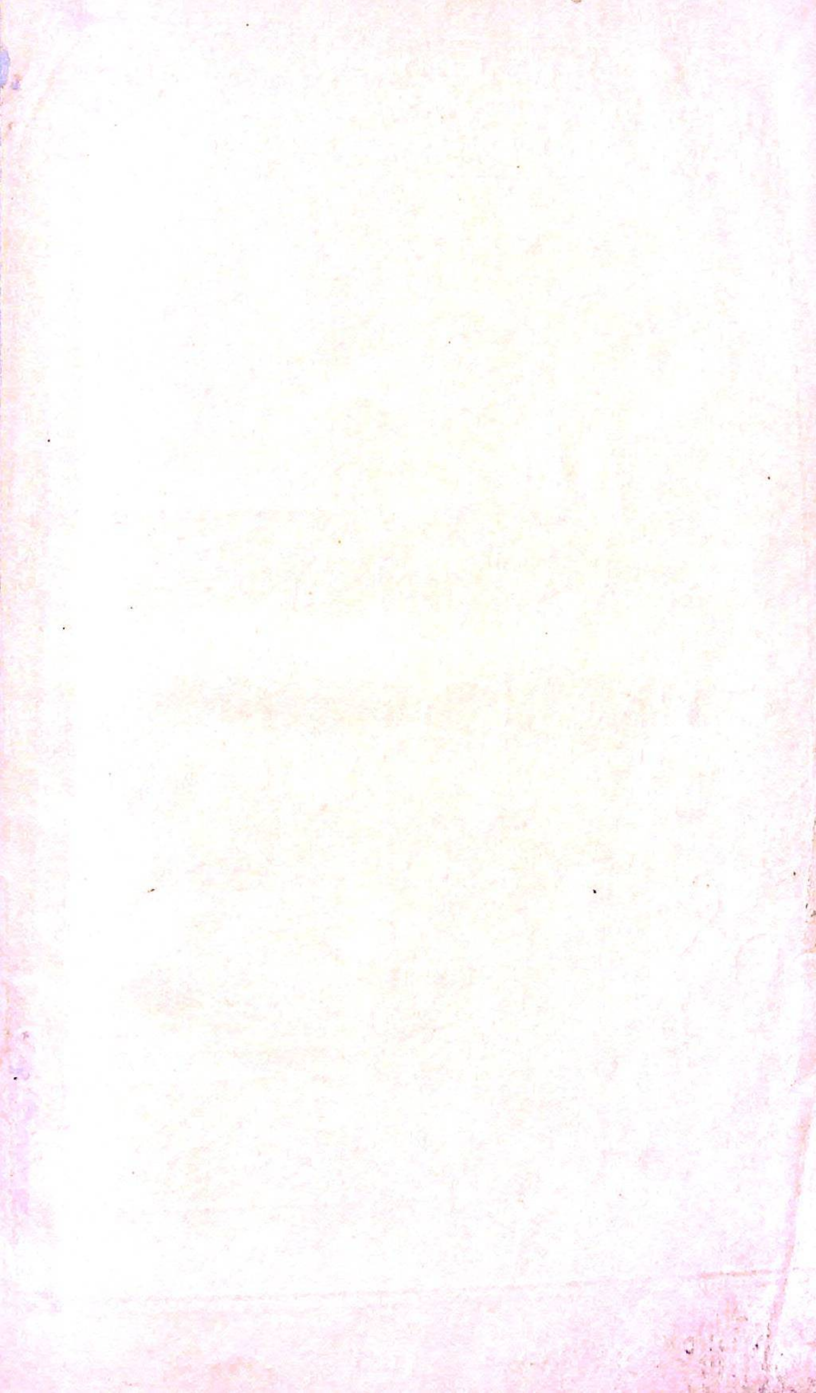
ٹکسٹ بک کمیٹی پنجاب نے بموجب سرکلر نمبر 4344 بی مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۰ء منظور فرمایا
جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر صیغہ تعلیم پنجاب نے بموجب سرکلر مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء برائے ورناکیولر فائنل امتحان منظور فرمایا
جناب ڈپٹی ڈائرکٹر صاحبہ صیغہ تعلیم پنجاب نے بموجب سرکلر نمبر 9723X مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۳۰ء برائے امتحان نسواں مڈل اسکول منظور فرمایا

تاریخ ہند

حصہ دوم



تیرھویں بار ۵۰۰۰ ۱۹۳۶ قیمت ایک روپیہ ۵ آنہ ۹ پائی



تاریخ ہند

حصۂ دوم

مصنّفہ

پروفیسر سیتارام کوہلی ایم۔ اے

و

پروفیسر ایشوری پرشاد ایم۔ اے۔ ایل ایل بی



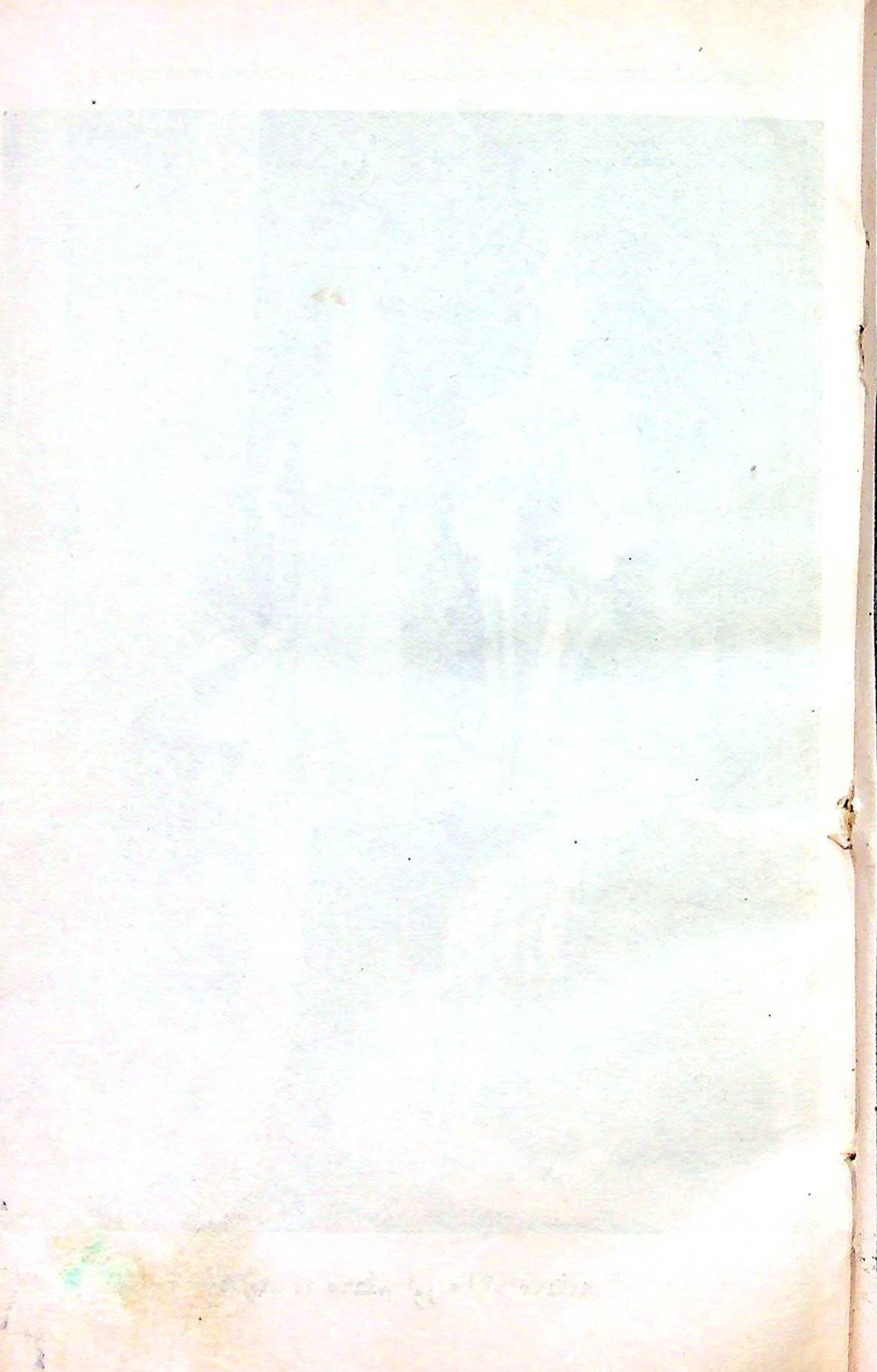
سنہ ۱۹۴۶ء

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

باہتمام کالی۔ کے۔ مترا۔ پرنٹر و پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

فہرست مضامین

باب	مضمون	صفحہ





شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ

تاریخ ہند

حصّہ دوم

باب ۱

اہل یورپ کی آمد ہندوستان میں

قدیم تجارت

جیسا کہ پیشتر بیان کیا جاچکا ہے سکندر اعظم پہلا یورپین تھا جس نے ہندوستان پر ۳۲۷ء قبل مسیح حملہ کیا۔ سکندر کے بعد اُس کے ایک نامی جرنیل سیلوکس نے سیریا میں یونانی حکومت کی بنیاد ڈالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یورپ کا ہندوستان کے ساتھ تجارتی سلسلہ شروع ہوگیا یہ سلسلہ برابر بڑھتا گیا یہاں تک کہ جب یورپ میں سلطنت روما اور ہندوستان میں

مہاراجہ کنشک کی سلطنت عروج پر تھی اس وقت ہندوستان کی تجارت ممالک یورپ کی وجہ سے بڑی رونق پر ہوگئی اور صدیوں تک یہ تجارت باقاعدہ جاری رہی۔ ہندوستان کے جواہرات۔ ریشم۔ سوت۔ نیل۔ افیون اور مرچ مصالحے یورپ کے بازاروں میں بڑے شوق سے خریدے جاتے تھے۔

ان ایام میں تجارتی مال واسباب ہندوستان کے مغربی ساحل سے ہوتا ہوا فارس کی کھاڑی کے راستے سے بغداد تک جاتا تھا۔ وہاں سے دمشق۔ شام اور مصر تک برّی راستہ سے پہنچتا تھا۔ یہاں سے بحیرۂ روم میں وینس اور جنیوا کے لوگ بذریعہ جہاز اپنے ملک میں لے جاتے تھے اور وہاں سے تمام یورپ کو یہ مال بہم پہنچتا تھا۔ دوسرا راستہ بحیرۂ قلزم کا تھا جس کے ذریعے سیدھا ہندوستان کے ساحل سے مصر کے مشہور بندرگاہ اسکندریہ تک تجارتی مال جاتا تھا اور وہاں سے حسب معمول وینس اور جنیوا کے سوداگر خرید کر لے جاتے تھے۔

ان بحری راستوں کے علاوہ تیسرا برّی راستہ بھی تھا جس کے ذریعے درّہ خیبر وغیرہ سے نکل کر

کارواں فارس اور ایشیا کوچک میں جاتے تھے۔ یہ راستہ سیدھا قسطنطنیہ تک جاتا تھا۔ اور وہاں سے ہندوستان کی چیزیں یورپ کے بازاروں میں پہنچکر فروخت ہوتی تھیں۔

ہندوستان کے ساتھ تجارت کے بحری راستے

جب پندرھویں صدی میں عراق عرب ایشیا کوچک اور قسطنطنیہ تک کا تمام علاقہ ترکوں کے قبضہ میں آگیا تو ایک طرف یورپ اور ہند کے درمیان جو تجارت جنیوا اور وینس کے تاجروں کی وساطت سے ہوتی تھی اس میں خلل آنا شروع ہوگیا دوسری جانب یورپ کی باقی اقوام کے دل میں یہ زبردست خیال پیدا ہوگیا کہ وہ بھی وینس اور جنیوا کے باشندوں کی طرح ہندوستان کی تجارت سے منافع اُٹھائیں سب کو یہی دُھن سماگئی کہ ہندوستان تک پہنچنے کا کوئی سیدھا بحری راستہ دریافت کریں۔ لہذا یہ لوگ اپنی اپنی جگہ کوشش کرنے لگے۔ اسی کوشش کے دوران میں کولمبس نے ایک نئی دنیا (امریکہ) دریافت کرلی اور شروع میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہی ہندوستان ہے۔ اس حصہ کا نام

جزائر غرب الہند رکھا گیا۔

پرتگال والوں کی آمد

مگر ہندوستان کو دریافت کرنے کا سہرا یورپ والوں میں سے سب سے پہلے واسکوڈی گاما کے سر رہا۔ یہ شخص پرتگال کا باشندہ تھا اور نہایت دلیر ہونے کے علاوہ عالی ہمت بھی تھا اس سے پیشتر اہل پرتگال تقریباً پچاس برس سے یہ راستہ دریافت کرنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے۔ اور افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے راس امید تک اُن کے بحری کپتان پہنچ چکے تھے۔ آخرکار سنہ ۱۴۹۸ء میں واسکوڈی گاما راس امید سے ہوتا ہوا موزنبیق جا پہنچا۔ وہاں سے ایک ہندوستانی تاجر کو ہمراہ لے کر ہندوستان کا راستہ لیا جب مالابار کے ساحل پر کالی کٹ کے پاس پہنچا تو جہاز کا لنگر ڈال دیا اور وہاں کے راجہ یعنی زمورن سے مل کر تجارت کے متعلق گفتگو کرکے اس ملک میں تجارت کرنے کی اجازت حاصل کرلی۔ آہستہ آہستہ پرتگال والوں کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ انھوں نے افریقہ کے ساحل پر تجارتی کوٹھیاں قائم کرلیں اور البوقرق نے سنہ ۱۵۱۰ء میں گوا پر جو بمبئی

کے قریب سمندر کے کنارے ایک شہر ہے قبضہ کرلیا اُس نے ہندوؤں کو سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے مقرر کیا اور تعلیم کے لئے مدرسے بھی قائم کئے ہندوستانی سپاہیوں کی ایک چھوٹی سی فوج بھی بنائی۔ کہتے ہیں کہ اس نے رسم ستی کو بھی بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ پرتگال والوں نے سخت غلطی کی البوقرق کی خواہش تھی کہ وہ ہندوستان میں پرتگیزی سلطنت قائم کرے مگر اس میں اُسکو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس ناکامی کی خاص وجہ یہ تھی کہ پرتگال کی مالی حالت کچھ عرصے کے بعد خراب ہوگئی اور اس میں اتنی استطاعت بھی نہ رہی کہ ہندوستان میں کام کرنے والے پرتگیزی افسروں کو معمولی مدد بہم پہنچائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اہل پرتگال کا سلوک ہندوستان والوں کے ساتھ بہت سخت تھا خصوصاً حکام بڑے مغرور تھے اور رعایا پر ظلم کرتے تھے۔ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے اس لئے البوقرق اُن کے ساتھ بڑی بے رحمی سے پیش آیا اور اُن میں سے اکثر کو زبردستی عیسائی بنایا۔ انھوں نے مذہبی زیادتیاں اور سختیاں شروع کردیں۔ کٹر پرتگیزی پادریوں کی

تعداد بڑھ گئی اور وہ سلطنت کے کاموں میں دخل دینے
لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی طاقت دن بدن
کم ہونے لگی۔ اس کے علاوہ اُن کے زوال کی
ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب تک یورپ کی دیگر
اقوام ہندوستان میں نہیں آئیں اس وقت تک
کل تجارت پرتگیزوں ہی کے ہاتھ میں رہی اور
اُنھوں نے اس سے پورا فائدہ حاصل کیا۔ ۱۵۶۵ء
میں تلی کوٹ کی جنگ میں بجے نگر کی زبردست
ہندو سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد دکن
میں بدامنی شروع ہو جانے کی وجہ سے پرتگال والوں
کی تجارت کو سخت نقصان پہنچا۔ ۱۵۸۰ء میں پرتگال
کی اپنی خود مختار حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا اور ملک
پرتگال شہنشاہِ اسپین کے ماتحت ہوگیا۔ اس کے
علاوہ یورپ کی دوسری بحری طاقتیں مثلاً ہالینڈ
اور انگلینڈ پرتگال کے مخالف ہوگئیں اور اس کی
طاقت کم کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس لئے
ہندوستان میں پرتگیزی سلطنت قائم کرنے کی اُمید
جاتی رہی اور کچھ عرصہ میں پرتگال والوں
کے پاس گوا۔ ڈامن اور ڈیو کے سوا اور کچھ
بھی نہ رہا۔

یورپ کی دیگر تجارتی کمپنیاں

ہندوستان کے ساتھ تجارت کے منافع کو دیکھ کر یورپ کی اور قوموں کا بھی جی للچایا۔ انگلینڈ فرانس۔ ہالینڈ۔ سویڈن۔ ڈنمارک وغیرہ ملکوں کے لوگ بھی اپنی اپنی تجارتی کمپنیاں بنانے لگے ۱۶۰۰ء میں لندن کے کچھ سوداگر ملکہ الزبتھ کے پاس گئے اور ملکہ سے ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے درخواست کی۔ ملکہ نے غور و خوض کے بعد اجازت دے دی اور اس طرح انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی جاری ہوئی۔ اس کے دو برس کے بعد ہالینڈ میں ایک بہت بڑی رقم سے ایک کمپنی کھولی گئی۔ ہالینڈ اُس زمانہ میں یورپ کی جہازراں قوموں میں سب سے بڑھا ہوا تھا اور جہاز سازی میں اس کو خاص شہرت حاصل تھی۔ چنانچہ ہالینڈ والوں کی تجارت فوراً ترقی پکڑ گئی اور ان کی کئی ایک کمپنیاں کھل گئیں۔ سترھویں صدی میں بحر ہند میں ان کی بڑی دھوم دھام رہی۔ مصالحہ کے چیزوں کی کل تجارت انہی کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اس سے اُن کو خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ جہاں تک اُن سے ہو سکا انہوں نے

دوسری قوموں کو تجارت سے روکنے کا بندوبست
کیا۔ پرتگیزوں سے ڈچ لوگ زیادہ زبردست تھے۔
اسلئے انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں پرتگیزوں کو
علاوہ گوآ کے اور سب جگھوں سے نکال دیا۔
۱۶۰۲ء میں ہالینڈ کی کل کمپنیاں ایک ہوگئیں
اور بہت بڑے اثاثہ سے تجارت کرنے لگیں۔
ہالینڈ کی سرکار سے بھی اس کمپنی کو پوری مدد
ملتی تھی۔ کچھ روز بعد ڈچ اور پرتگیزوں میں
جنگ شروع ہوگئی۔ ۱۶۴۱ء میں اُنھوں نے
ملکّا کا جزیرہ لے لیا اور راس امید (کیپ آف
گڈ ہوپ) کے نزدیک ایک نئی آبادی قائم کی۔
آہستہ آہستہ ملابار کے کنارے پر جو پرتگیزوں
کی آبادیاں تھیں سب چھین لیں اور ہندوستان
میں تجارت کے بڑھانے کے خیال سے ۱۶۶۴ء
میں مچھلی پٹن۔ ہگلی۔ قاسم بازار۔ پٹنہ۔ ڈھاکہ۔
سورت۔ احمد آباد۔ آگرہ وغیرہ مقامات میں
کوٹھیاں قائم کیں۔ غرضیکہ بنگال۔ وادی گنگا
اور ملک کے ہر دو ساحل پر ان کے تجارتی مقبوضات
قائم ہوگئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب یورپ
میں ہالینڈ اور انگلینڈ کے درمیان جنگ شروع

ہوئی تو ڈچ لوگوں کی تجارت کو بہت بڑا نقصان ہوا اور ہندوستان میں بھی اُن کی طاقت روز بروز کم ہونے لگی یہاں تک کہ ۱۷۵۹ء میں انگریزوں نے اُن سے چنسرا چھین لیا اور جب فرانس اور انگلینڈ میں جنگ ہوئی تو انگلینڈ نے ہالینڈ کی کُل نوآبادیوں پر قبضہ کرلیا۔ صرف جاوا اور سماترا دو جزیرے اُن کے پاس رہ گئے۔

باب ۲

انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی اور سترھویں صدی کی تجارتی جنگ

ایسٹ انڈیا کمپنی کی ترقی

جیساکہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی سنہ ۱۶۰۰ء میں لندن میں قائم ہوئی تھی۔ اسی سال اس کمپنی نے اپنے تجارتی جہاز ہندوستان میں بھیجنے

شروع کر دیئے گو انہیں ابتدا میں کوئی خاص فائدہ
نہیں ہوا مگر رفتہ رفتہ ان کی تجارت ترقی کر گئی۔
۱۶۰۸ء میں انگریزوں کا ایک کپتان مسٹر ہاکنس
بندرگاہ سورت پر پہنچا اور جہانگیر کے دربار میں
آیا۔ بادشاہ نے اُس کی بہت خاطر مدارات کی اور
اُس کو سورت میں کوٹھی قائم کرنے کی اجازت
دیدی۔ لیکن بعد میں اہل پرتگال کی مخالفت اور
چالاکیوں کی وجہ سے یہ اجازت منسوخ کردی گئی۔
ہاکنس کے سات برس پیچھے ۱۶۱۵ء میں سر ٹامس رو
بادشاہ انگلستان کا سفیر بن کر جہانگیر کے دربار میں آیا
سر ٹامس رو نے بڑی عقلمندی سے کام کیا اور
باوجود اہل پرتگال کی دشمنی اور چالاکی کے اس نے
جہانگیر کو خوش کرکے سورت میں کوٹھی تعمیر کرنے
کی اجازت حاصل کرلی۔ رفتہ رفتہ دوسری جگہوں
پر بھی انگریزوں کی کوٹھیاں قائم ہونی شروع ہوگئیں۔
اہل پرتگال تو پہلے ہی کمزور ہو رہے تھے اسلئے
اُن کو زک دینا انگریزوں کے لئے مشکل نہ تھا لیکن
ڈچ لوگ طاقتور تھے اور جیسا اوپر اشارۃً ذکر کیا
جاچکا ہے ان کی یہی کوشش تھی کہ کوئی دوسری
قوم مصالحہ کی تجارت میں حصہ نہ لے۔ چنانچہ

۱۶۲۳ء میں ڈچ لوگوں نے کپتان ٹاورسن کو مع نو
انگریز۔ نو جاپانی اور ایک پرتگیز کے گرفتار کرکے
قتل کر ڈالا۔ یہ ہولناک واقعہ تواریخ میں قتل
ایمبونیا کے نام سے مشہور ہے۔ جب اس بے رحم
قتل کا احوال انگلستان میں پہنچا تو وہاں کے لوگ
آگ بگولا ہوگئے اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے
انگریزوں اور ڈچ لوگوں میں جنگ چھڑ گئی۔ آخر
۱۶۵۴ء میں صلح ہوگئی اور انگریزوں نے اپنے
نقصانات کا پورا معاوضہ وصول کرلیا۔ ہالینڈ کو
پچاسی ہزار پونڈ انگریزی کمپنی کو دینے پڑے اور
جو لوگ ایمبونیا میں مارے گئے تھے ان کے وارثوں
کو بھی ایک بڑی رقم ملی۔

اگرچہ ملایا ارچی پلیگو وغیرہ جزیروں کی تجارت
بہت مدت تک ڈچ لوگوں کے ہاتھ ہی میں رہی
لیکن ہندوستان میں انگریزی کمپنی کی بنیاد مضبوط
ہوگئی۔ ۱۶۴۰ء میں مدراس کی بنیاد ڈالی گئی اور
وہاں قلعہ سینٹ جارج بنوایا گیا لیکن اس وقت خود
انگلستان کے اندر ملکی خلفشار[۱] ہونے کی وجہ سے

[۱] اس خلفشار سے مراد وہ لڑائی اور کشمکش ہے جو اسٹوارٹ خاندان کے
بادشاہوں اور پارلیمنٹ میں جاری رہی اور جس میں آخر کو اسٹوارٹ ہار گئے۔

سنہ ۱۶۶۰ء
کمپنی کو بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔
میں جب چارلس دوم تخت پر بیٹھا تو اُس نے
کمپنی کو نیا چارٹر (فرمان) عطا فرمایا جس سے کمپنی
کو کئی نئے اختیارات ملے۔ اس سے کمپنی کی حالت
سنہ ۱۶۶۱ء
اچھی ہو گئی اور منافع بھی کثیر ہونے لگا۔
میں کمپنی کو شہر بمبئی[۵] مل گیا۔
سنہ ۱۶۸۳ء تک کمپنی کی تجارت خوب بڑھتی
رہی کیونکہ اس وقت تک انگریزوں کو صرف تجارت
کی دھن تھی۔ لیکن سنہ ۱۶۸۶ء میں جب جوشیا چائلڈ
سورت کی کوٹھی کا منتظم مقرر ہوا تو کمپنی کی
حکمت عملی میں خاص تبدیلی واقع ہوئی۔ کمپنی
اب ہندوستان کے ملکی معاملات میں بھی دخل دینے
کی خواہشمند ہوئی۔ مغل اور مرہٹوں کی
بے انصافیوں کو روکنے کی تدبیریں سوچنے
لگی۔ پہلے پہل ملک بنگال میں مغل صوبہ دار

---

[۵] یہ شہر پہلے اہل پرتگال کے قبضہ میں تھا مگر انہوں نے
شاہزادی پرتگال کو چارلس دوم شاہ انگلستان کے ساتھ
شادی کے وقت جہیز میں دے دیا اور اب شاہ انگلستان
نے ایک ادنیٰ سی رقم کے عوض یہ شہر انگریزی کمپنی کو
عطا کر دیا۔

اور کمپنی میں تنازع ہوا اور دونوں میں لڑائی چھڑ گئی اس جنگ میں کمپنی کو شکست ہوئی۔ چنانچہ نا اُمید ہوکر ۱۶۹۰ء میں کمپنی نے اورنگ زیب سے معافی کی درخواست کے علاوہ جرمانہ بھی دیا۔ اسی وقت ان کے افسر جوب چارناک نے شہر کلکتہ کی بنیاد ڈالی۔

اُدھر خود انگلینڈ میں کمپنی کی مخالفت ہونے لگی پارلیمنٹ کمپنی کے منتظمین سے ناخوش ہوگئی۔ ۱۶۹۸ء میں ایک نئی کمپنی ہندوستان سے تجارت کرنے کے لئے قائم ہوئی۔ کچھ عرصہ تک دونوں کمپنیاں ایک دوسرے سے لڑتی جھگڑتی رہیں لیکن ۱۷۰۸ء میں آپس کے جھگڑے طے کرکے دونوں ایک ہوگئیں اور کمپنی کا کام ہندوستان میں بلا مزاحمت چلنے لگا۔ کمپنی کے اچھے دن آئے اور اِدھر سلطنت مغلیہ کے تنزل اور مرہٹوں کی لوٹ مار کی وجہ سے انگریزوں کو اپنی طاقت بڑھانے کا اچھا موقعہ مل گیا۔ رفتہ رفتہ بمبئی اور مدراس بڑے احاطے بننے لگے اور کمپنی کی بنیاد استقلال اور استحکام کے ساتھ قائم ہونے لگی۔

دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی فرانس کو بھی

فرانس کی تجارتی کوشش

ہندوستان سے تجارت کرکے فائدہ اُٹھانے کی خواہش ہوئی۔ چنانچہ ۱۶۴۲ء میں فرانس کے مشہور وزیر رِشیلو نے مشرقی ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے کی غرض سے ایک کمپنی بنائی لیکن وہ کچھ عرصے کے بعد ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد ۱۶۶۴ء میں کولبرٹ نے ایک دوسری کمپنی قائم کی۔ اس کمپنی نے جلد ہی ہندوستان میں کوٹھی بنانی شروع کردی۔ ۱۶۷۴ء میں فرانسس مارٹن نے پانڈیچری کی بنیاد ڈالی اور اسی سال کلکتہ کے نزدیک چندرنگر میں بھی ایک اور کوٹھی بنوائی۔ اسی طرح ساحل مالابار پر ماہی اور ساحل کارومنڈل پر کاریکل اور دریائے گوداوری پر یاناؤں کے قریب مختلف وقتوں پر فرانسیسی کمپنی کی تجارتی کوٹھیاں قائم کی گئیں۔ مگر ان سب میں سے پانڈیچری اور چندرنگر نے بڑی ترقی کی۔

انگریزوں کی فتحیابی کے اسباب

جیساکہ اوپر کے بیان سے واضح ہوتا ہے پہلے پہل یورپ کی قوموں میں سے اہل پرتگال نے ہندوستان کے ساتھ تجارت قائم

کی اور قریب ایک سَو برس کے یہ کُل تجارت انہیں کے ہاتھ میں رہی - ان کے تجارتی منافع کو دیکھ کر دوسرے مُلک والوں کے مُنہ میں بھی پانی بھر آیا - اور ہالینڈ - انگلینڈ اور فرانس نے بھی اپنی تجارتی کمپنیاں قائم کیں - ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش رہی کہ ہندوستان اور دیگر ملکا ملایا وغیرہ جزائر کی کُل تجارت ہمارے ہی ہاتھ میں رہے اور کوئی دوسری قوم اس میں حصّہ نہ لے - غرضیکہ ان قوموں کے درمیان ہر وقت اور ہر لمحہ حسد کی آگ سلگتی رہتی تھی - اس لئے جب کبھی یورپ میں ان کے درمیان جنگ ہوا کرتی تو ان کی ہندوستان میں بھی لڑائی شروع ہوجاتی اس مختصر سی کتاب میں ان تمام لڑائیوں کا مفصل حال تحریر کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے ہم یہاں اتنا ہی بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس تجارتی جنگ میں آخری فتح انگریزوں کے ہاتھ میں رہی -

اہل پرتگال گو سب سے پہلے ہندوستان میں آئے مگر اُن کو اپنی غلطیوں کی وجہ سے دوسری یورپین قوموں کے آنے پر میدان خالی

ہندوستان کا قدیمی تجارت گاہ

* انگریزی
ٯ فرانسیسی
× پرتگیز

خلیج بنگال

بحر عرب

دریائے سندھ
دریائے ستلج
دریائے جمنا
دریائے گنگا
دریائے نربدا
دریائے گوداوری
دریائے کرشنا
دریائے کاویری

ڈیو
سورت
بمبئی
گوا
ماہی
کوچین
مدراس
پانڈی چیری
قلعہ سینٹ ڈیوڈ
دیوی کوٹ
مچھلی پٹن
ہگلی
چندر نگر

۲۵
۱۵
۵
۷۵
۸۵

کرنا پڑا۔ اُن کے حکام بے شک بڑے قابل اور عقلمند تھے مگر مذہبی زیادتیوں کی وجہ سے اہل ہند کو اپنا دشمن بنا لیا۔

ہالینڈ کے لوگ بڑے ہمت والے اور دلاور تھے۔ ان کے پاس سرمایہ بھی تھا اور اُن کو اپنے ملک سے مدد بھی ملتی تھی۔ لیکن انگریزوں کے مقابلہ پر اُن کے پاس ایسا جہازی بیڑا نہ تھا جو اُن کی تجارت کی حفاظت کرتا اور بحری جنگ کے وقت اُن کی مدد کرتا۔ فرانسیسیوں کی بہادری اور ہمت بے شک تعریف کے قابل ہے۔ تقریباً ہر موقع پر اُن کے افسروں اور سپاہیوں نے بڑے حوصلے کے ساتھ کام کیا۔ لیکن انہیں ٹھیک وقت پر سرکار سے پوری مدد نہ ملی بلکہ فرانس کے سرکاری حکام نے کمپنی کے کام میں بیجا دست اندازی کرنی شروع کر دی فرانس کا جہازی بیڑا بھی انگریزوں کے بیڑے سے نسبتاً کمزور تھا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس تجارتی لڑائی میں آخرکار انگلینڈ نے فتح پائی اس کے کئی ایک وجوہات ہیں اوّل یہ کہ انگلینڈ کی خوش قسمتی سے اُس کے دشمنوں نے آپس میں

لڑ جھگڑ کر اپنی اپنی طاقتوں کو گھٹا دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ انگریزوں نے بڑی متانت اور دانشمندی سے کام کیا۔ اُن میں جلد بازی نہیں تھی بلکہ آہستہ آہستہ اپنی حالت کے مطابق انہوں نے اپنی طاقت کو بڑھایا۔ تیسرے یہ کہ انگریزی کمپنی کے ملازموں نے بڑی قابلیت اور حب الوطنی کا ثبوت دیا اور وہ مصیبت کے وقت کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ چوتھے یہ کہ کمپنی کا انتظام اچھا تھا اور اُسے اپنی سرکار سے پوری پوری مدد ملتی تھی۔ صرف انگلینڈ کی سرکار ہی نہیں بلکہ ساری انگریزی قوم کمپنی کی مدد کے لئے ہمیشہ تیار رہتی تھی۔ خاص سبب انگلینڈ کی فتحیابی کا یہ تھا کہ اس وقت یورپ کا کوئی ملک اس کے جہازی بیڑے کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

باب ۳

انگریزوں اور فرانسیسیوں کی پہلی لڑائی

سنہ ۱۷۴۶ء سے سنہ ۱۷۴۸ء تک

جنوبی ہندوستان کی حالت

اورنگ زیب کی وفات سے کچھ عرصہ بعد دکن کی حالت ابتر ہوگئی۔ آصف جاہ نے جو کہ پیشتر وہاں کا صوبہ دار تھا حیدرآباد میں اپنی خود مختار سلطنت قائم کرلی۔ کرناٹک نظام کے ایک نائب کے قبضہ میں تھا۔ ترچناپلی اور تنجور میں مرہٹوں کی حکومت تھی۔ میسور میں بھی ایک ہندو راجہ حکومت کرتا تھا انکے سوا دوسری چھوٹی چھوٹی جگہوں میں پولیگا لوگ قلعوں پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ غرضیکہ دکن میں

کوئی حکمران ایسا نہ تھا جو امن و امان قائم کرسکتا اور باہمی جھگڑوں کو دور کرسکتا۔

فرانسیسیوں کی نئی پالیسی ڈیوما اور ڈوپلے

ملک کی ایسی ابتر حالت دیکھ کر فرانسیسیوں نے بھی اپنا طرزِ عمل بدل لیا۔ اس سے پیشتر ان لوگوں نے تجارت کے سوائے ہندوستان میں اور کسی قسم کی خواہش نہیں کی۔ یہاں کے نوابوں اور راجاؤں کے باہمی جھگڑوں میں کبھی کوئی حصّہ نہیں لیا۔ مگر اب فرانسیسی نوآبادیوں کے حاکم ڈیوما نے سوچا کہ اس وقت فرانسیسی سلطنت قائم کرنے کا اچھا موقع ہے۔ انگریز ابھی تجارت ہی میں لگے ہوئے تھے۔ ان کو ابھی سلطنت قائم کرنے کی خواہش نہ تھی اسلئے نہ کوئی فوج تیار کی تھی نہ کچھ لڑائی کا سامان ہی اکٹھا کیا تھا۔ صرف تھوڑے سے سپاہی اپنی کوٹھیوں کی حفاظت کے لئے نوکر رکھ چھوڑے تھے لیکن وہ قواعد داں سپاہیوں کے ساتھ لڑائی لڑنے کے قابل نہ تھے۔

ڈیوما کے بعد جب ڈوپلے پانڈیچری کا حاکم مقرر ہوا تو اُس نے بھی ڈیوما کے دستور حکومت کو برتا

اس نے یہ سمجھ لیا کہ ہندوستان میں فرانس کی حکومت قائم کرنا مشکل نہ ہوگا وہ اُس وقت کے انگریز افسروں سے زیادہ عقلمند اور دور اندیش تھا۔ عرصہ دراز تک یہاں رہنے کے سبب ہندوستان کی حالت سے بخوبی واقف ہوگیا تھا اُس نے فوراً یہ سمجھ لیا کہ ہندوستانی راجاؤں اور نوابوں کے جھگڑوں میں پڑنے اور ان کی مدد کرنے سے اُس کے مقاصد سہولیت سے پورے ہوسکیں گے چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا جیسا کہ آگے چل کر دکن کی لڑائیوں کے بیان سے صاف ظاہر ہو جائیگا۔

انگلینڈ اور فرانس کی پہلی لڑائی

۱۷۴۴ء میں یورپ میں انگلستان اور فرانس کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ بڑھتے بڑھتے دنیا کے ہر حصّہ میں جہاں جہاں انگریز اور فرانیسی تھے یہ لڑائی پھیل گئی۔ ۱۷۴۶ء میں ایک فرانیسی بیڑا مدراس پر حملہ آور ہوا مدراس کی انگریزی سپاہ نے کچھ عرصہ تک اس کا مقابلہ کیا لیکن۔ آخر میں انگریزی فوج کو شکست ہوئی اور مدراس فرانیسیوں کے ہاتھ آگیا۔ مدراس فتح کرنے کے بعد فرانیسیوں نے انگریزوں کا قلعہ

سینٹ ڈیوڈ لینا چاہا - لیکن اس اثنا میں انگلستان سے کچھ فوج آگئی جس کی وجہ سے فرانسیسی فوج کو شکست کھا کر واپس ہونا پڑا۔ اب انگریزوں کی باری آئی۔ انگریزی فوج نے پانڈیچری پر چڑھائی کردی اور شہر کا محاصرہ کر لیا مگر اُن کی کوشش ناکام رہی۔ کیونکہ ڈوپلے کی فوج کیل کانٹے سے خوب لیس تھی - تعداد میں بھی زیادہ تھی۔ اس لئے انگریزی فوج کو اس نے شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا۔

ایلاشپل[1] کی صلح

۱۷۴۸ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان یورپ میں صلح ہوگئی۔ اس وجہ سے ہندوستان میں بھی دونوں نے جنگ بند کردی اور مدراس پھر انگریزوں کو واپس دے دیا گیا۔

---

[1] ایلاشپل (Aix - la chapelle) ہالینڈ میں ایک مقام کا نام ہے جہاں پر کہ یورپ کی اس لڑائی کا صلحنامہ طے ہوا تھا۔

باب ۴

انگریزوں اور فرانسیسیوں کی دوسری لڑائی اور معرکۂ ارکاٹ

۱۷۵۰ء سے ۱۷۵۴ء تک

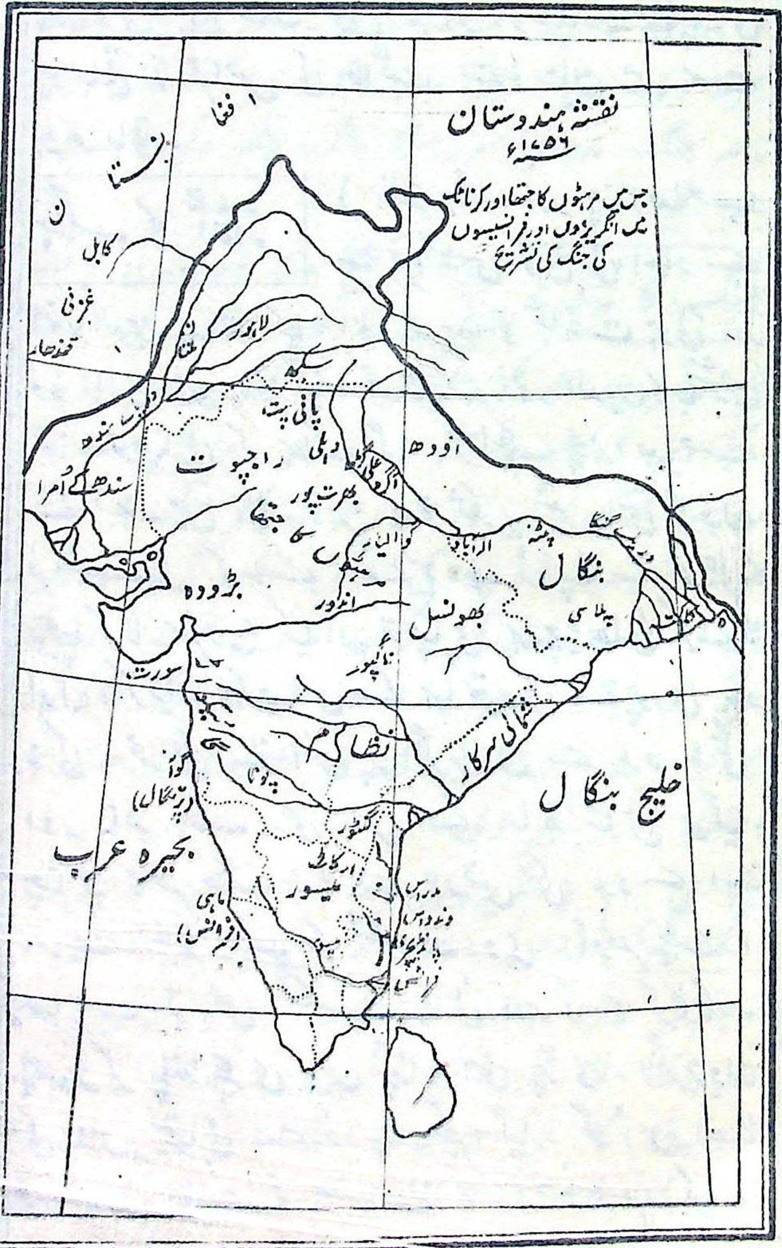
ڈوپلے اور نواب انورالدین

دورانِ جنگ میں فرانسیسیوں کو انورالدین نواب کرناٹک کی فوج سے بھی دو دو ہاتھ لڑنے پڑے - اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مدراس اور پانڈیچری دونوں نواب کے علاقہ میں تھے اور ڈوپلے نے وعدہ کیا تھا کہ مدراس فتح کرکے نواب کے حوالے کیا جائے گا مگر وعدہ پورا نہ ہونے پر نواب نے ایک زبردست فوج بھیجی تاکہ وہ مدراس پر قبضہ کرلے۔ مگر فرانسیسیوں کی تھوڑی سی فوج نے نواب کرناٹک کی دس ہزار فوج کا مقابلہ کرکے اسے

شکست فاش دی۔ اس واقع نے فرانسیسیوں کی بہادری کا سکہ تمام دکن میں بٹھا دیا۔ اب ڈوپلے کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ اس نے نواب کرناٹک کی طاقت کو بھی دیکھ لیا اور اپنے حریف انگریزی کمپنی کی طاقت کو بھی جانچ لیا۔

آصف جاہ کی وفات

۱۷۴۸ء میں آصف جاہ نظام الملک کا انتقال ہوگیا اسکے بعد اس کا بیٹا ناصر جنگ تخت نشین ہوا لیکن مظفر جنگ نے جو آصف جاہ کا بھتیجا تھا ناصر جنگ سے مخالفت کی اور خود نظام الملک بننا چاہا۔ دونوں جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ عین اُسی وقت کرناٹک کے تخت کے لئے بھی جھگڑا شروع ہوگیا۔ چندا صاحب جو ایک قابل شخص تھا کرناٹک کے نواب انورالدین کی جگہ نواب ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ مظفر جنگ اور چندا دونوں ملکر ڈوپلے کے پاس گئے اور مدد مانگی۔ ڈوپلے تو ایسے موقع کا منتظر ہی تھا۔ فوراً مظفر جنگ اور چندا صاحب کی مدد کو تیار ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس چال میں کامیاب ہوگیا تو کرناٹک کا نواب اور دکن کا صوبہ دار دونوں اُس کے تابع ہوجائیں گے


نقشہ ہندوستان
سنہ ۱۷۵۶ء
جس میں مرہٹوں کا جتھا اور کرناٹک میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی جنگ کی تشریح
کابل
غزنی
قندھار
لاہور
سکھ
پانی پت
دہلی
راجپوت
اودھ
بھرت پور
سندھ کے امرا
الہ آباد
پٹنہ
بنگال
پلاسی
بھونسلہ
اندور
بڑودہ
سورت
ناگپور
نظام
شمالی سرکار
خلیج بنگال
بحیرہ عرب
ارکاٹ
میسور
مدراس

اور اس میں شک نہیں کہ اگر ڈوپلے کی منشا پوری ہو جاتی تو فرانس کی طاقت ہندوستان میں بہت بڑھ جاتی۔

جنگ کا آغاز

مظفر جنگ اور چندا صاحب نے فرانسیسی فوج کی امداد سے انور الدین پر حملہ کیا۔ انور الدین کو شکست ہوئی اور وہ لڑائی میں مارا گیا۔ محمد علی جو انور الدین کا جانشین تھا ترچناپلی کو بھاگ گیا۔ کرناٹک چندا صاحب کے قبضہ میں آیا۔ اُس نے شکریہ میں اسّی گاؤں فرانسیسیوں کو دے دئے۔ اب ڈوپلے نے محمد علی کا پیچھا کرنا شروع کیا اور ترچناپلی پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن اس کے ساتھیوں نے پوری مدد نہ کی۔ محمد علی نے اس پر انگریزوں سے مدد مانگی اور ناصر جنگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ چنانچہ ناصر جنگ نے میجر لارنس کی مدد سے اپنے حریف مظفر جنگ کو شکست دی۔ اُدھر چندا صاحب کو بھی شکست ہوئی اور اُسے کرناٹک چھوڑ کر پانڈیچری میں پناہ لینی پڑی۔ انگریزوں کی اس فتحیابی سے ڈوپلے گھبرا گیا۔ مگر اُس نے فوراً اپنی حالت کو سنبھالنے کا انتظام کیا۔

فرانسیسی افسروں نے ناصر جنگ کے خیمہ میں پھوٹ پھیلا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دسمبر ۱۷۵۰ء میں ناصر جنگ مارا گیا اور مظفر جنگ ملک دکن کا صوبہ دار بنایا گیا۔

جنگ کا نتیجہ

(اس فتح سے ڈوپلے کی عزت بہت بڑھ گئی۔ مظفر جنگ نے فرانسیسیوں کو کئی گاؤں اور نقد روپیہ دیا۔ کہتے ہیں کہ ڈوپلے کو ذاتی طور پر بھی بہت سا روپیہ اور جاگیر ملی)۔ اودھر (مظفر جنگ) نے صوبہ دار نے ڈوپلے کی ماتحتی منظور کرلی اور دکن میں کرشنا سے لے کر راس کماری تک اس کا سکّہ جم گیا۔ ادھر چندا صاحب کرناٹک کا نواب ہو گیا اور اس نے بھی فرانسیسیوں کو بہت سی دولت اور جاگیر دی۔

محمد علی

(انگریزوں نے ابھی تک محمد علی کو خاص امداد نہ پہنچائی تھی۔ اس کو ترچناپلی میں چندا صاحب اور فرانسیسیوں نے گھیر رکھا تھا مگر اب۔ انگریزوں کو خیال ہوا کہ ترچناپلی کا فرانسیسیوں کے ہاتھ میں چلا جانا اُن کے لئے نہایت مضر ثابت ہو گا۔ اس لئے

انھوں نے محمد علی کی مدد کرنا مناسب سمجھا۔)

اگرچہ انگریزی گورنر کے پاس اس قدر سامان جنگ نہ تھا کہ وہ اپنی بھی حفاظت کرتا اور محمد علی کی بھی مدد کرتا۔ مگر بایں ہمہ اُس نے کلایو کی ماتحتی میں جو ایک بہادر اور بلند ہمت جوان تھا ایک فوج رسد کے ساتھ ترچناپلی کو بھیجی اور کہا کہ "فرانسیسیوں کو وہاں سے ہٹانے کی حتی الامکان کوشش کرنا اور محمد علی کی ہمت بڑھاتے رہنا"

کلایو کی ابتدائی زندگی

(کلایو ۱۷۴۴ء میں ہندوستان آیا تھا لڑکپن میں وہ بڑا شوخ طبیعت تھا اور پڑھنے لکھنے میں جی نہیں لگاتا تھا۔ جب اُس کے باپ نے دیکھا کہ وہ پڑھنے لکھنے سے جی چُراتا ہے تو اُسے ہندوستان میں کمپنی کی نوکری کے لئے بھیج دیا۔ کلایو کی خواہش تھی کہ کسی روز بڑا آدمی بنے۔ موقع ملنے پر اُس نے فن سپاہ گری سیکھ لیا۔ محرر کے درجہ سے علٰحدہ ہوکر ایک چھوٹے سے فوجی عہدہ پر مامور ہوگیا۔ آہستہ آہستہ اُس نے اپنی قابلیت بڑھالی اور اپنے افسروں کو خوش کرلیا۔

جنگ میں کلایو کبھی نہیں گھبراتا تھا اور بڑے استقلال و ہمت کے ساتھ کام کرتا تھا۔ فوج کے ساتھ وہ ہمیشہ رحمدلی کا برتاؤ کرتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ سخت سے سخت مصیبت پیش آنے پر بھی توپوں کے مقابلے اور گولیوں کی بوچھاڑ کے نیچے اُس کے سپاہی لڑائی سے مُنہ نہیں موڑتے تھے اور اُس کے اوپر جان دینے کو تیار رہتے تھے۔

ارکاٹ کا محاصرہ

کلایو فرانسیسیوں کی طاقت سے واقف تھا۔ اُس نے ترچناپلی کی خراب حالت دیکھ کر مدراس کے گورنر سے کہا کہ اگر فوراً کوئی انتظام نہ کیا گیا تو ترچناپلی جلدی ہی فرانسیسیوں کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ فرانسیسیوں اور چندا صاحب کی فوج کو لڑائی میں شکست دینا بھی معمولی کام نہیں ہے لیکن ارکاٹ جو چندا صاحب کا دارالسلطنت ہے اس وقت محفوظ نہیں ہے اور نہ وہاں کوئی خاص فوج ہے۔ اگر جلدی سے ارکاٹ کا محاصرہ کر لیا جائے تو چندا صاحب خواہ مخواہ ترچناپلی کو چھوڑ کر اپنی فوج کے ساتھ دارالسلطنت

کی حفاظت کے لئے جائیگا اور محمد علی کا پیچھا چھوٹ جائیگا۔ کلایو نے یہ بھی کہا کہ میں خود وہاں فوج لے کر جا سکتا ہوں اور ارکاٹ کو فتح کرنے کی کوشش کروں گا۔ گورنر نے اُس کی بات مان لی کلایو دو سو انگریز اور تین سَو ہندوستانی سپاہی لے کر ارکاٹ کی جانب گیا۔ فوجی سپاہی بھی نئے تھے۔ اُنھوں نے کبھی جنگ ہوتے نہیں دیکھی تھی مگر کلایو نے کچھ پرواہ نہ کی۔ چلتے چلتے راستہ میں اُن کو قواعد کی بھی تعلیم دی اور فنون جنگ کی بھی بہت سی باتیں بتلائیں۔ اگست ۱۷۵۱ء میں اُس نے ارکاٹ کے قلعہ پر حملہ کیا اُس کے آتے ہی چندا صاحب کی تھوڑی سی فوج جو وہاں موجود تھی بھاگ نکلی۔

چندا صاحب کی گھبراہٹ

جیسا کلایو نے سوچا تھا ویسا ہی ہوا۔ جب چندا صاحب نے یہ سنا کہ ارکاٹ کو انگریزوں نے لے لیا تو اُس نے اپنی نصف فوج ترچناپلی سے ہٹا کر ارکاٹ کی محافظت کے لئے اپنے لڑکے رضا صاحب کے ہمراہ روانہ کی۔ کلایو ۵۰ دن تک ارکاٹ کے قلعہ کو گھیرے پڑا رہا اور

چندا صاحب کی فوج سے جو گولیاں آتی تھیں انکی
بوچھاڑ برداشت کرتا رہا آخر مدراس کے گورنر نے
ایک چھوٹی سی فوج اس کی مدد کے لئے روانہ کی۔
رضا صاحب نے یہ خبر پاکر اپنی فوج کو سنبھالا اور
دونوں فوجوں میں خوب لڑائی ہوئی۔ رضا صاحب
کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور وہ نا امید ہوکر
ارکاٹ سے واپس لوٹ گیا۔ ارکاٹ کا محاصرہ
ہندوستان کی تاریخ میں مشہور واقعہ ہے۔ کلایو کی
شہرت اُس سے بڑھ گئی اور اُس کی ہمت اور
بہادری کی تعریف ہر جگہ ہونے لگی۔ اب مطمئن
ہوکر کلایو نے میجر لارنس کے ساتھ ترچناپلی پر حملہ
کیا۔ رسد کا سامان بھی اس اثناء میں بہت آگیا
تھا۔ فرانسیسیوں نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن
شکست کھائی اور ترچناپلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا
محمد علی کرناٹک کا نواب بنایا گیا اور چندا صاحب
گرفتار کرلیا گیا اور بعد میں مہاراجہ تنجور کے ایک
فوجی افسر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

ڈوپلے کی پالیسی کی کامیابی

انگریزوں کی اس فتح یابی
سے ملک کرناٹک میں ڈوپلے
اپنے ارادے میں ناکام رہا۔ مگر حیدرآباد میں

میں اُس کی پالیسی کو پوری کامیابی حاصل ہوئی بُسی ایک قابل فرانسیسی افسر تھا۔ ڈوپلے نے اُس کو نظام کے پاس حیدرآباد ہی میں چھوڑ رکھا تھا۔ اور وہ وہاں پر فرانسیسی طاقت بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ۱۷۵۲ء میں اُس نے نظام سے فرانسیسی کمپنی کے لئے علاقہ شمالی سرکار (ناردرن سرکار) کو لے لیا تھا۔ اس سے فرانسیسی کمپنی کی تجارت بھی بڑھ گئی اور اُن کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو گیا۔

صلح

اس وقت ڈوپلے کی حالت اچھی نہیں تھی۔ اس کے افسروں کو ترچناپلی اور ارکاٹ وغیرہ میں شکست مل چکی تھی اسکے دوست اس سے بدظن تھے ادھر کمپنی کے خزانہ میں روپیہ کی بھی کمی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ صلح ہو جائے لیکن انگریزوں نے اُس کی شرطوں کو قبول نہ کیا۔ فرانس کی سرکار بھی ڈوپلے سے ناراض ہو گئی تھی اسلئے انگلینڈ سے صلح کرنے کی غرض سے ڈوپلے کو گورنری کے عہدے سے معزول کر دیا گیا اور ایک دوسرے افسر گوڈیو نامی کو ڈوپلے کی جگہ گورنر مقرر کرکے ہندوستان روانہ کیا گیا۔ گوڈیو نے آتے ہی

انگریزوں سے ایک صلح نامہ طے کر لیا جس کی رو سے فریقین میں صلح ہو گئی۔

ڈوپلے کے آخری ایام

گورنری کے عہدے سے ہٹائے جانے پر جب ڈوپلے واپس فرانس پہنچا تو وہاں کی سرکار اُس کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئی بلکہ بعد میں اُس پر مقدمہ بھی چلایا گیا۔ جس میں ڈوپلے کا بہت سا روپیہ صرف ہو گیا ڈوپلے کی زندگی کا وہ اخیر حصّہ بہت افلاس میں گزرا اور وہ گمنامی کی حالت میں مرا۔

ڈوپلے کی حکمت عملی

اس میں شک نہیں کہ ڈوپلے بڑا لائق مدبّر اور بہادر آدمی تھا اور حکمت عملی سے ہندوستان میں فرانسیسیوں کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ ممکن ہے کہ اگر فرانس کی سرکار ڈوپلے کی پوری مدد وقت پر کرتی تو اُس کی دلی آرزوئیں پوری ہو جاتیں مگر خاص وجوہات کے باعث اسکی کوششیں بار ور نہ ہو سکیں۔ اوّل تو فرانس کی سرکار خود یورپ کے جھگڑوں میں پڑی ہوئی تھی اور اُسے دم لینے کی فرصت نہ تھی دوسرے اس کی مالی حالت بھی اچھی نہ تھی کہ وہ کمپنی کی

روپیہ سے مدد کر سکتی ۔ ادھر خود کمپنی کا دیوالہ نکلنے کو تھا۔ غرضیکہ مالی لحاظ سے فرانسیسی کمپنی کی حالت بہت نازک تھی اور اس کے مقابلے میں انگریزی کمپنی کی تجارت روز افزوں ترقی پر تھی۔ ہندوستان میں سلطنت قائم کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ کمپنی اپنے ملک فرانس سے اپنا تعلق جاری رکھتی اور سمندروں میں ہو کر بلا خوف اُن کے جہاز آیا جایا کرتے ۔ لیکن انگریزوں کے جہازی بیڑہ کی طاقت کو کم کئے بغیر یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ انگریزوں کا جہازی بیڑہ یورپ میں سب سے زیادہ طاقتور تھا اور یورپ کی کوئی سلطنت اس وقت انگریزوں کی بحری طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ فرانس کا بیڑہ اس وقت بہت کمزور تھا اور اس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ سمندروں پر اپنا اقتدار قائم کر سکے۔

ڈوپلے کے ہارنے کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ فرانسیسی، حکام اور فوجی سپاہی آپس میں بغض رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے لڑتے تھے انگریزوں میں یہ بات نہ تھی۔ ان میں اتفاق تھا اور وہ ایک دوسرے کی صلاح سے کام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جذبہ حب الوطنی اُن پر ایسا غالب

تھا کہ وہ ملک کی خاطر اپنا آرام اور اپنی جان تک قربان کر دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ فرانسیسیوں کی نسبت وہ ہوشیار بھی زیادہ تھے اور زمانہ کے مطابق عمل کرنے میں بھی پختہ کار تھے۔

باب ۵

انگریزوں اور فرانسیسیوں کی تیسری لڑائی

۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک

یورپ میں ہفت سالہ جنگ

ڈوپلے کے چلے جانے کے بعد کرناٹک میں قریباً چار سال تک امن وامان رہا۔ انگریزوں کا طرفدار محمد علی کرناٹک کے تخت پر مستحکم ہو چکا تھا۔ ادھر حیدر آباد میں ڈوپلے کے چلے جانے کے باوجود بھی فرانسیسی افسر بسی کا اقتدار نظام الملک کے

دربار میں ویسے کا ویسا ہی قائم رہا۔ لیکن اس اثنا میں بنگال کا مالدار صوبہ انگریزوں کے ہاتھ آگیا جس کا بیان اگلے باب میں تحریر کیا جائیگا۔

۱۷۵۶ء میں یورپ میں انگلینڈ اور فرانس کے درمیان پھر جنگ شروع ہوگئی جو کہ جنگ ہفت سالہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ کے شروع ہوتے ہی انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہندوستان میں بھی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں اپریل ۱۷۵۸ء میں فرانسیسی کپتان کاؤنٹ لالی بہت لمبے سفر کے بعد ہندوستان میں آپہنچا۔ جس رات کو وہ جہاز سے اترا اسی رات کو اُس نے قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو آسانی سے فتح کرلیا۔ لیکن اس واقعہ کے بعد اُس نے کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کی کیونکہ اُس کے ساتھیوں نے اُس کی کوئی مدد نہیں کی۔ پانڈیچری کا گورنر خصوصاً لالی کی مخالفت پر تلا ہوا تھا۔ اس لئے کاؤنٹ لالی نے روپیہ کی کمی دور کرنے کی غرض سے تنجور کے راجہ پر حملہ کردیا۔ لیکن تنجور کے راجہ نے جنگ کی تیاری کرلی تھی اس لئے لالی کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اس کے بعد لالی نے بُسی کو حیدرآباد

سے بُلایا اور خود مدراس پر حملہ کرنے کی تیاری
کی۔ بُسی جب آیا تو دونوں نے مل کر مدراس پر
حملہ کیا۔ کلایو اس وقت بنگال میں تھا مگر وہ اس
نظارہ کو اچھی طرح دیکھ رہا تھا۔ اُس نے بُسی
کی غیر حاضری سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہا اور
فوراً کرنل فورڈ کو شمالی سرکار کی جانب روانہ
کیا۔ فورڈ نے بُسی کے جانشین کڈور کو دسمبر ۱۷۵۸ء
میں شکست دی اور مچھلی پٹن پر بھی حملہ کردیا
حیدر آباد میں فرانسیسیوں کا جو رہا سہا اثر
تھا وہ بھی اس شکست سے زائل ہوگیا اور
اُن کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ اب نظام الملک
صلابت جنگ نے انگریزوں کے اثر میں آکر
اضلاع شمالی سرکار بھی فرانسیسیوں سے واپس لیکر
انگریزوں کو دے دیا۔ ماہ دسمبر میں کاؤنٹ لالی
نے مدراس پر چڑھائی کردی۔ چھ مہینے تک میجر
لارنس اور اُس کے سپاہی مدراس کے محافظ
رہے۔ اس کے بعد انگلینڈ سے کچھ فوج آگئی۔ دو
برس تک اسی طرح جنگ ہوتی رہی آخر ۱۷۶۰ء
میں سر آیرکوٹ نے فرانسیسیوں کو وانڈیواش کے
مقام پر شکست دی۔ بُسی پانڈیچری کی طرف

بھاگ گیا مگر وہاں اس نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ کاؤنٹ لالی بھی قید کر کے انگلینڈ بھیجا گیا۔ لیکن بعد میں وہ چھوڑ دیا گیا اور اُسے فرانس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ فرانس میں اُس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور آخر میں پھانسی کی سزا دی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ فرانس کی گورنمنٹ نے لالی کے ساتھ بے انصافی کی۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ لالی اپنے چڑچڑے مزاج کی وجہ سے ہندوستان میں کام کرنے کے قابل نہ تھا اور اُس کی بد مزاجی سے فرانس کی طاقت کو کسی قدر نقصان پہنچا۔ پانڈیچری بھی اب انگریزوں کے قبضہ میں آگئی۔ جتنی لڑائیاں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان ہوئی تھیں ان میں یہ سب سے بڑی لڑائی تھی۔ اس میں فتح پانے سے انگریزوں کی طاقت اور اقتدار بہت بڑھ گیا۔

صلح نامہ پیرس

سنہ ۱۷۶۳ء میں پیرس کی صلح ہونے پر ہندوستان میں بھی جنگ ختم ہو گئی۔ پانڈیچری اور چندر نگر فرانسیسیوں کو واپس مل گئے۔ محمد علی کرناٹک کا

نواب ہوا اور حیدر آباد میں فرانسیسیوں کی کچھ بھی ملکیت نہ رہی۔ شمالی سرکار کے اضلاع انگریزوں کے قبضہ میں رہے۔

فرانسیسیوں کی شکست کے اسباب

اس جنگ میں جو کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان پندرہ سال تک جاری رہی آخر فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے کئی ایک سبب تھے اوّل یہ کہ انگریزی کمپنی کی مالی حالت بہت اچھی تھی دوسرے اثنائے جنگ میں بھی انھوں نے اپنی تجارت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہونے دی۔ انگریزوں نے تجارت میں اتنی ترقی کی تھی اور اس قدر روپیہ جمع کیا کہ اُس نے انگلینڈ کی سرکار کو بھی کئی لاکھ روپیہ قرض دیا۔ انگریز قوم کمپنی کی پوری مدد کرنے کو ہمیشہ تیار رہتی تھی۔ کمپنی کی فوج میں کلایو اور لارنس جیسے بہادر اور باہمّت جوانمرد تھے جو اپنے ملک کے لئے جان تک قربان کرنے کو تیار تھے اور مشکل سے مشکل مصیبت آنے پر بھی نا امید نہیں ہوتے تھے۔ اس کے مقابلہ پر فرانسیسی کمپنی کی مالی حالت اچھی نہ تھی اور نہ وہ

آزادی سے کام کرسکتی تھی ۔ وہ فرانس کی سرکار
کے تابع تھی اور سرکاری اہلکار اس کے انتظام
میں بیجا دخل دیتے تھے جس کی وجہ سے تجارت
میں نقصان ہوتا تھا ۔ ہندوستان میں بھی فرانسیسی
افسر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے ان میں
بالکل اتفاق نہ تھا ۔ مگر خاص وجہ انگریزوں کی
کامیابی کی یہ تھی کہ ان کی بحری طاقت سب سے
زیادہ تھی ۔ اس وقت تمام بحری راستے اُن کے
قبضہ میں تھے اس واسطے انگریزوں کے لئے
ہندوستان کے ساتھ تعلق رکھنا نہایت ہی آسان
تھا اس جنگ میں انگریزوں کی بحری طاقت کم
کئے بغیر فرانس کی کامیابی ناممکن تھی ۔ جیسے پہلے بھی
اشارۃً ظاہر کیا جاچکا ہے صوبہ بنگال کا بھی انگریزوں
کے ہاتھ آجانا اُن کی بڑی خوش قسمتی تھی وہاں
سے ان کو روپیہ اور سپاہی آسانی کے ساتھ
مل جایا کرتے تھے ۔

باب ۶

بنگال میں انقلاب

علی وردی خاں

بنگال زمانۂ قدیم سے سلطنت دہلی کا ایک بڑا صوبہ تھا۔ مغلوں کے زمانہ میں بھی یہ صوبہ خراج دیا کرتا تھا۔ اس میں صوبہ بہار اور اُڑیسہ بھی شامل تھے۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد جب سلطنت دہلی کو زوال آنا شروع ہوا تو بنگال کا صوبہ دار خود مختار بن بیٹھا۔

علی وردی خاں ۱۷۴۱ء میں یہاں کا نواب مقرر ہوا۔ اور پندرہ برس کی حکومت کے بعد ۱۷۵۶ء میں اُس نے وفات پائی۔ وہ بڑا عقلمند اور لائق حاکم تھا اُس کے زمانہ میں کسی قسم کا فساد برپا نہ ہوا۔ علی وردی خاں کی وفات کے بعد اُس کا نواسہ سراج الدولہ تخت پر بیٹھا اس کی عمر اس وقت صرف ۲۱ سال کی تھی اور سلطنت کے کام سے

اُس کو بہت واقفیت نہ تھی۔

بلیک ہول

علی وردی خاں کے زمانہ ہی میں فرانس اور انگلستان کے درمیان جنگ چھڑنے کا گمان تھا اس لئے ہندوستان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اپنے اپنے قلعوں کو مرمت کروانا شروع کردیا۔ علی وردی خاں جب مرگیا تو سراج الدولہ نے اُنھیں مرمّت کرنے سے روکا۔ فرانسیسیوں نے تو اُس سے میل جول کرلیا۔ لیکن انگریزوں نے اُس کے احکام کی کچھ پرواہ نہ کی جس پر نواب انگریزوں سے ناخوش ہوگیا۔ اس کی ناراضگی کے اور بھی وجوہات تھے۔ انگریزوں نے ایک شخص کشن داس نامی کو کلکتہ میں پناہ دی تھی۔ نواب اسے گرفتار کیا چاہتا تھا۔ نواب کی طلبی پر انگریزوں نے اُسکو نواب کے حوالہ نہ کیا بلکہ نواب کے ایلچی کو شہر بدر کردیا۔ ان باتوں سے نواب کا غصّہ اور بھی زیادہ ہوگیا اس نے اُن کو سزا دینے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

سراج الدولہ نے قاسم بازار کی کوٹھی پر حملہ کیا اور پھر ایک بڑا لشکر لے کر کلکتہ پر یورش کی۔ کلکتہ

کے قلعہ فورٹ ولیم میں اس وقت صرف تقریباً ۳۰۰ آدمی تھے ۔ انگریز سب ملا کر ۲۳۰ تھے ۔ قلعہ کی حالت بہت ابتر تھی ۔ انگریزوں نے ڈچ اور فرانسیسیوں سے مدد مانگی مگر کچھ جواب نہ ملا ۔ انگریزی فوج نے ہلوویل کو جو کہ ایک پُرانا ڈاکٹر تھا اپنا کپتان بنایا اور دو دن تک نواب کی فوج کا مقابلہ کیا ۔ لیکن انگریز اس سے زیادہ اپنی حفاظت نہ کر سکے ۔ کچھ عورتیں اور مرد جہازوں میں بیٹھ کر چلے گئے ۔ جو باقی رہے انھوں نے اپنے آپ کو نواب کی فوج کے حوالے کر دیا کہتے ہیں کہ ۱۴۶ قیدی جن میں ایک عورت بھی تھی ۔ ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کر دیے گئے ۔ جون کا مہینہ تھا گرمی بڑی شدت کی پڑ رہی تھی بیچارے قیدی سانس بھی نہیں لے سکتے تھے ۔ ظالم پہرے والوں کی ہزار خوشامدیں کیں ۔ مگر اُن کی کچھ بھی شنوائی نہ ہوئی ۔ جب صبح کو دروازہ کھولا گیا تو اُن میں سے صرف ۲۳ آدمی زندہ نکلے[1]

---

[1] اس کہانی کی صداقت پر اب مورخین شبہہ کرنے لگ گئے ہیں امید ہے کہ وہ آیندہ کی تحقیقات سے اس امر پر کچھ زیادہ روشنی ڈال سکیں گے ۔

ہلویل بھی ان میں تھا۔ نواب کو اس ہولناک واقعہ کی خبر بھی نہ تھی۔ یہ سب کارروائی اس کی فوج نے کی تھی۔ مگر جب سراج الدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اُن کو کچھ بھی سزا نہ دی۔ انگریزی کمپنی کی حالت اس وقت قابل رحم تھی۔ نواب نے اُنکی کُل کوٹھیوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

پلاسی کی لڑائی

جب اس ہولناک حادثہ کی خبر مدراس پہنچی تو انگریزوں کو نہایت صدمہ ہوا اور بدلہ لینے کا پکّا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ کلایو اور واٹسن ایک بڑی فوج لیکر بنگال کی جانب روانہ ہوئے۔ کلایو فوج کا افسر مقرر ہوا اور جہازی بیڑہ واٹسن کے سپرد کیا گیا۔ تین مہینے میں دونوں کلکتہ پہنچ گئے اور ۲ جنوری ۱۷۵۷ء کو انگریزی فوج نے کلکتہ فتح کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد ہُگلی کو بھی فتح کر لیا۔ جب نواب سے کچھ نہ بن سکا تو وہ بہت گھبرایا اور آخر صلح کا ملتجی ہوا۔ صلح ہو گئی نواب نے کمپنی کو اُن کا قلعہ واپس کر دیا۔ اور سکہ چلانے کا بھی حکم دے دیا اور وعدہ کیا کہ کمپنی کا جو کچھ نقصان ہوا اس کا

معاوضہ دیا جائیگا - اسی طرح تھوڑے ہی عرصہ میں
کلایو اور واٹسن نے کمپنی کی ابتر حالت کو دوبارہ
سنبھال لیا اور تجارت میں جو رُکاوٹیں پیدا ہو رہی
تھیں وہ رفع کر دیں۔

چندر نگر پر حملہ

مگر سراج الدولہ کب
خاموش بیٹھنے والا تھا۔ اس نے
فوراً فرانسیسیوں سے خط و کتابت کرکے مدد مانگی۔
فرانسیسی افسر بُسی اُس وقت قریب ہی شمالی
سرکار میں تھا اور اُس کے پاس جنگ کا سامان
بھی کافی تھا ادھر فرانس اور انگلینڈ میں جنگ
شروع ہو گئی تھی ۔ کلایو نے موقع غنیمت جان کر
فرانسیسی بستی چندر نگر پر حملہ کر دیا گو فرانسیسیوں
نے بہادری سے انگریزوں کا مقابلہ کیا لیکن آخر
فرانسیسیوں کو شکست ہوئی ۔ کلایو اور نواب کے
درمیان پھر صلح کی گفتگو ہونے لگی شمالی ہند
میں اسی وقت احمد شاہ درانی کا حملہ ہو چکا
تھا اور نواب اس خیال سے بہت خوف
زدہ تھا کہ شاید احمد شاہ بنگال پر بھی چڑھ
آئے ۔ اس لئے اس نے انگریزوں سے صلح
کرنی چاہی۔

میر جعفر کی سازش

سراج الدولہ کی رعایا اس سے ناخوش تھی - اس کے درباریوں اور فوج کے افسروں نے اُسے تخت سے اُتارنے کے لئے سازش کا ایک جال پھیلا رکھا تھا جس میں میر جعفر بھی شامل تھا - میر جعفر سراج الدولہ کا رشتہ دار تھا - درباری امرا سراج الدولہ کی جگہ اُسی کو نواب بنانا چاہتے تھے - انگریزوں سے بھی اس بارہ میں صلاح لی - کلایو بھی یہ چاہتا تھا کہ سراج الدولہ کسی طرح نکال دیا جائے اُس نے فوراً اپنی رائے دی اور مدد دینے کا وعدہ کیا - یہ سب گفتگو ایک بڑے مالدار سوداگر اومی چند نامی کے ذریعہ سے ہوئی تھی - عین وقت پر جبکہ تمام منصوبہ باندھا جارہا تھا اُس کو بھی لالچ آگیا اور کہنے لگا کہ اگر نواب کے خزانہ سے مجھ کو حصّہ نہیں ملے گا تو کُل راز افشا کردوں گا - اُس نے یہ بھی کہا کہ یہ شرط عہد نامہ صلح میں لکھی جانی چاہئے - کلایو اس بات کو سُن کر گھبرایا اور اُس نے اومی چند کو دھوکا دینے کی ایک تدبیر سوچی - وہ یہ کہ عہد نامہ کا مسودہ دو کاغذوں

پر لکھا گیا - ایک تو سچّا تھا جس میں اومی چند کو روپیہ دینے کی شرط نہیں تھی اور دوسرا جھوٹا جس میں اومی چند کو تیس لاکھ روپیہ دینے کا اقرار لکھا گیا - اس پر سب کے دستخط کرا لئے گئے لیکن واٹسن نے ایسا کرنے سے انکار کیا تب کلایو نے واٹسن کے دستخط خود بناکر صلح نامہ اومی چند کے سپرد کر دیا - اور جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں -

جنگ پلاسی
جون ۱۷۵۷ء

اب کلایو نے سراج الدولہ کے پاس ایک خط لکھا کہ آپ نے فروری کے صلحنامہ کی شرائط کے خلاف کارروائی کی ہے اور فرانسیسیوں سے پھر سازش شروع کردی ہے نواب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تب کلایو ۳۲۰۰ آدمیوں کی سپاہ لے کر پلاسی کی جانب روانہ ہوا - نواب وہاں پہلے ہی سے موجود تھا - اُس کے پاس پچاس ہزار پیدل - اٹھارہ ہزار سوار - پچاس توپیں اور کچھ فرانسیسی سپاہی تھے - کلایو کے پاس کُل ۳۲۰۰ سپاہی تھے - جن میں ۱۱۰۰ گورے تھے اور ۱۰ چھوٹی توپیں تھیں

میر جعفر نے لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ وہ دور ہی سے یہ دیکھتا رہا کہ کس کی فتح ہوتی ہے۔ تھوڑے سے فرانسیسیوں نے جو کہ نواب کی فوج میں تھے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا لیکن ہار گئے۔

۲۳ ۔ جون ۱۷۵۷ء کو جنگ شروع ہوئی۔ دوپہر کے بعد انگریزی فوج نے دھاوا کیا۔ نواب اور اُس کے سپہ سالار میدان جنگ سے بھاگ گئے اور نواب کے بھاگتے ہی تمام فوج تتر بتر ہو گئی۔ نواب سراج الدولہ بھاگتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا اور بعد میں میر جعفر کے بیٹے نے اسے قتل کروا ڈالا۔ میر جعفر بنگال کا نواب ہو گیا۔ چوبیس پرگنہ کا علاقہ جو کلکتہ کے پاس ہے اُس نے کمپنی کو دے دیا اور دو برس کے بعد اس کا کُل لگان کلایو کی نذر کر دیا۔ پلاسی کی فتح سے انگریزی سلطنت کی بنیاد بنگال میں پڑ گئی۔ نوابوں کی طاقت رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی اور انگریزوں کی طاقت بڑھتی گئی اور آخر کار وہ تمام بنگال کے حاکم بن گئے۔

بنگال بہت ہی زرخیز اور دولت مند صوبہ تھا۔ اسی وجہ سے انگریزی کمپنی کی آمدنی میں

بھی بہت اضافہ ہو گیا اس کے علاوہ ان کو فرانسیسیوں اور باقی راجاؤں سے لڑنے میں بہت مدد ملی۔

باب ۷

میر جعفر

۱۷۵۸ء سے ۱۷۶۱ء تک

شاہزادہ دہلی کا بنگال پر حملہ

پلاسی کی لڑائی کے بعد کلایو نے میر جعفر کو بنگال کے تخت پر بٹھایا جب مغل بادشاہ نے یہ سُنا تو وہ بہت ناراض ہوا کیونکہ یہ سب کام اُس کی اجازت کے بغیر ہوا تھا اور وہ ابھی تک تمام شمالی ہند پر شہنشاہی کا دعوے رکھتا تھا چنانچہ ۱۷۵۹ء میں شہنشاہ کے لڑکے شہزادہ عالی گوہر نے ایک بڑی فوج

لے کر بنگال پر حملہ کر دیا اور شجاع الدولہ نواب اودھ نے بھی اس کی مدد کی۔

میر جعفر فقط نام کا نواب تھا۔ سلطنت کا کُل انتظام کلایو کے ہاتھ میں تھا جو کچھ وہ چاہتا تھا وہی نواب کرتا تھا۔ میر جعفر کے تخت پر بیٹھتے ہی اُس کے دشمنوں نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا لیکن کلایو نے اُن کو دبا دیا۔ اگر نواب میں قابلیت اور ہمت ہوتی تو بنگال میں امن قائم رہتا اور سلطنت کا انتظام بھی اچھا ہوتا مگر وہ بہت کاہل تھا صرف افیون کھایا کرتا تھا۔ جسکی وجہ سے اُس کی جسمانی اور دماغی دونوں طاقتیں زائل ہوگئی تھیں۔

شاہزادے کے آنے کی خبر سُن کر میر جعفر بہت گھبرایا لیکن کلایو نے اُس کو اطمینان دلایا اور مدد دینے کا وعدہ کیا۔ جب شجاع الدولہ نے سُنا کہ کلایو میر جعفر کی مدد کو آرہا ہے تو وہ فوراً اودھ کو چپ چاپ واپس چلا گیا اور شاہزادے کو اکیلا چھوڑ دیا۔ شاہزادہ اب کیا کر سکتا تھا۔ نہ اُس کے پاس اتنی فوج تھی کہ وہ انگریزوں سے جنگ کر سکتا اور نہ اس میں اتنی قابلیت

تھی کہ بنگال کو پھر سلطنت مغلیہ میں شامل کر لیتا
نا امید ہو کر اس نے اپنے آپ کو کلایو کے سپرد
کر دیا۔ کلایو نے اُس کے ساتھ نیکی اور انسانیت
کا سلوک کیا اور پانچ سو سونے کی مہریں نذر کیں
شاہزادہ از حد خوش ہوا اور کلایو کی نیک خوئی اور
انسانیت کی تعریف کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

میر جعفر اور ڈچ

میر جعفر انگریزوں کی
مدد سے نواب ہوا تھا
لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ بنگال میں ہمیشہ
انگریزوں کی حکومت قائم رہے بلکہ آزاد ہونا
چاہتا تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ دراصل
حکومت کی باگ تو کلایو کے ہاتھ میں ہے
اور خود وہ نام کا نواب ہے تو اُس نے اپنے
آپ کو آزاد کرنے کی غرض سے ڈچ لوگوں سے
جو چنسرا میں رہتے تھے خط کتابت شروع کی
ڈچ لوگ انگریزوں سے بغض رکھتے تھے اُنکی
ترقی اور افزائش نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس
لئے انھوں نے نواب کو لکھا کہ انگریزوں کو
بنگال سے نکالنے میں ہم تمہاری مدد کریں گے۔
چنانچہ اُنھوں نے جاوا سے فوج منگائی اور کچھ

عرصے کے بعد سات جہازوں کا ایک بیڑا گنگا میں آ داخل ہوا۔ یورپ میں ہالینڈ اور انگلینڈ کے درمیان صلح تھی پھر یہاں جنگ کیسے ہوتی ڈچ لوگوں کی بیوقوفی سے کلایو کو فوراً جنگ کرنے کا ایک بہانہ مل گیا۔

کرنل فورڈ کی مدد سے ۱۷۵۹ء میں اُس نے ڈچ لوگوں کو لڑائی میں شکست دی۔ چنسرا میں جو اُن کی فوج تھی وہ ہار گئی اور اُن کے جہاز بھی چھن گئے۔ آخر میں انھوں نے صلح کرنی چاہی اور انگریزوں کو تاوان جنگ ادا کر دیا چنسرا ڈچ لوگوں کو واپس کر دیا گیا۔ مگر اُن کو وہاں فوج رکھنے کی ممانعت ہو گئی۔ اُس وقت سے ڈچ لوگوں نے تجارت کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ اور سلطنت کے جھگڑوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھا۔

کلایو کا انگلستان میں واپس جانا

فروری ۱۷۶۰ء میں کلایو واپس چلا گیا۔ چار سال کے عرصے میں اُس نے کمپنی کی حالت میں تعجب خیز تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ ۱۷۵۶ء سے پہلے انگریز بنگال میں

صرف سوداگر ہی تھے مگر ۱۷۶۰ء میں بنگال پہ
اُن کا پورا قبضہ ہو چکا تھا۔ فرانسیسیوں اور
ڈچ دونوں کو اُنھوں نے نیچا دکھایا۔ اُن کی
ملکی اور فوجی طاقتیں گھٹا دیں۔ بنگال کا نواب
انگریزوں کی ماتحتی میں آگیا۔ انگریزوں کی
حکومت کلکتہ سے لے کر بہار اور اودھ تک
قائم ہو گئی۔ یہ سب کام کلایو ہی کی عقل و
ہمت سے سر انجام پایا اسی لئے اسکو انگریزی
سلطنت ہند کا بانی کہتے ہیں۔

باب ۸

میر قاسم

۱۷۶۱ء سے ۱۷۶۵ء تک

بنگال کی حالت کلایو کے چلے جانے کے بعد
بنگال میں بڑی گڑبڑ پھیل گئی۔ کمپنی کے خزانہ

میں روپیہ نہ رہا،

نواب پر بہت سا قرض ہوگیا اور اسے بنگال پر اپنا قبضہ قائم رکھنے میں بھی دقّت معلوم ہونے لگی۔ جنگ پلاسی کے بعد انگریزوں نے بنگال کو فتح کرلیا تھا لیکن حکومت کرنے کا انتظام اپنے ہاتھ میں نہ لیا تھا۔ وہ ابھی تک اپنے آپ کو سوداگر ہی کہتے تھے حکومت کے اختیارات کو اپنے ذمّہ لینا نہیں چاہتے تھے انھیں روپے کی بڑی ضرورت تھی۔ ادھر خزانہ میں روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے نواب نے اپنی فوج کو تنخواہ بھی نہیں دی تھی اور باغی زمینداروں کو دبانے کے لئے نواب کو روپیہ اور فوج دونوں کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ ایک دقّت اور بھی تھی وہ یہ کہ انگریز نواب سے روپیہ مانگتے تھے اور وہ دے نہیں سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کا انتظام خراب ہوگیا اور کمپنی کے ملازم ناجائز طریقوں سے روپیہ پیدا کرنے لگے۔ کمپنی کے گماشتوں اور نواب کے ملازموں میں لڑائی ہونے لگی۔ ملک میں بدنظمی پھیل گئی ہر طرف

بے ایمانی ہونے لگی کمپنی اور نواب دونوں کی مالی حالت پہلے کی نسبت زیادہ ابتر ہو گئی۔

میر قاسم کا نواب ہونا

اس بد انتظامی کو دیکھ کر کلکتہ کی کونسل نے میر جعفر کو تخت سے اُتار دینے کا فیصلہ کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ میر جعفر سلطنت کا مناسب انتظام رکھنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتا تھا۔ کونسل نے اُس کو تخت سے اُتار کر ۱۷۶۰ء میں اُس کے داماد میر قاسم کو نواب بنایا۔ کونسل کے کچھ ممبروں نے اس تجویز سے مخالفت کی کیونکہ صلحنامہ کے مطابق انگریزوں کو میر جعفر کی مدد کرنی چاہئے تھی۔ لیکن معترضین کی ایک بھی نہ چلی اور میر قاسم بنگال۔ بہار اور اُڑیسہ کا نواب بنایا گیا۔ اس کے صلہ میں میر قاسم نے بردوان مدناپور اور چٹگاؤں کے اضلاع انگریزوں کو دے دئے اور اس کے علاوہ کونسل کے ممبروں کو بھی بہت سا روپیہ دیا۔

میر قاسم کی حکومت

میر قاسم ایک قابل حکمران تھا اُس نے ملک کا انتظام اچھا کیا۔ میر جعفر کے وقت کا بہت سا قرضہ بھی ادا

کر دیا اور فوج کا بھی انتظام اچھا کیا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ انگریزوں کی حکومت بنگال میں قائم رہے۔ وہ کمپنی کے پنجہ سے نکل کر آزادی کے ساتھ بنگال میں حکومت کرنا چاہتا تھا چنانچہ کلکتہ سے دور رہنے کی نیت سے اُس نے مرشدآباد چھوڑ کر مُنگیر کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ کمپنی کے بعض ملازمین بیجا طریقہ سے دولت کمانے میں مصروف تھے اور ملکی انتظام میں دخل دیتے تھے میر قاسم اس بات سے بہت ناخوش تھا اور جب اُس نے اپنی طاقت کافی بڑھا لی تو وہ جنگ کا موقع تلاش کرنے لگا۔

میر قاسم کا معزول ہونا

میر قاسم کو لڑائی کا بہانہ فوراً مل گیا۔ ۱۷۱۷ء کے شاہی فرمان کی رو سے انگریزی کمپنی کو یہ اجازت ملی ہوئی تھی کہ وہ اپنا مال بغیر محصول چُنگی ادا کئے بنگال کے باہر روانہ کر سکتے تھے۔ مگر جنگ پلاسی کے بعد جب میر جعفر کو بنگال کی گدی پر بٹھایا تو کمپنی کے نوکروں نے اپنا ذاتی مال بھی بغیر کسی قسم کا محصول ادا کئے اِدھر اُدھر لے جانا شروع کر دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا

کہ کمپنی کے نوکروں نے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی خاطر دیسی سوداگروں سے روپیہ لے کر اُنھیں دستک یعنی پروانے دینے شروع کر دئے تاکہ وہ بغیر محصول ادا کئے حسب خواہش مال لے جا سکیں اس پر نواب کے افسروں اور کمپنی کے ایجنٹوں اور محرروں میں جھگڑا ہونے لگا۔ میر قاسم نے اس نقصان دہ طریقہ کو بند کرنے کی کوششیں کیں مگر کمپنی کے ملازمین کو یہ بات بُری معلوم ہوئی اور اُس کی مخالفت کرنے لگے۔ آخریں مجبور ہو کر نواب نے سب کو حکم دے دیا کہ ہر ایک بلا محصول ادا کئے اپنا مال جہاں چاہے لے جائے اس حکم سے انگریز اور ہندوستانی تاجر برابر ہو گئے اور کمپنی کے نوکروں کے لئے ناجائز فائدہ اُٹھانا ناممکن ہو گیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اوروں سے محصول وصول کیا جائے اور اُن کو کچھ بھی نہ دینا پڑے۔ میر قاسم نے کونسل کے ممبروں سے بھی کہا سُنا مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار اُس کو جنگ کی تیاری کرنی پڑی۔

پٹنہ کا قتل ۷ر جولائی ۱۷۶۳ء میں کلکتہ کی کونسل نے میر قاسم کو تخت سے

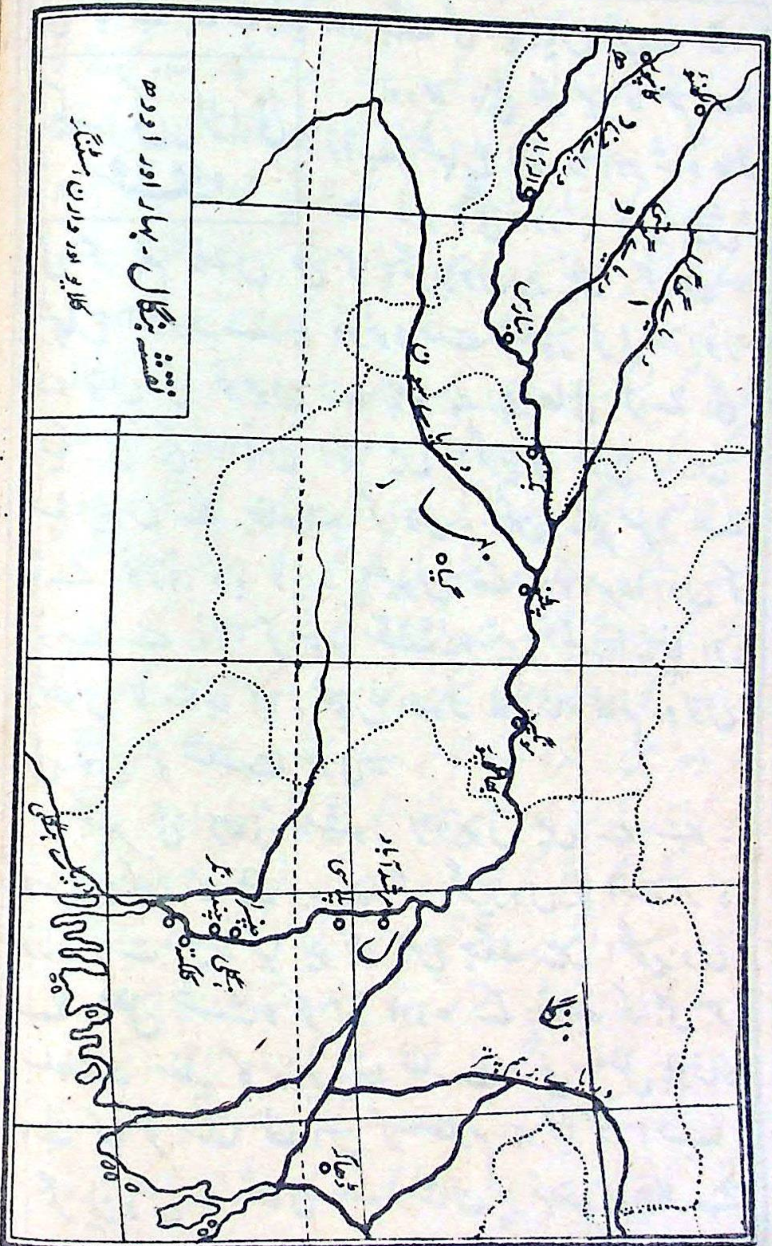
اُتار دیا۔ میر جعفر کو دوبارہ بنگال کا نواب بنا دیا
اس نے انگریزوں کو ملک کے اندر تجارت کرنے کا
پھر حکم دے دیا اور کمپنی کا جو نقصان ہوا تھا
وہ پورا کر دیا۔ چنانچہ ۱۲ جولائی میر جعفر کو ہمراہ
لے کر میجر ایڈمس اپنی سپاہ کے ساتھ کلکتہ سے
روانہ ہوا۔ راستہ میں اس نے تین مرتبہ قاسم کی
فوج کو شکست دی اور پھر نواب کے دارالخلافہ
مُنگیر کی طرف بڑھا۔ ایڈمس کے آنے کی خبر سُنکر
میر قاسم مُنگیر چھوڑ کر پٹنہ کی جانب بھاگا وہاں
مسٹر ایلس نے جو پٹنہ کی کوٹھی کا حاکم تھا شہر
پٹنہ کو اپنے قبضہ میں کرنے کی کوشش کی اور
نواب کو روکنا چاہا لیکن نواب کے جرمن افسر نے
جو بعد میں سمرو کے نام سے مشہور ہوا مسٹر ایلس
کو گرفتار کرلیا اور شہر پٹنہ کو فتح کر لیا۔ اِدھر ایڈمس
نے مُنگیر کو فتح کرلیا۔ یہ سن کر نواب بہت بگڑا
اور سب انگریزی قیدیوں کو مار ڈالنے کا حکم
دے دیا۔ چنانچہ سمرو نے ہندوستانی سپاہیوں کی
مدد سے سب انگریز قیدیوں کو مار ڈالا۔ قریب
دو ڈھسو کے انگریز مارے گئے۔ اسی کو پٹنہ کا
قتل کہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد میر قاسم اودھ

کی جانب بھاگ گیا اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔

بکسر کی لڑائی
۱۷۶۵ء

اودھ پہنچ کر میر قاسم نے نواب شجاع الدولہ اور شاہ عالم سے مدد مانگی اور یہ تجویز پیش کی کہ ہم تینوں مل کر انگریزوں پر حملہ کریں۔ شجاع الدولہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور دونوں کی فوجوں نے پٹنہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری کی۔ اس اثنا میں انگریزی فوج میں سپاہیوں نے بغاوت کر دی۔ لیکن میجر منرو نے اُسے فوراً دبا دیا۔ باغیوں کے ۲۴ سرداروں کو توپ سے اُڑا کر خود ۱۷۶۴ء میں بکسر آ پہنچا اور دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ شجاع الدولہ اور شاہ عالم دونوں کی فوج کو شکست ہوئی۔

بکسر کی لڑائی مشہور لڑائیوں میں سے ہے۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں کا اقتدار و وقار بہت بڑھ گیا کیونکہ اس جنگ میں انگریزوں نے مغل شہنشاہ کو اور اودھ کے نواب کو بھی جو سلطنت مغلیہ کا وزیر تھا شکست دی۔ مغل بادشاہ اب کیا کر سکتا تھا اس کو معلوم ہو گیا کہ اب انگریزوں کا شمالی ہندوستان پر قبضہ ہو چکا ہے



سوچ کر وہ انگریزوں کے خیمہ میں آیا اور پناہ مانگی۔ شجاع الدولہ بھاگ گیا گو پھر کچھ فوج لے کر اُس نے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا مگر کڑا کے پاس دوبارہ لڑائی میں ہار گیا۔ آخر میں اس نے بھی اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور پناہ مانگی۔ میر قاسم بھی لڑائی کے میدان سے بھاگ گیا اور اس کا کوئی پتہ نشان نہ ملا۔

بکسر کی لڑائی کی عظمت جنگ پلاسی کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ انگریزی حکومت کی بنیاد اسی جنگ نے ڈالی۔ اس کے بعد انگریز شمالی ہندوستان میں سب سے زیادہ طاقتور ہو گئے یہی وجہ تھی کہ دیسی راجہ اور نواب ان سے خوف کھانے لگے۔

میر جعفر کی وفات

فروری ۱۷۶۵ء میں میر جعفر مر گیا بنگال کی کونسل نے اسکے ایک لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا اور اپنا قبضہ پورے طور پر جما لیا۔ نوابوں کی طاقت ہر روز کم ہوتی گئی۔ ۱۷۶۶ء میں جب کلایو ہندوستان واپس آیا تو اُس نے انتظام سلطنت بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

باب ۹

کلائیو کا دوبارہ بنگال کا گورنر مقرر ہونا

سنہ ۱۷۶۵ء سے سنہ ۱۷۶۷ء تک

سنہ ۱۷۶۵ء میں کمپنی کی حالت

جنگ بکسر اور پٹنہ کے قتل کی خبر جب انگلستان میں پہنچی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے منتظمین نے پھر کلایو سے ہندوستان جانے کو کہا۔ اس وقت کلایو کی شہرت چاروں طرف پھیل چکی تھی اور اس کا شمار انگریزی قوم کے بہادروں اور مدبّروں میں ہونے لگا تھا۔ چنانچہ اسکو بنگال کا گورنر اور فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا اور دس سال کے لئے جاگیر دے دی گئی۔ مئی سنہ ۱۷۶۵ء میں کلایو ہندوستان پہنچا۔ اس وقت میر قاسم کے ساتھ جنگ ختم ہو چکی تھی اور کمپنی کی فوج نے بکسر

کے مقام پر فتح حاصل کرلی تھی۔ شجاع الدولہ نواب اودھ بھی صلح کرنے کو تیار تھا۔ شاہ عالم انگریزوں کے خیمہ میں پناہ گزیں تھا اس طرح انگریزوں کا اقتدار و وقار بہت بڑھ رہا تھا۔ مگر کمپنی کی اندرونی حالت اچھی نہ تھی۔ کلکتہ کونسل کے ممبروں نے کمپنی کے منتظمین کی مرضی کے خلاف کارروائی شروع کردی۔ انھوں نے نوابوں کو تخت پر بٹھانے کے وقت بہت سا روپیہ لینا شروع کردیا اور میر قاسم سے لڑائی کرکے کمپنی کی تجارت کو بھی نقصان پہنچایا۔ کمپنی کے ملازمین کا سلوک بھی اچھا نہیں تھا۔ ان کی خود غرضی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ کمپنی کے فائدہ کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ روپیہ کمانے کی غرض سے اپنی ذاتی تجارت میں لگے ہوئے تھے۔

الہ آباد کا صلحنامہ بنگال میں دو عملی کا جاری ہونا۔

کلایو کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے پورا اختیار دیدیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کمپنی کی حالت درست کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس لئے اس نے بڑے استقلال اور متانت سے کام لیا۔ اس نے

الہ آباد جا کر مغل بادشاہ شاہ عالم اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ سے صلح کی جو الہ آباد کے صلح نامہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ صلح نامہ اگست ۱۷۶۵ء میں ہوا تھا۔ اس صلح نامہ کے مطابق شاہ عالم نے کمپنی کو بنگال بہار اور اڑیسہ کی دیوانی بخشی اور اسے مالگزاری وصول کرنے کا اختیار دے دیا۔ اس کے صلہ میں کمپنی نے شاہ عالم کو چھبیس ۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ دینا منظور کیا اور کڑا اور الہ آباد کے دو ضلعے بھی دے دئے۔ نواب بنگال کے قبضے میں صرف نظامت یعنی پولیس و فوجداری مقدمات وغیرہ کے فیصل کرنے کا کام رہ گیا اور اسے بھی کمپنی نے ترپن ۵۳ لاکھ روپیہ سالانہ دینا منظور کر لیا۔ دیوانی کے لینے سے کمپنی کی حالت میں بہت زیادہ تبدیلی ہو گئی۔ اب تک کمپنی کا کام صرف تجارت کرنا ہی تھا مگر اب اس نے لگان اور محصول وصول کرنے کا کام بھی اپنے ذمہ لے لیا۔ حقیقت میں بنگال کی نوابی اب کمپنی کے ہاتھ میں آگئی انگریزوں کو دیوانی ملنے سے بنگال میں دوعملی

یعنی دو طرح کی حکومت قائم ہو گئی کیونکہ کمپنی مالگذاری
وصول کرتی تھی اور انتظام سلطنت نواب کے ذمّہ
تھا ایسی حالت میں مناسب انتظام ہونا مشکل تھا
آخر میں ہُوا بھی ایسا ہی کہ نواب اور کمپنی کے
ملازمین کے درمیان جھگڑا ہونے لگا اور رعایا
تکلیف پانے لگی۔

شجاع الدولہ کے ساتھ بھی کلایو نے صلح کر لی
۱۷۶۵ء کی لڑائی سے نواب کو بہت زیادہ نقصان
پہنچا۔ اس کے کئی قلعہ چھن گئے تھے اور اس کی
فوجی طاقت بھی کم ہو گئی تھی اگر کلایو چاہتا تو
اودھ کو بھی کمپنی کی حکومت میں شامل کر لیتا۔
لیکن اُس نے ایسا نہ کیا کیونکہ اتنی بڑی سلطنت
کا مناسب انتظام کرنا ہی کمپنی کے لئے اُس وقت
مشکل تھا۔ چنانچہ اُس نے اودھ کا ملک نواب کو
واپس کر دیا اور نواب نے پچاس لاکھ روپیہ کمپنی
کے نقصانات کی تلافی کے لئے دینا منظور کیا۔
اس صلحنامہ کے مطابق کمپنی نے نواب کو اس کی
حفاظت اور انتظام ریاست کے لئے ایک فوج
بھی دینے کا وعدہ کیا جسکا خرچ نواب ہی کے ذمہ
کیا گیا۔ اس صلحنامہ سے کلایو کی دور اندیشی ظاہر

ہوتی ہے۔ اودھ کا صوبہ بنگال کی شمال و مغربی سرحد پر تھا۔ مرہٹے ابھی تک شمالی ہند پر حملہ کیا کرتے تھے اور کمپنی اُن سے لڑنا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ کلایو کو معلوم تھا کہ مرہٹے طاقتور ہیں اس لئے اُس نے بڑی عقلمندی سے اودھ کو اپنی طرف کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنگال کی شمال مغربی سرحد ۴۰ برس تک بالکل محفوظ رہی اتنے عرصہ میں کمپنی کو بنگال میں اپنی طاقت بڑھانے کا اچھا موقع مل گیا۔

ملکی انتظام میں اصلاحیں

جونہی کلایو کو فرصت ملی اس نے کمپنی کی اندرونی خرابیوں کی طرف توجہ کی لیکن اس میں کلایو کو بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ کمپنی کے نوکر نہایت ہی خود غرض ہو گئے تھے۔ اور ان کو روپیہ جمع کرنے کی دُھن سما رہی تھی۔ بمشکل اس نے ان سے ایک اقرار نامہ پر دستخط کروائے جس میں اُن لوگوں نے اقرار کیا کہ وہ نہ تو کوئی نجی تجارت کریں گے اور نہ کسی ہندوستانی سے تحفہ لیں گے۔ ہاں اس نے ان کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کر دیا۔ اور کمپنی کے بڑے بڑے حکام کو نمک کی

تجارت کا ٹھیکہ دے دیا جس سے ان کی آمدنی میں
کچھ اضافہ ہو گیا۔ فوج میں سپاہیوں کو ڈبل یعنی دو چند
بھتہ[۱] ملتا تھا اُسے بھی کلایو نے بند کر دیا اس سے
فوجی خرچ تو بہت کم ہو گیا لیکن فوج کے ملازموں
کو شکایت کا موقعہ مل گیا۔ کچھ لوگوں نے فساد بھی
برپا کرنا چاہا۔ لیکن کلایو نے انھیں فوراً دبا دیا
جس سے اُس کے مخالفین ایسے خوف زدہ ہو گئے
کہ پھر بالکل سر نہیں اُٹھایا۔ اس کے علاوہ
کمپنی کی فوج میں اس نے اور بھی اصلاحیں
کیں جن سے فوج کی طاقت بڑھ گئی اور فوجی
محکمہ کا انتظام بھی مناسب طریقہ سے ہونے لگا۔
کمپنی کے ملازمین نے کلایو کی بڑی مخالفت
کی۔ وہ کہتے تھے کہ اس نے خود بھی تو غیر
مناسب طریقوں سے روپیہ کمایا ہے صرف اپنے
عیبوں کو چھپانے کے لئے ملکی انتظام میں اصلاح

---

[۱] جب سپاہی میدانِ جنگ میں جاتے تھے تو اُنھیں اپنی تنخواہ
کے علاوہ دو چند روپیہ بطور بھتہ یعنی خرچ میدان جنگ
ملتا تھا۔ میر جعفر کے وقت سپاہیوں کو خواہ وہ اپنی بارکوں میں
ہوں یا میدان جنگ میں یہ ڈبل بھتہ ملنا شروع ہو گیا۔

کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے ان کا یہ کہنا درست نہ تھا۔ کلایو کا مطلب صرف کمپنی کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کرنا تھا اور جب تک وہ ہندوستان میں رہا اس نے اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے حتی المقدور کوشش کی۔

کلایو کا انگلستان واپس جانا

کلایو بیماری کی وجہ سے ۱۷۶۷ء میں انگلستان واپس گیا کمپنی کے کچھ ملازمین اسکے دشمن ہو گئے تھے اُن لوگوں نے انگلستان جاکر اس کے خلاف بہت کچھ شور وغل مچایا۔ بہت سے اُس سے بدلہ لینے کی کوشش کرنے لگے اور پارلیمنٹ کی توجہ ہندوستان کی حالت کی طرف دلائی۔ چنانچہ اُن کے کہنے پر پارلیمنٹ نے کمپنی کے کام کی جانچ کے لئے ایک کمیٹی بنائی جس کے سامنے کلایو نے بھی گواہی دی۔ کلایو پر رشوت ستانی کا الزام لگایا گیا۔ لیکن وہ بری کر دیا گیا اور پارلیمنٹ نے ایک رزولیوشن میں اس کی حب الوطنی اور خدمت کی تعریف کی۔ کلایو کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا۔ بیمار تو وہ پہلے ہی سے تھا رنجیدہ و پریشان ہوکر اس نے

۱۷۷۴ء میں پچاس سال کی عمر میں خودکشی کرکے اپنی جان دے دی۔

کلایو کا چال چلن

کلایو بڑا بہادر اور عالی حوصلہ شخص تھا۔ ہندوستان میں جو کام اُس نے کیا وہ شاید ہی کسی دوسرے شخص سے ہو سکتا۔ وہ جس طرح ملکی معاملات میں بہت ہوشیار تھا اسی طرح بہادر سپہ سالار بھی تھا۔ وہ انسانی عادات اور خصائل سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور نازک سے نازک حالت میں بھی گھبراتا نہیں تھا بلکہ ہمیشہ استقلال اور اطمینان کے ساتھ کام کرتا تھا۔ اُس نے اپنی زندگی میں کچھ ایسے کام کئے تھے جنھیں ہم عیب سے خالی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اُس کا مقصد ہمیشہ کمپنی کی ترقی اور بھلائی تھا اور وہ یہی چاہتا تھا کہ جس طرح ہو سکے کمپنی کی بہتری ہو۔ کلایو کا درجہ کمپنی کے افسروں میں بہت اعلیٰ تھا۔ ۱۷۴۴ء میں وہ محرر ہو کر ہندوستان میں آیا تھا۔ یہاں اُس نے کئی لڑائیاں لڑیں اور کمپنی کے دشمنوں کو شکست دی۔ پہلے اُس نے فرانسیسیوں کو شکست

دی اور انھیں دکن میں سلطنت قائم کرنے سے روکا ۔ پھر ۱۷۵۷ء میں بنگال کے نواب سراج الدولہ کو پلاسی کی لڑائی میں شکست دی اور بنگال میں کمپنی کی سلطنت قائم کی ۱۷۶۰ء میں کمپنی کے منتظمین نے اسے بنگال کا گورنر بنا دیا اور انتظامی اصلاحوں کا کام اُس کے سپرد کیا۔ ہندوستان میں آکر اُس نے مغل بادشاہ شاہ عالم اور نواب اودھ وزیر شجاع الدولہ سے صلح کرکے کمپنی کی عزّت کو اور بھی بڑھا دیا۔ سچ تو یہ ہے اس نے کمپنی کو بنگال کا نواب بنا دیا ۔ ایک معمولی محرّر کے عہدہ سے اتنے بڑے درجے پر پہنچنا کلایو کی غیر معمولی قابلیت کا کامل دبین ثبوت ہے ۔ کلایو کو انھی وجوہات سے کمپنی کی سلطنت کا بانی کہتے ہیں۔

باب ۱۰

سلطنت مغلیہ کے زوال کے وقت ہندوستان کی حالت

۱۷۶۷ء سے ۱۷۷۲ء تک

سیندھیا اور شاہ عالم

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے پانی پت کی تیسری لڑائی میں ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکست دی تھی۔ اس جنگ میں ان کی طاقت کا قریب قریب بالکل خاتمہ ہو چکا تھا مگر دس سال کے عرصہ میں اُن کی ضائع شدہ طاقت پھر واپس آگئی اور وہ دوبارہ شمالی ہند پر حملہ آور ہونے لگے۔ اس وقت مرہٹوں کے درمیان سب سے زیادہ طاقتور سردار مہادا جی سیندھیا تھا۔ مہادا جی پیشوا کے ایک ملازم رانو جی پٹیل کا لڑکا تھا۔ پیشوا نے

رانو جی پٹیل کے کام سے خوش ہو کر اُسے تھوڑی
سی جاگیر دے دی تھی جسے رفتہ اُس کے
بیٹے نے بہت بڑھا لیا۔ مہادا جی سیندھیا بھی
پانی پت کی جنگ میں مرہٹوں کی طرف سے
لڑا تھا لیکن زخمی ہو کر اُسے میدان جنگ سے
بھاگنا پڑا۔ لڑائی کے بعد ابدالی خود تو واپس
چلا گیا مگر دلّی میں نجیب الدولہ کو اپنا قائمقام
چھوڑ گیا تھا۔ نجیب الدولہ اور اُس کے بیٹے
ضابطہ خاں نے جوں توں کرکے دس سال تک
دلّی میں حکومت کی لیکن جیسا ہم اوپر بیان کر
آئے ہیں اس عرصے میں مرہٹے آہستہ آہستہ
اپنی طاقت بڑھا رہے تھے چنانچہ ۱۷۷۲ء میں
اُن کے سردار مہادا جی سیندھیا نے مغل بادشاہ
شاہ عالم کو جو اُس وقت الہ آباد میں رہتا تھا
واپس بُلایا اور دلّی کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کو
کہا[1]۔ یہ درخواست سن کر اُسے طمع دامنگیر ہوئی اور وہ

---

[1] پانی پت کی لڑائی کے بعد شاہ عالم دس سال تک واپس دہلی نہیں
آیا بکسر کی لڑائی کے بعد جب اُسے انگریزوں سے چھبیس[26] لاکھ روپیہ
سالانہ ملنے لگا تب اُس نے الہ آباد میں رہائش اختیار کر لی۔

دہلی کی جانب روانہ ہُوا - مرہٹوں نے دلّی کو فتح کرلیا اور شاہ عالم کو اس کے بزرگوں کی گدّی پر پھر بٹھا دیا۔

سیندھیا کی حکومت

مگر شاہ عالم فقط نام کا بادشاہ تھا اصل میں سارا نظام سلطنت سیندھیا کے ہاتھ میں تھا - اس کے پاس ایک بڑی مسلح فوج تھی جس میں کئی فرانسیسی افسر تھے - ڈی بوین جو ایک مشہور، فرانسیسی بہادر تھا - سیندھیا کی فوج کا جرنل تھا - اور اسی کی مدد سے اُس نے اپنے دشمنوں کو شکست دی تھی۔ سیندھیا نے دلّی اور آگرہ کے آس پاس کے ملک میں اچھا انتظام کیا اور بد امنی کو دور کرنے کی کوششیں کیں - اس کو راجپوتوں سے بھی لڑنا پڑا - سیندھیا نے ایک بڑی فوج لے کر جے پور کی طرف کوچ کیا لیکن لالسوٹ کے مقام پر راجپوتوں نے اس کو لڑائی میں شکست دی - اس شکست کے بعد ضابطہ خاں کے بیٹے غلام قادر نے دلّی پر اپنا قبضہ جما لیا - اس نے شاہی محل کو خوب لوٹا اور شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا دیں - شاہ عالم نے اس مصیبت کے زمانہ میں سیندھیا سے پھر مدد مانگی - وہ فوراً ایک بڑی فوج لیکر دلی آیا

اور مقام چکساتہ پر غلام قادر کو شکست دی - غلام قادر کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے گئے اور وہ اندھا کردیا گیا اس طرح سیندھیا کا پھر دلّی پر قبضہ ہوگیا - اور وہ شاہ عالم[۵] کے نام پر بے خوف دہلی میں حکومت کرنے لگا -

بنگال میں قحط

یہ حالت شمالی ہندوستان کی تھی - بنگال میں کلایو کے بعد ورلسٹ اور کارٹیر گورنر مقرر ہوئے لیکن ان میں کلایو کی سی قابلیت نہ تھی - بنگال کی حالت ابتر ہوگئی - دو عملی حکومت کی برائیاں ظاہر ہونے لگیں - نواب اور اس کے افسر کمپنی کے ملازموں کی ذاتی تجارت کو نہ روک سکے - ۱۷۶۹ء میں بنگال میں بہت بڑا قحط پڑا جس میں لاکھوں

---

۵ شاہ عالم برائے نام بادشاہ تھا - ۱۸۰۳ء میں جب لارڈ لیک دہلی کے قلعہ میں گیا تو اس نے مغل بادشاہ کو ایک پھٹے پرانے شامیانے کے نیچے بیٹھا ہوا پایا - انگریزوں نے اس کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا اور لارڈ ولزلی نے جو اس وقت ہندوستان کا گورنر جنرل تھا اس کی پنشن مقرر کر دی اور اس کے بزرگوں کے بنائے ہوئے محلوں میں اسے رہنے کا حکم دے دیا -

آدمیوں کی جانیں ضائع ہوئیں - بہت سی زمین غیر آباد ہو گئی اور رعایا کو ازحد تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔

دکن کی حالت

جس وقت شمالی ہندوستان کی یہ حالت تھی دکن میں بھی بد امنی پھیل رہی تھی - فرانسیسی کمپنی کا اقتدار بالکل جا چکا تھا مگر ساتھ ہی انگریزوں کے بنائے ہوئے نواب کرناٹک محمد علی اور مدراس کی سرکار میں کچھ اَن بَن سی ہو گئی تھی - کرناٹک کی حد کے باہر دکن میں تین ایسی سلطنتیں تھیں جو اپنی اپنی حکومت قائم کرنا چاہتی تھیں :- (۱) حیدر علی - (۲) مرہٹے اور (۳) نظام حیدر آباد اسی کوشش میں مصروف تھے اور ان میں سے ہر ایک انگریزوں سے امداد کا خواہشمند تھا - حیدر علی ان سب میں سے زیادہ طاقتور تھا -

باب ۱۱

حیدر علی اور میسور کی پہلی لڑائی

۱۷۶۶ء سے ۱۷۶۹ء تک

حیدر علی کی ترقی

حیدر علی ۱۷۰۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کا باپ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ اس وجہ سے حیدر علی بالکل تعلیم یافتہ نہ تھا۔ لیکن وہ بڑا بہادر ہوشیار اور عقلمند تھا۔ کچھ عرصہ میں اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ جو کچھ مال لوٹ سے ملتا اُسے وہ اور اس کے سپاہی باہم تقسیم کر لیتے تھے۔ آہستہ آہستہ حیدر علی مشہور ہونے لگا اور اُس کے ساتھیوں کی بھی تعداد بڑھ گئی۔ یہ دیکھ کر میسور کے راجہ نے اسے اپنی فوج میں نوکر رکھ لیا اور اُس کی تنخواہ مقرر کر دی۔

مرہٹوں نے کئی مرتبہ میسور پر حملہ کیا لیکن

حیدر علی نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔ ۱۷۵۷ء میں پیشوا بالاجی باجی راؤ نے میسور پر چڑھائی کی۔ حیدر علی فوج لے کر بنگلور پر پہنچا اور مرہٹوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد وہ شری رنگ پٹن (سرنگا پٹم) واپس آیا اور اُسے "فتح حیدر بہادر" کا خطاب ملا۔ ۱۷۶۳ء میں حیدر علی نے بیدنور کا قلعہ فتح کرلیا اور اپنی فوج بہت بڑھالی۔ بعد میں اُس نے مالابار پر چڑھائی کرکے اُسے بھی فتح کرلیا۔ غرضیکہ آہستہ آہستہ حیدر علی میسور کے راجہ کا ایک بہت ہی بارعب اور طاقتور افسر بن گیا۔ ۱۷۶۶ء میں میسور کے ہندو راجہ کی وفات ہوگئی تو حیدر علی فوج کی مدد سے راجہ بن بیٹھا۔

میسور کی پہلی لڑائی

حیدر علی کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر دکن کے راجہ اور نواب اُس سے خوف کھانے لگے اور اُسے دبانے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اس کے خاص دشمن نظام اور مرہٹے تھے۔ مرہٹوں سے وہ کئی مرتبہ پہلے بھی لڑ چکا تھا۔ اور نظام کی سلطنت کا بھی کچھ حصّہ اُس نے چھین لیا تھا۔ ابھی تک حیدر علی اور

انگریزوں کے درمیان جنگ نہ ہوئی تھی۔ مگر انگریزوں کے دل میں اُس کے عروج کو دیکھ کر تشویش ضرور پیدا ہو رہی تھی۔ ۱۷۶۵ء میں نظام نے انگریزوں سے جب میل کر لیا تو اُنھوں نے اس کو جنگ میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ مدراس کی سرکار نے مرہٹوں سے بھی صلح کر لی۔ لیکن صلح ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد مرہٹوں نے نظام پر چڑھائی کی۔ نظام انگریزوں سے صلح کر چکا تھا۔ اُس نے مدد مانگی مدراس کے گورنر نے کچھ فوج روانہ کر دی۔ اتنے میں مرہٹوں نے میسور پر حملہ کیا۔ مگر حیدر علی نے اُن کو بہت سا روپیہ دیکر واپس کر دیا۔ اب نظام انگریزی فوج کے ساتھ میسور کی جانب روانہ ہوا اور اُس نے بنگلور کو فتح کر لیا۔

مرہٹوں کو حیدر علی نے روپیہ دے کر اپنی طرف کر ہی لیا تھا۔ نظام کو اُس نے خط لکھا کہ اگر تم میرے ساتھ ہو کر لڑو گے تو کل کرناٹک تم کو فتح کرا دوں گا۔ نظام بہت خوش ہوا اور چپ چاپ حیدر علی سے مل گیا۔ اب نظام اور حیدر علی دونوں انگریزوں سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ دوسرے دن

کرنل اسمتھ نے کیا دیکھا کہ نظام کی فوج جس کی مدد کے لئے مدراس کے گورنر نے اُس کو روانہ کیا تھا وہ اور حیدر علی کی فوج دونوں انگریزوں پر پر چڑھائی کرنے کو تیار ہیں۔

کرنل اسمتھ مدراس کی طرف واپس گیا۔ لیکن حیدر علی نے ستّر ہزار فوج لے کر اس کا پیچھا کیا۔ سنہ ۱۷۶۷ء میں مقام چنگامہ اور ٹرنوملی پر اُس نے لڑائی میں شکست کھائی اور بھاگ گیا۔

اب نظام نے حیدر علی کو چھوڑ دیا اور پھر انگریزوں سے صلح کرلی اس کے بعد حیدر علی مدراس پہنچا اور وہاں اس نے انگریزوں سے صلح کرنی چاہی۔ کمپنی کا اس جنگ میں بہت روپیہ صرف ہو گیا تھا۔ اس کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ کمپنی کے ڈائرکٹر اس بات سے ناخوش ہوئے کہ ان کا روپیہ ایسی لڑائیوں میں خرچ کیا جاتا ہے جس سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔ حیدر علی بھی انگریزوں سے میل کرنا چاہتا تھا۔ آخرکار سنہ ۱۷۶۹ء میں دونوں میں صلح ہو گئی۔ انگریزوں مرہٹوں اور نظام میں

حیدر علی کے ساتھ صلحنامہ

بھی دوستی ہو گئی اور یہ بات طے پائی کہ اگر کسی پر کوئی دشمن حملہ کرے تو دوسرے اسکی مدد کریں گے۔ اس مصالحت سے مدراس کی سرکار کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی۔ وہ اب مصیبت پڑنے پر دوستوں کی مدد کرنے کے لئے مجبور تھی دوسرے سال جب حیدر علی اور مرہٹوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو دونوں نے انگریزوں سے مدد مانگی انگریزوں نے کسی کو بھی مدد نہ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں نے حیدر علی کو لڑائی میں شکست دی اور اسے بہت نقصان پہنچایا۔ اسی وقت سے حیدر علی انگریزوں کا جانی دشمن ہو گیا اور بدلہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔

باب ۱۲

وارن ہیسٹنگز بنگال کا گورنر

۱۷۷۲ء سے ۱۷۸۵ء تک

کلایو کے انگلستان چلے جانے کے بعد ورلسٹ اور کارٹیر بنگال کے گورنر بنائے گئے لیکن ان کے عہد حکومت میں کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔

۱۷۷۲ء میں وارن ہیسٹنگز بنگال کا گورنر مقرر ہوا۔ اس کی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی۔ وارن ہیسٹنگز اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۷۵۰ء میں ایک معمولی محرر (کلرک) کے طور پر کمپنی کی ملازمت میں داخل ہوکر ہندوستان آیا تھا۔ لیکن وہ اپنے کام میں بہت ہی ہوشیار تھا اور اپنی قابلیت کی وجہ سے ۱۷۶۱ء میں کلکتہ کونسل کا ممبر بنایا گیا وہاں اُس نے اپنا کام اس قابلیت سے انجام دیا کہ ۱۷۷۰ء میں کمپنی کے ڈائرکٹروں نے اُسے گورنر بنا دیا۔

دو عملی حکومت کی خرابیاں اور ہیسٹنگز کی اصلاح

جس وقت ہیسٹنگز گورنر مقرر ہوا اس وقت بنگال کی حالت بہت خراب تھی۔ دو عملی جسے کلایو نے شروع کیا تھا۔ ابھی تک جاری تھی۔ اس طریقۂ حکومت میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ایک ہی ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے۔ جیسا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ بنگال میں اُس وقت آدھا انتظام کمپنی کے ہاتھ میں تھا اور آدھا نواب کے ہاتھ میں۔ کلایو نے میر جعفر کے ایک بیٹے کو برائے نام نواب بنا دیا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ مالگزاری وصول کر کے کمپنی کے خزانہ میں بھیج دے اور وہاں سے ملازموں کی تنخواہ منگا لیا کرے۔ ساتھ ہی انگریزی فوج بھی امن و چین قائم رکھنے کے لئے رکھی گئی تھی۔ ہیسٹنگز ملک کے انتظام کی پوری قابلیت رکھتا تھا وہ ان خرابیوں کو فوراً سمجھ گیا اور اس نے ان کو دور کرنے کے لئے معقول تدابیر اختیار کیں۔

دو عملی کے زمانہ میں نواب کے نوکروں کو ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ وہ کسی وقت نوکری

سے برطرف نہ کر دئے جائیں. اس لئے اعلیٰ اور
ادنیٰ سب نوکر یہی چاہتے تھے کہ جس طرح بھی
ہو وہ اپنی آئندہ زندگی کے لئے دولت جمع کرلیں
رشوت کا بازار ہر جگہ گرم تھا۔ رشوت تو
ایک طرف بہت سے حکام سرکاری روپیہ بھی
غبن کر لیتے تھے۔ ایسی حالت میں رعایا کو
سخت نقصان پہنچتا تھا۔ ۱۷۷۰ء میں بنگال میں
سخت قحط پڑا جس کی وجہ سے رعایا کی حالت
اور بھی ابتر ہو گئی۔

خلاصہ یہ کہ رعایا کو سخت مصیبت کا سامنا
کرنا پڑا اور کمپنی کو بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ان
سب خرابیوں کو دور کرنے کے لئے ہیسٹنگز بنگال
کا گورنر بنایا گیا۔

گورنر بنتے ہی سب سے پہلے وارن ہیسٹنگز
نے ایسے اخراجات کو جو ناقابل برداشت تھے
موقوف کر دیا۔ بنگال اور بہار کے نائب نوابوں
کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا اور نواب کی پنشن ۳۲ لاکھ
سے گھٹا کر ۱۶ لاکھ کر دی۔ بنگال اور بہار کے ہر
ضلع میں ایک ایک انگریز کلکٹر مقرر کیا۔ جس کا کام
رعایا سے مالگزاری وصول کرنا تھا۔ مالگزاری کی

تعداد اور اس کے وصول کرنے کا وقت بھی مقرر کر دیا۔ اسی وجہ سے رعایا کا بار کم ہو گیا اور کمپنی کی آمدنی بھی بڑھ گئی۔

چونکہ انگریز حکام رعایا کی زبان سے ناواقف تھے اسلئے نہ تو وہ ان کے رواج کو پورے طور پر معلوم کر سکتے تھے اور نہ اچھی طرح انصاف کر سکتے تھے۔ وارن ہیسٹنگز نے انگریز کلکٹروں کی مدد کے لئے ہندوستانی پنڈت اور مولوی مقرر کر دئے جو ان کو دھرم شاستر اور فقہ کے اصول سمجھاتے تھے۔ قانون کی ایک مختصر اور سیدھی سادی کتاب بھی تیار کر دی گئی جس سے سب لوگ قانون جاننے لگے اور عدالتی کارروائی ٹھیک طور پر ہونے لگی۔ اُس نے کلکتہ میں دو اپیل کی عدالتیں بھی قائم کیں ایک کا نام صدر دیوانی تھا جو مقدمات مال کا فیصلہ کرتی تھی۔ دوسری کا نام صدر نظامت تھا جس میں مقدمات فوجداری فیصلہ ہوتے تھے۔

شاہ عالم کی پنشن

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ ۱۷۷۲ء میں شاہ عالم انگریزوں سے الگ ہو کر مرہٹوں کے ساتھ دلی چلا گیا تھا۔ مرہٹوں نے شاہ عالم کی پنشن

جو چھبیس۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ تھی انگریزوں سے طلب کی۔ مگر وارن ہیسٹنگز نے پنشن روک دی اور لکھ بھیجا کہ جب تک شاہ عالم ہمارے پاس تھا ہم کو صلحنامہ کے مطابق برتاؤ کرنا مناسب تھا۔ لیکن جب وہ ہم سے علحدہ ہو گیا تو ہمیں بھی صلحنامہ کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار ہے۔ اس کارروائی سے کمپنی کو بڑا فائدہ ہوا۔ الہ آباد کے صلحنامہ میں کڑا اور الہ آباد کے اضلاع شاہ عالم کو دئے گئے تھے۔ وارن ہیسٹنگز نے یہ اضلاع بھی اب اودھ کے نواب شجاع الدولہ کو دے دئے اور اس کے بدلہ میں اس سے پچاس لاکھ روپیہ لینے کا وعدہ لے لیا۔

روہیلوں کی لڑائی

روہیل کھنڈ اودھ کے شمال مغرب میں ایک بہت زرخیز صوبہ ہے وہاں پر روہیلہ افغانوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ ان افغانوں کا سردار اس وقت حافظ رحمت خاں تھا جو کہ بہت ہی لائق اور بہادر آدمی تھا۔ مرہٹے روہیل کھنڈ پر چڑھائی کرنے کے لئے ہمیشہ تیار

رہتے تھے ۔ اُن سے بچنے کے لئے روہیلوں نے اودھ کے نواب شجاع الدولہ کے ساتھ صلح کرلی جس میں یہ قرار پایا کہ اگر مرہٹے اُن پر حملہ کریں گے تو نواب اُن کو مدد دے گا اور فتح حاصل ہونے پر روہیلے اس کو چالیس لاکھ روپیہ دیں گے ۔ چنانچہ ۱۷۷۳ء میں مرہٹوں نے روہیلوں پر حملہ کیا مگر نواب کی فوجوں کو دیکھ کر وہ فوراً ہی واپس ہو گئے ۔ نواب نے اب چالیس لاکھ روپیہ طلب کیا لیکن حافظ رحمت خاں نے ٹال مٹول کی ۔ اس پر اس نے ہیسٹنگز سے مدد مانگی ہیسٹنگز مدد دینے کو تیار ہو گیا ۔ کیونکہ وارن ہیسٹنگز جانتا تھا کہ نواب کا ملک (اودھ) بنگال کی مغربی سرحد پر واقع ہے اس لئے نواب کو خوش رکھنا نہایت ہی ضروری ہے ۔ دوسرے یہ بھی وجہ تھی کہ کمپنی کو اس وقت روپیہ کی ضرورت تھی اور نواب نے وارن ہیسٹنگز کو روپیہ کا بھی لالچ دیا تھا ۔ چنانچہ ہیسٹنگز نے کرنل چیمپین کو ایک فوج دے کر روہیل کھنڈ کی طرف روانہ کیا ۔ نواب کی فوج بھی آ پہنچی ۔ دونوں نے مل کر روہیلوں پر چڑھائی کر دی ۔

روہیلے بڑی بہادری سے لڑے مگر آخر ہار گئے اور سردار حافظ رحمت خاں لڑائی کے میدان میں مارا گیا۔ نواب اور کمپنی کی فوجیں روہیلوں سے بہت بُری طرح پیش آئیں۔ بہت سے بیچارے اپنا ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ اور پھر واپس نہ آئے۔ حافظ رحمت خاں کا بیٹا نواب بنایا گیا اور روہیل کھنڈ اودھ کے زیر حکومت آگیا۔

اس لڑائی میں شریک ہونے کی وجہ سے ہیسٹنگز کے خلاف بڑی شکایت ہوئی۔ جب وہ انگلستان واپس گیا تو اس پر کئی جرم لگائے گئے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ اُس نے روہیلوں کے ساتھ بڑا وحشیانہ اور ظالمانہ برتاؤ کیا۔ آج کل کے سب مورّخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وارن ہیسٹنگز نے اس لڑائی میں شریک ہونے میں غلطی کی۔ کیونکہ روہیلوں نے کمپنی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اس لئے یہ بہتر ہوتا کہ وہ نواب سے کہہ دیتا کہ تم اپنے اور روہیلوں کے جھگڑے کو آپس ہی میں طے کر لو۔ شجاع الدولہ

کے زیر حکومت جانے سے روہیل کھنڈ کو کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ وہ ملک کا معقول انتظام نہ کر سکا۔ حافظ رحمت خاں کے عہد حکومت میں رعایا آرام و چین سے زندگی بسر کرتی تھی مگر اب اُس کی حالت خراب ہو گئی۔ ہیسٹنگز کے حق میں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے کمپنی کی مالی حالت کو درست کر دیا اور نواب کو خوش کر کے کمپنی کی سلطنت کو شمال مغربی سرحد کی طرف سے محفوظ بنا دیا۔

باب ۱۳

وارن ہیسٹنگز پہلا گورنر جنرل

۱۷۷۴ء سے ۱۷۸۵ء تک

ریگولیٹنگ ایکٹ

اس بات کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ ہیسٹنگز کے گورنر ہونے پر کمپنی کی حالت میں ایک بڑی تبدیلی واقع

ہو گئی۔ کمپنی نے صوبۂ بنگال کی عنانِ حکومت اپنے
ہاتھ میں لے لی اور ہندوستانیوں کی جگہ انگریز
کلکٹر اور انگریز جج مقرر کر دئے گئے۔ اس پر
ولایت میں لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ ایسا
نہ ہو کمپنی اپنی طاقت کا بے جا استعمال کرنے
لگے چنانچہ انگلستان کی گورنمنٹ نے اس کے
انتظام میں دخل دینا شروع کیا۔ اور کمپنی کے
حالات پر غور و خوض کرنے کے لئے دو کمیٹیاں
مقرر کی گئیں۔ کمپنی اس وقت مقروض ہو گئی تھی
اپنا قرضہ ادا کرنے کے لئے کمپنی نے انگلستان کی
سرکار سے مدد مانگی سرکار نے روپیہ تو دے دیا
مگر ایک نیا قانون بنایا جس کا نام ریگولیٹنگ
ایکٹ تھا اور جس کی رو سے کمپنی کے انتظام
میں بڑی تبدیلی واقع ہو گئی کمپنی کا انتظام کسی
حد تک انگلستان کی سرکار کے زیر نگرانی ہو گیا
اس قانون کے بموجب گورنر بنگال کے اختیارات
بڑھ گئے اور وہ تمام برٹش ہند کا گورنر جنرل ہو گیا
بمبئی اور مدراس کے گورنر اس کے ماتحت ہو گئے
گورنر جنرل کی مدد کے لئے ایک کونسل مقرر ہوئی
جس کے چار ممبر تھے۔ بارویل۔ کلیورنگ۔ فرانسس۔

اور مونسن - مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک
عدالت عالیہ کلکتہ میں قائم کی گئی - اس عدالت
کے ججوں کو انگلستان کی سرکار مقرر کرتی تھی -
اس عدالت کا سب سے بڑا جج سر ایلا ئیجا امپے
تھا جو وارن ہیسٹنگز کا دوست تھا - گورنر جنرل اور
اُس کی کونسل کا اختیار ہندوستان کے تمام
انگریزی صوبوں پہ قائم ہو گیا اور دوسرے
صوبوں کے گورنروں کو ہدایت کی گئی کہ وہ
گورنر جنرل کی مرضی کے بغیر کسی سے جنگ و
صلح نہ کریں -

ریگولیٹنگ ایکٹ کا ایک مقصد یہ تھا کہ برٹش
ہند کے پولیٹیکل انتظام میں اصلاح ہو - لیکن یہ
مقصد پورا نہ ہوا - اس کے کئی سبب تھے - اوّل
تو گورنر جنرل کو اپنی کونسل کے کامل اختیارات
حاصل نہ تھے - دوسرے ممبروں کی طرح اسکا بھی
ایک ہی ووٹ تھا چونکہ کونسل میں ہر امر کا
فیصلہ کثرت رائے سے ہونا ضروری تھا اس لئے
گورنر جنرل کو اپنے احکام جاری کرنے میں ہمیشہ
دقّت پیش آتی تھی اور خصوصاً اس وجہ سے کہ کونسل
کے تین ممبر اس کی سخت مخالفت کیا کرتے تھے -

دوسرے کلکتہ کی عدالت عالیہ کے اختیارات بہت زیادہ تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عدالت اور کونسل میں جھگڑا ہونے لگا۔ جج سمجھتے تھے کہ وہ ولایت کی گورنمنٹ کے ملازم ہیں اور خود مختار ہیں۔ اس لئے وہ کمپنی کے گورنر اور اسکی کونسل کے بنائے ہوئے قانون کی کچھ بھی پروا نہ کرتے تھے۔ دوسرے صوبوں کے گورنر اگرچہ گورنر جنرل کے ماتحت تھے۔ لیکن اکثر اپنی مرضی کے مطابق عملدرآمد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس ایکٹ کی پیچیدگیوں نے ہیسٹنگز کے کام کو مشکل بنا دیا اور اس کے دشمنوں کو مخالفت کرنے کا موقع دیا۔

نند کمار کی پھانسی

فرانسس ہیسٹنگز کا سخت دشمن تھا اُس نے نند کمار کو سکھایا کہ وہ گورنر جنرل پر جھوٹا الزام لگائے نند کمار ایک اعلیٰ خاندان کا بنگالی برہمن تھا اور محکمہ مال میں نائب دیوان کے عہدہ پر متعین تھا۔ مگر ہیسٹنگز نے اُسے دوسرے ملازمین کے ساتھ برخاست کر دیا تھا اس وجہ سے نند کمار اُس سے سخت دشمنی رکھتا تھا۔ فرانسس اور اُس کے

ساتھیوں کے بھکانے پر اُس نے ہیسٹنگز پر رشوت
ستانی کا الزام لگایا اور کونسل میں دعوی کیا۔
ہیسٹنگز کونسل کا صدر تھا اُسے یہ بات بُری لگی
اور مقدمہ کی پیشی کے وقت وہ کونسل سے اُٹھ کر
چل دیا۔ اُسی وقت ایک شخص موہن پرشاد
نے عدالت عالیہ میں نندکمار کے برخلاف
جعلسازی کا مقدمہ دائر کر دیا عدالت عالیہ
سے نندکمار کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ بعد ازاں
ہیسٹنگز پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے جج امپے
سے مل کر نندکمار کو پھانسی کی سزا دلائی۔
مگر یہ الزام بالکل بے بنیاد تھا۔ مورخوں نے
بڑی چھان بین کے بعد یہ قرار دیا ہے کہ امپے
نے ایمانداری سے مقدمہ فیصلہ کیا تھا یہ مان بھی
لیا جائے کہ امپے نے وارن ہیسٹنگز کی طرفداری
کی ہو مگر یہ قیاس میں نہیں آتا کہ امپے کے ساتھ
جو دوسرے تین جج تھے ان لوگوں نے بھی بے ایمانی
کی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ نندکمار کو سزا بڑی
سخت دی گئی۔ جعلسازی کے لئے اس وقت
انگلستان میں پھانسی کی سزا دی جاتی تھی مگر ہندوستان
میں انگریزی قانون کے مطابق سزا دینا نامناسب تھا۔

مرہٹوں کی پہلی لڑائی
۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۲ء تک

۱۷۷۲ء میں چوتھے پیشوا مادھو راؤ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے اس کا چھوٹا بھائی نارائن راؤ گدی پر بیٹھا۔ لیکن چھ مہینے کے بعد ہی دشمنوں نے اُسے قتل کرا دیا اب اسکا چچا رگھناتھ راؤ جس کو رگھوبا بھی کہتے ہیں گدی نشین ہوا۔ مگر مرہٹہ سرداروں نے اس کی مخالفت کی اور نارائن راؤ کے بیٹے کو جو اس کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا پیشوا بنانا چاہا۔ نانا فرنویس نے ملک کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ راگھوبا نے سیندھیا۔ ہولکر وغیرہ سرداروں سے مدد مانگی مگر نانا فرنویس نے ان کو بھی اپنی طرف ملا لیا۔ آخر کار مجبور ہو کر راگھوبا نے انگریزوں سے مدد مانگی۔ بمبئی کی گورنمنٹ نے دو شرطوں پر مدد دینے کا وعدہ کیا۔ ایک تو یہ کہ جو انگریزی فوج اس کی مدد کو بھیجی جائے اس کا خرچ رگھوبا ادا کرے اور دوسری یہ کہ سالسٹ اور بسین کے جزیرے جو بمبئی کے قریب واقع تھے

انگریزوں کو دے دئے جائیں۔ رگھوبا نے پہلے تو یہ شرائط منظور کرنے میں کچھ پس و پیش کیا مگر بعد میں ہر دو شرائط منظور کر لیں۔ مارچ ۱۷۷۵ء میں سورت کے مقام پر یہ عہد نامہ لکھا گیا۔

پُرندھر کا عہد نامہ

ریگولیٹنگ ایکٹ کی روسے بمبئی کی گورنمنٹ گورنر جنرل کے ماتحت تھی۔ اُسے چاہیئے تھا کہ گورنر جنرل کی منظوری کے بغیر ایسا کام نہ کرتی جب گورنر جنرل اور اس کی کونسل کو اس عہد نامہ کی خبر لگی تو اُنھوں نے یہ عہد نامہ نامنظور کیا اور گورنمنٹ بمبئی کی اس کارروائی پر سخت نقطہ چینی کی اور خود پونا کی گورنمنٹ سے خط و کتابت شروع کر دی۔ آخر ۱۷۷۶ء میں پونا کی سرکار کی طرف سے نانا فرنویس نے پُرندھر کے مقام پر ایک نیا عہد نامہ لکھ دیا جس میں اس نے انگریزوں کو بسّین اور سالسٹ دینے کا وعدہ کیا۔ راگھوبا کو تین لاکھ روپیہ سالانہ کی پنشن دی گئی اور انگریزوں نے نارائن راؤ کے بیٹے مادھوراؤ نارائن کو پیشوا تسلیم کر لیا۔ سورت کے عہد نامہ کے

شرائط کی نقل کمپنی کے ڈائرکٹروں کے پاس انگلستان
میں پہلے پہنچ چکی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے
گورنمنٹ بمبئی اور راگھوبا کے قرار داد کو منظور کرلیا
اور پُرندھر والے عہد نامے کو رد کر دیا۔ اس لئے
گورنمنٹ بمبئی گورنر جنرل اور کونسل کی شرائط کی
لاپرواہی کرتے ہوئے راگھوبا کا ساتھ دینے کے
لئے تیار ہو گئی۔ گورنر جنرل ابھی ششِ و پنج ہی
میں تھا کہ پونا میں ایک فرانسیسی سفیر کے پہنچنے کی
اسے خبر ملی۔ اسے یہ شک ہو گیا کہ فرانس کی گورنمنٹ
مرہٹوں کی مدد کرنے کو تیار ہے۔ اس لئے اب اس نے
بھی بمبئی گورنمنٹ کے ساتھ اتفاق رائے کر لیا۔ اور
دونوں نے لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔

بمبئی کی فوج کرنل ایجرٹن کی ماتحتی میں راگھوبا
کو ساتھ لے کر پونا کی طرف روانہ ہوئی۔ لیکن راستہ
میں اسے سیندھیا کی فوج کا سامنا کرنا پڑا اور
تالی گاؤں میں سیندھیا کی فوج نے اسے گھیر لیا اور
پیچھے ہٹا دیا۔ ادھر وارن ہیسٹنگز نے میجر پوپم
کو جو ایک بہادر افسر تھا کلکتہ سے گوالیار کو روانہ
کیا اور اُس نے وہاں پہنچ کر گوالیار کا قلعہ
لے لیا۔ ادھر وسط ہند میں ۱۷۸۰ء کے شروع

میں جنرل گوڈارڈ نے احمد آباد فتح کر لیا۔

سلبئی کا عہد نامہ

آخر الامر طرفین لڑائی سے تنگ آ گئے کیونکہ یہ جنگ دونوں فوجوں کے نقصان کا باعث ہوئی۔ گوالیار فتح ہونے پر سیندھیا نے صلح کرنی چاہی۔ اُدھر کمپنی کے خزانہ میں روپیہ کی بھی کمی تھی۔ ہیسٹنگز کی کونسل بھی اُس سے اتفاق نہیں کرتی تھی۔ اُدھر حیدر علی نے مرہٹوں سے صلح کر کے کرناٹک پر حملہ کر دیا اور مدراس گورنمنٹ بھی مشکل میں پڑ گئی ایسی حالت میں لڑائی کا جاری رکھنا مشکل تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۷۸۲ء میں صلح کے واسطے نامہ و پیغام ہونے لگا۔ اور اسی سال سلبئی کے مقام پر عہد نامہ لکھا گیا اور یہ قرار پایا کہ نہ انگریز مرہٹوں کے دشمنوں کو کسی قسم کی مدد دیں اور نہ مرہٹے انگریزوں کے دشمنوں کو۔ سالسٹ اور بسین انگریزوں کے قبضہ میں رہے راگھوبا کو پنشن دی گئی اور انگریزوں کو تجارت کرنے کی بھی اجازت دے دی گئی۔ گویا چھ سالہ لڑائی کا انگریزوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اُنھیں وہی کچھ ملا جو سنہ ۱۷۷۶ء میں عہد نامہ پورندھر کے ذریعہ

ان کو مل رہا تھا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ اس جنگ میں انگریزوں اور مرہٹوں کو ایک دوسرے کی طاقت کا پتہ لگ گیا اور پھر بیس سال تک انھوں نے آپس میں کوئی لڑائی نہیں کی۔

میسور کی دوسری لڑائی
۱۷۸۰ء سے ۱۷۸۴ء تک

پہلی لڑائی کے بعد حیدر علی نے انگریزوں سے صلح کرلی تھی وہ صلح دس سال تک قائم رہی۔ اس اثناء میں حیدر علی نے میسور۔ بالا گھاٹ اور کنارا کے پولیگاروں کو دبا کر اپنی طاقت بڑھا لی اور بہت سی فوج بھی جمع کرلی اس فوج کو یوروپین طرز پر قواعد سکھلانے کی غرض سے فرانسیسی افسر بھی اپنی فوج میں نوکر رکھ لئے۔

۱۷۷۹ء میں انگلینڈ اور فرانس کے درمیان لڑائی چھڑ جانے پر ہندوستان میں بھی دونوں قوموں میں لڑائی ہونے لگی۔ انگریزوں نے پانڈیچری پر قبضہ کرلیا اور بعد میں ماہی کو جوکہ مالا بار کے ساحل پر تھا لے لیا۔ ماہی کو حیدر علی اپنے علاقہ مالا بار کا ایک حصہ سمجھتا تھا اس لئے انگریزوں کے ماہی لینے پر وہ بہت بگڑا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔

اس وقت کرناٹک کی حالت بھی بہت نازک تھی ۔ نواب محمد علی انگریزوں کے زیر اثر تھا وہاں بھی بنگال کی طرح دو عملی قائم کی گئی تھی ۔ چونکہ مالگزاری وصول کرنے کا کوئی مناسب انتظام نہ تھا اور نواب کو بھی فضول خرچی کی بُری عادت تھی اس لئے کرناٹک کی مالی حالت بہت خراب ہو رہی تھی ۔ ادھر انگریز خود بھی مرہٹوں کے ساتھ لڑائی میں مشغول تھے ۔ چنانچہ یہ تمام کیفیت دیکھ کر حیدر علی نے ایک لاکھ کے قریب فوج جمع کرکے کرناٹک پر چڑھائی کردی اور دریائے کرشنا سے لے کر کاویری تک تمام ملک کو تاخت و تاراج کر ڈالا ۔ گورنر مدراس نے کرنل بیلی کو چار ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور پولی لور کے قریب ستمبر ۱۷۸۰ء میں حیدر علی نے اُسکا سامنا کیا ۔ بیلی کو پیچھے ہٹنا پڑا ۔ حیدر علی نے اُس سے کہا کہ اگر تم اور تمھاری فوج ہتھیار رکھ دے تو میں سب کو چھوڑ دونگا ۔ بیلی نے اس بات کو قبول کر لیا اور اپنے سپاہیوں کو ہتھیار رکھ دینے کا حکم دیا ۔ مگر حیدر علی نے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور بعضوں

کو قید کر لیا۔ اسی اثنا میں فرانسیسی فوج بھی حیدر علی کی مدد کو آگئی جس سے اُس کی ہمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ کرنیل برتھویٹ کا بھی جو ایک چھوٹی فوج کے ساتھ آرہا تھا یہی حال ہوا۔

آخر کار سر آئر کوٹ حیدر علی کا مقابلہ کرنے کے لئے کلکتہ سے روانہ کیا گیا۔ سر آئر کوٹ بڑا بہادر تھا۔ اُس نے دندیواش کی لڑائی میں ۱۷۶۰ء میں فرانسیسیوں کو شکست دی تھی اور اب حیدر علی کو ۱۷۸۱ء میں پورٹو نوود کے مقام پر شکست دی۔ لیکن حیدر علی نے اس پر دوبارہ فوج جمع کر کے پولی لور کے مقام پر حملہ کیا مگر پھر بھی ہار گیا۔ تیسری بار حیدر علی نے شولن گڑھ میں لڑائی کی مگر یہاں بھی انگریزوں کی جیت رہی آخر ۱۷۸۱ء میں وہ دکھن کی طرف ہٹ گیا۔

لڑائی میں انگریزوں کی فتح ہوئی مگر ان کی حالت بہت نازک تھی۔ فرانسیسی اور مرہٹے ان کے دشمن تھے۔ حیدر علی نے پھر اپنی طاقت بڑھا لی تھی اور جنگ کی تیاری کر لی تھی ٹیپو اس کا بیٹا اپنی فوج لئے ابھی لڑائی کے میدان

ہی میں پڑا تھا۔ کمپنی کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ مدراس میں قحط پڑ رہا تھا اور بنگال اکیلا اتنا خرچ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن انگریزوں کی خوش قسمتی سے خبر آئی کہ ۷ دسمبر ۱۷۸۲ء کو حیدر علی کا انتقال ہو گیا اس وقت اُس کی عمر اسّی ۸۰ برس کی تھی۔ اسکی وفات کا سیاسی معاملات پر بڑا اثر پڑا۔ مرہٹوں نے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے فوراً ہی سلبئی کے مقام پر صلح کر لی اور انگریزوں کے دوست ہو گئے۔ ٹیپو باپ کے انتقال کی خبر پاکر سری رنگ پٹن پہنچ کر تخت نشین ہوا۔ اس کو اپنے باپ کی جمع کی ہوئی بے حد دولت ملی جس سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا اس نے انگریزوں سے لڑائی کرنے کی تیاریاں کیں۔ جنرل میتھوز اپنی فوج لے کر اس کا مقابلہ کرنے گیا۔ لیکن ہار گیا۔ فرانسیسی اس جنگ میں ٹیپو کی مدد کرتے تھے۔ مگر جب یورپ میں فرانس اور انگلستان کے درمیان صلح ہو گئی تو اُنھوں نے مدد دینی بند کر دی۔ انگریز بھی لڑائی سے تنگ آ گئے تھے۔ اُنھوں نے صلح کی گفتگو کی۔ ٹیپو

بھی لڑائی کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ۱۷۸۴ء میں منگلور کے مقام پر اُس نے انگریزوں سے صلح کرلی اور یہ بات طے ہوئی کہ ممالک مفتوح اور جنگی قیدی دونوں طرف سے واپس کر دئے جائیں یہ صلح زیادہ عرصے تک قائم نہ رہی۔ ٹیپو چپ چاپ اپنی طاقت بڑھانے لگا۔

حیدر علی صرف بہادر سپاہی نہ تھا بلکہ سلطنت کے کام سے بھی بخوبی ماہر تھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام برہمن کرتے تھے اور وہ اُن پر پورا اعتبار کرتا تھا۔ وہ ہر آدمی کی قابلیت دیکھ کر نوکری دیتا تھا ہندو مسلمان کی کوئی خصوصیت نہ تھی وہ صرف یہی چاہتا تھا کہ اس کے ملازم وفادار ہوں اور اپنے فرائض کو ادا کریں۔ جو اپنا فرض ادا نہیں کرتے تھے اُنھیں سخت سزا دیتا تھا۔ وہ مغرور نہ تھا۔ چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے بھی ملتا تھا۔ سلطنت کا سارا کام اُس کی صلاح سے ہوتا تھا۔ اور ہر ایک معاملہ کو وہ خود ہی دیکھتا تھا۔ اُس کی ناکامیابی کی خاص وجہ اُسکے دوستوں کی دغابازی تھی۔ حیدر علی میں بے شک

عیوب بھی تھے ۔لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ بہادر اور ایماندار آدمی تھا۔

ہیسٹنگز اور چیت سنگھ

میسور اور مرہٹوں کی لڑائی میں کمپنی کا بہت سا روپیہ صرف ہو گیا تھا ۔ ہیسٹنگز کو روپیہ کی بڑی ضرورت تھی ۔ محمد علی نواب کرناٹک ایک پیسہ بھی نہیں دے سکتا تھا ۔کیونکہ اس کے ملک میں قحط پڑ رہا تھا اور اس کی رعایا مال گزاری تک دینے سے معذور تھی ۔ بنگال میں بھی کمپنی کا خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا ۔ایسی نازک حالت میں ہیسٹنگز نے بنارس کے راجہ چیت سنگھ سے روپیہ کی امداد طلب کی ۔

چیت سنگھ پہلے اودھ کے نواب کے ماتحت تھا لیکن ۱۷۷۵ء سے وہ کمپنی کے زیر فرمان آگیا۔ اور بیس لاکھ روپیہ سالانہ کمپنی کو بطور خراج کے دیا کرتا تھا۔ ۱۷۷۸ء میں جب انگریزوں اور فرانسیسوں میں لڑائی ہوئی تو ہیسٹنگز نے خراج کے علاوہ ۵ لاکھ روپیہ اور دو ہزار سوار کی خدمات طلب کیں ۔ چیت سنگھ نے دو سال تک متواتر یہ خدمات بھی ادا کیں ۔ لیکن ۱۷۸۰ء میں پھر

روپیہ طلب کیا گیا۔ مگر اُس نے اپنے بچاؤ کی غرض سے دو لاکھ روپیہ پھر ہیسٹنگز کو نذر کیا۔ ہیسٹنگز نے روپیہ لے لیا اور کمپنی کے کام میں صرف کر دیا۔ اب چیت سنگھ سے پھر روپیہ طلب کیا گیا مگر اس مرتبہ اُس نے روپیہ دینے سے انکار کیا اور کہا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ہیسٹنگز نے راجہ پر پچاس لاکھ روپیہ جرمانہ کیا اور اُسے وصول کرنے کے لئے ہیسٹنگز خود بنارس گیا۔ وہاں جاکر اُس نے راجہ کو گرفتار کرنے کا سامان کیا جس سے سارے شہر میں ہل چل مچ گئی۔ چیت سنگھ کھڑکی کی راہ محل سے نکل کر گوالیار کی طرف چلا گیا۔ ہیسٹنگز نے فوراً فوج جمع کر لی اور بغاوت کو دبایا۔ چیت سنگھ سے سلطنت چھین لی گئی اس کی جگہ اس کا بھانجہ راجہ بنایا گیا۔ اُس نے کمپنی کو بیس لاکھ کی جگہ چالیس لاکھ روپیہ سالانہ بطور خراج دینے کا اقرار کیا۔

کمپنی کو بے شک روپے کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ ہیسٹنگز نے راجہ چیت سنگھ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ راجہ

سے سالانہ خراج کی رقم سے زیادہ روپیہ طلب کرنا
عہد نامہ کی شرائط کے خلاف تھا۔ کیونکہ ۱۷۷۵ء
کے عہد نامہ میں یہ کھلی ہوئی شرط تھی کہ جب
تک راجہ اپنا مقررّہ خراج ادا کرتا رہے اس وقت
تک اس سے زیادہ روپیہ طلب نہ کیا جائے۔
ہیسٹنگز کے مداح بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں
کہ راجہ کو اُسی کی راجدھانی میں پکڑنا نامناسب
کام تھا۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہیسٹنگز
نے اس معاملہ میں دور اندیشی سے کام نہیں لیا۔

ہیسٹنگز اور اودھ کی بیگمات

اس کے بعد ہیسٹنگز
نے اودھ کے نواب
آصف الدولہ سے روپیہ
مانگا۔ آصف الدولہ کے ذمّہ کمپنی کا بہت قرضہ
تھا۔ کیونکہ اُس نے مدت سے خراج نہیں
ادا کیا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے
پاس روپیہ نہیں ہے میری والدہ اور دادی
نے خزانہ کا تمام روپیہ دبا لیا ہے۔ اگر آپ
اجازت دیں تو اُن سے روپیہ لے لوں۔ بیگموں
نے پہلے ہی آصف الدولہ کو معقول روپیہ دے
دیا تھا اور اُن سے وعدہ کیا تھا کہ میں

پھر آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔ ہیسٹنگز کو روپیہ کی ضرورت تو تھی ہی اس نے آصف الدولہ کو بیگمات سے روپیہ وصول کرنے کی اجازت دے دی بلکہ ایک تھوڑی سی انگریزی فوج بھی نواب کی مدد کے لئے بھیج دی۔ نواب نے بیگموں سے روپیہ لینے کے لئے ان کے ملازموں پر بڑی سختی کی۔ بیگموں کو بھی قید کی دھمکی دی گئی ان بیچاروں کی کچھ پیش نہ چلی اور انھیں روپیہ دینا پڑا۔

ہیسٹنگز نے اپنی صفائی میں یہ کہا کہ بیگموں نے چیت سنگھ کا ساتھ دیا تھا۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔ مگر ہیسٹنگز کو اس بات کا یقین ضرور تھا اسی وجہ سے اُس نے نواب کو روپیہ لینے کی اجازت دے دی۔ بیگموں اور ملازموں کے ساتھ جو غیر مناسب برتاؤ کیا گیا اس میں ہیسٹنگز بے قصور تھا۔ وہ فطرتاً رحم دل تھا۔ لیکن نازک وقت پر سختی کا برتاؤ کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتا تھا۔ کمپنی کی خدمت کرنا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا اور اس کو پورا کرنے کے لئے اُس نے ایسے کام کئے جن کی وجہ

سے اُس کی سخت بدنامی ہوئی۔

ہیسٹنگز کا استعفا

فروری ۱۷۸۵ء میں ہیسٹنگز استعفا دے کر انگلستان چلا گیا۔ وہاں پر فرانسس وغیرہ اس کے مخالفوں نے کمپنی کے ڈائرکٹروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو پیشتر ہی سے بھڑکا رکھا تھا چنانچہ انگلستان پہنچتے ہی ہیسٹنگز پر ایک مقدمہ چلایا گیا اور وہ سات برس تک جاری رہا۔ اس میں اُس کا بہت سا روپیہ خرچ ہو گیا۔ آخر کار وارن ہیسٹنگز بے قصور قرار دیا گیا۔ کمپنی نے اُس کی پنشن مقرر کر دی اور اس کے کام کی بہت تعریف کی۔ ۱۸۱۸ء میں ۸۶ برس کی عمر میں اُسکا انتقال ہو گیا۔ ہیسٹنگز کا درجہ برٹش گورنروں میں بہت اعلیٰ ہے۔ وہ بڑا سنجیدہ۔ دور اندیش اور عقلمند آدمی تھا۔ کمپنی کی خدمت کرنا وہ اپنا فرض منصبی سمجھتا تھا۔ اور سخت مخالفت ہونے پر بھی ہمت اور استقلال سے کام لیتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے عہد حکومت میں بہت سی غلطیاں کیں اور کئی کام ایسے بھی کئے جن میں کوئی غیر جانب دار

مورّخ اس کو بری الذمّہ قرار نہیں دے سکتا۔ مگر اُس کا مقصد تو اپنے وطن اور کمپنی کی خدمت کرنا تھا۔ انگریزی تاریخ کے جاننے والوں کو معلوم ہے کہ ۱۷۷۹ء سے لے کر ۱۷۸۴ء تک انگریزی قوم کیسی سخت مصیبت میں مبتلا تھی اُدھر امریکہ کی نو آبادیوں (American colonies) نے اُن کے خلاف خود مختاری کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا اور یورپ کی بڑی بڑی طاقتیں مثلاً فرانس۔ ہالینڈ اور اسپین بھی ان کی طرفدار تھیں ادھر ہندوستان میں مرہٹہ سرداروں۔ نظام الملک اور حیدر علی نے انگریزوں کے خلاف ایک بڑی سازش تیاّر کر رکھی تھی۔ ایسے آڑے وقت میں ہیسٹنگز نے بڑی عقلمندی۔ ہمّت اور استقلال سے کام لیا۔ نظام الملک کو گنتور کا علاقہ دے کر اسے سازش سے علٰحدہ کر لیا۔ اور پھر مرہٹہ سرداروں میں سے بھونسلہ اور گائیکواڑ کو لالچ دے کر جنگ سے علٰحدہ رہنے کی ترغیب دی اور بعد میں سیندھیا سے صلح کر کے حیدر علی کی طرف اپنی پوری توجہ دی اور اس طرح برٹش انڈیا کو مشکل کے وقت بچا لیا۔ ہماری رائے میں یہ کہنا بالکل

خلاف واقع نہ ہوگا کہ برٹش سلطنت کی بنیادوں کو ہندوستان میں وارن ہیسٹنگز نے بہت مضبوط کر دیا۔

پٹ کا انڈیا بل

ریگولیٹنگ ایکٹ اور اس کے نقائص ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ قریب ۹ برس کے اس ایکٹ پر عملدرآمد ہوتا رہا مگر دن بدن حکومت کے کام میں زیادہ دقتیں پیش آنے لگیں۔ اس لئے ان کو رفع کرنے کی غرض سے ۱۷۸۴ء میں انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر پٹ نے ایک نیا قانون جاری کیا۔ جسے پٹس انڈیا بل کہتے ہیں۔ اس کی رو سے ایک مجلس انتظامیہ بنائی گئی جس کے چھ ممبر تھے اسکا صدر ایک وزیر سلطنت مقرر کیا گیا اس کا کام یہ تھا کہ وہ گورنمنٹ ہند کی عنان اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اس قانون کی رو سے گورنر جنرل ہند کو بغیر پارلیمنٹ کی منظوری کے کسی دیسی راجہ یا نواب کے ساتھ صلح یا جنگ کرنے کا اختیار نہ تھا گورنر جنرل کی کونسل کے ممبروں کی تعداد بھی چار کے بجائے تین کر دی گئی اور گورنر جنرل کو اختیار دیا گیا کہ وہ ضرورت کے وقت ممبروں کی رائے کو نامنظور کر کے اپنی ذمہ داری پر کارروائی

کرے۔ ۱۷۸۴ء سے یہی مجلس ہندوستان کی فرماں روائی کرنے لگی۔ اس قانون سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے اختیارات کم ہو گئے۔

باب ۱۴

لارڈ کارنوالس ۱۷۸۶ء سے ۱۷۹۳ء تک

اور

سرجان شور ۱۷۹۳ء سے ۱۷۹۸ء تک

وارن ہیسٹنگز کے چلے جانے پر کچھ عرصہ تک کونسل کے ممبر سرجان میکفرسن نے گورنر جنرلی کا کام انجام دیا۔ ۱۷۸۶ء میں لارڈ کارنوالس گورنر جنرل ہو کر آیا۔ وہ بہت دولت مند اور معزز شخص تھا۔ اس کی عزت انگلستان میں بہت زیادہ تھی اور چونکہ ولایت میں وہ اپنی راستی اور ایمانداری کی وجہ سے مشہور تھا اسلئے اسکو ہیسٹنگز کی نسبت

اختیارات بھی زیادہ ملے۔ وہ بڑا سنجیدہ مزاج اور امن و امان قائم رکھنے کے اصول سے واقف تھا۔ مگر اس زمانہ میں ہندوستان کی حالت ایسی تھی کہ اُسے آتے ہی جنگ کی تیاری کرنی پڑی۔

میسور کی تیسری لڑائی ۱۷۹۰ء سے ۱۷۹۳ء تک

منگلور کی صلح کے بعد ٹیپو نے آٹھ برس تک امن چین سے حکمرانی کی۔ مگر خفیہ طور سے فوجی طاقت بھی بڑھاتا رہا اور فوج کو قواعد وغیرہ بھی خوب سکھائی۔ اس نے میسور کے گرد و نواح کا ملک بھی فتح کرلیا جس سے اُس کا حوصلہ اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔ ٹیپو کو انگریزوں سے بڑی نفرت تھی۔ وہ انکو ہندوستان سے نکال دینا چاہتا تھا۔

آخرکار ۱۷۸۹ء میں اس نے ٹراونکور پر حملہ کیا۔ ٹراونکور کا راجہ انگریزوں کا دوست تھا۔ اس نے انگریزوں سے مدد مانگی چونکہ ٹیپو انگریزوں کا جانی دشمن تھا۔ اس لئے لارڈ کارنوالس راجہ کی امداد کے لئے تیار ہوگیا گورنر جنرل نے نظام اور مرہٹوں کو بھی اس لڑائی میں شریک ہونے کو کہا۔ اور دونوں

نے اس کو قبول کر لیا۔

ٹیپو نے کرناٹک کو اُجاڑنا شروع کیا جیسا کہ دس برس پیشتر اس کے باپ حیدر علی نے کیا تھا۔ لارڈ کارنوالس خود کلکتہ سے فوج لے کر بنگلور کی طرف بڑھا۔ اور گرد و نواح کے کئی قلعے فتح کر لئے۔ نظام اور مرہٹوں نے جو فوج بھیجی تھی کسی کام کی نہ تھی۔ وہ لڑائی کے وقت لوٹ مار ہی کرنے میں لگی رہی۔

یہ لڑائی لارڈ کارنوالس کو اکیلے لڑنی پڑی۔ اس کے دوستوں نے کچھ بھی مدد نہ دی۔ بنگلور اور گرد و نواح کے اضلاع کو فتح کر کے لارڈ کارنوالس سری رنگ پٹن کی طرف بڑھا۔ ٹیپو کی فوج نے لڑائی میں شکست کھائی اور ٹیپو نے بھاگ کر شہر میں پناہ لی۔ انگریزی فوج اب قلعہ پر گولہ باری کرنے لگی۔ جب ٹیپو نے دیکھا کہ قلعہ ہاتھ سے نکلا چاہتا ہے تو اُس نے صلح کے واسطے التجا کی۔

سری رنگ پٹن کی صلح

سری رنگ پٹن کے مقام پر صلح ہوئی۔ ٹیپو کو اپنی آدھی سلطنت اور تیس کروڑ نقد روپیہ جنگ کے

اخراجات کے عوض میں دینا پڑے۔ پندرہ کروڑ روپیہ تو اُسی وقت دئے اور بقیہ روپیہ کی کفالت میں اُس نے اپنے دو بیٹوں کو سرکار انگریزی کے حوالے کر دیا۔

نظام اور مرہٹوں نے جنگ میں کوئی حصّہ نہ لیا تھا اور ممالک مفتوحہ میں اُن کا کوئی حق نہ تھا۔ لیکن انگریز انھیں خوش کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے برابر حصّہ دے دیا۔ نظام کو شمالی و مشرقی حصّہ ملا۔ اور مرہٹوں کو مغربی۔ انگریزوں کو سب سے زیادہ منافع ہوا۔ مغربی ساحل پر مالابار اور کرناٹک کے دو ضلعے جو اب سلیم اور مدورا کہلاتے ہیں۔ انگریزوں کے حصّہ میں آئے اور ان سے کمپنی کو چالیس لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوئی۔ اس طرح میسور کی تیسری لڑائی ختم ہوئی۔ ٹیپو کی طاقت پہلے کی نسبت بہت کم ہو گئی۔

بندوبست استمراری

مغلوں کے عہد حکومت میں ساری زمین بادشاہ کی ملکیت سمجھی جاتی تھی اور کاشتکاروں سے مالگزاری یعنی پیدا وار کا ایک مقررّہ حصّہ شاہی خزانہ کے لئے وصول کیا جاتا تھا۔ اسکی وصولی کے لئے ہر ضلع و

پرگنہ میں سرکاری ملازم تعینات تھے۔ ان ملازموں کو حکم تھا کہ کل تحصیل کا $\frac{9}{10}$ حصہ سرکاری خزانہ میں جمع کریں اور باقی $\frac{1}{10}$ اپنے واسطے رکھ لیں ضلع میں امن و امان قائم رکھنا اور رعایا کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنا بھی انھیں لوگوں کے ذمّہ تھا۔ ان لوگوں کے نقطہ خیال سے اس قسم کی ملازمت بڑی نفع مند تھی کیونکہ یہ لوگ غریب رعایا سے مقررہ رقم سے کئی گنا زیادہ رقم وصول کر لیا کرتے تھے اسلئے ہر ایک ملازم یا ٹھیکہ دار کی کوشش یہی رہتی تھی کہ اس کے بعد اس کا بیٹا یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اس اسامی پر نوکر ہو جائے۔ چنانچہ ہوتا بھی ایسا ہی تھا۔ یہاں تک کہ ایک زمینداری کئی پشتوں تک ایک ہی خاندان میں جاری رہتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ کے زوال کا زمانہ جب آیا تو یہ زمینداری حقِ موروثی ہوگئی اور وہی لوگ جو خود یا جن کے بزرگ صرف لگان وصول کرنے کے لئے مقرّر کئے گئے تھے۔ اب اپنے آپ کو زمیندار خیال کرنے لگے اور رعایا پر ظلم کرنے لگے۔ جب بنگال میں کمپنی کی سلطنت قائم ہوئی تو لوگوں نے شکایت کی اور

وارن ہیسٹنگز نے اصلاح کے خیال سے مالگزاری
وصول کرنے کا نیا طریقہ جاری کیا۔ وہ یہ کہ
ہر ایک ضلع اور پرگنہ میں زمین کا لگان نیلام
کے طور پر بولی دے کر پانچ سال کے لیئے ٹھیکہ
پر دیا گیا مگر اس طرح سے بھی سرکاری روپیہ
وصول نہ ہو سکا۔ وجہ یہ تھی کہ ٹھیکہ دار لوگ
اکثر ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی دیتے تھے
حالانکہ اس قدر روپیہ زمین کی پیداوار سے
وصول نہ کر سکتے تھے۔ آخر کارنوالس نے یہ مسئلہ
حل کرنے کی غرض سے خوب غور کیا۔

لارڈ کارنوالس خود بڑا زمیندار تھا۔ انگلستان
میں زمیندار ہی زمین کا مالک سمجھا جاتا ہے۔
اُس نے یہاں بھی ویسے ہی زمیندار بنانے
کی فکر کی۔ وارن ہیسٹنگز کا جاری کیا ہوا
ٹھیکہ داری کا قاعدہ بند کر دیا اور قدیم زمینداروں
کو بُلا کر زمین اُن کے حوالے کر دی اور پُرانے
اصولوں کی بنا پر اس وقت کی آمدنی کا $\frac{1}{10}$ حصہ
ان کو دے کر باقی $\frac{9}{10}$ حصہ کمپنی کی مالگزاری
ہمیشہ کے لیئے مقرر کر دی۔ اب زمیندار فقط
لگان وصول کرنے والے نہ رہے بلکہ زمین

کے مالک بن جانے سے ان کی حیثیت بڑھ گئی اور مال گزاری کے بڑھنے کا خوف بھی نہ رہا کیونکہ سرکاری لگان ہمیشہ کے لئے مقرر ہو گیا۔

اس میں شک نہیں کہ استمراری بندوبست سے سرکار کو سخت نقصان پہنچا اور زمینداروں کو بہت فائدہ ہوا۔ اس لئے کہ وقت پاکر زمین کی حیثیت بڑھ جانے سے زمینداروں کی آمدنی بڑھ گئی۔ لیکن سرکار کو جو مالگزاری دیتے تھے اس میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی مقرر ہو چکی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سرکار کو دوسرے صوبوں میں مال گزاری بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

سرکار کو فائدہ صرف اتنا ہی ہوا کہ وہ بندوبست کی دقتوں سے بچ گئی اور اُسے اپنی مال گزاری نہ وصول ہونے کا ذرا بھی اندیشہ نہ رہا۔ انگریزی سرکار کو ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ زمیندار لوگ جب اپنی زمینوں کے واحد مالک بنائے گئے تو وہ اس کو سرکار کا ایک

عطیہ خیال کرکے انگریزوں کے سچے ممنون اور وفادار خادم بن گئے۔ اُنھوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں سرکار کی پوری مدد کی لارڈ کارنوالس نے کسانوں کی سہولت کو بھی مدِّنظر رکھا۔ اور ایسے قانون بنا دئے جن سے اُن کے حقوق کی مناسب نگہداشت ہو سکتی تھی۔

ملکی انتظام

کارنوالس کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ رعایا کے آرام و آسائش کا انتظام کرے۔ چنانچہ اس نے کمپنی کے طرز حکومت میں کئی ایک اصلاحات جاری کیں۔ قلیل تنخواہ ہونے کے سبب سے کمپنی کے ملازم ایمانداری سے کام نہیں کرتے تھے۔ اس خرابی کو رفع کرنے کی غرض سے لارڈ کارنوالس نے اُن کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کر دیا۔ اور یہ حکم دے دیا کہ آئندہ کمپنی کا کوئی ملازم ذاتی تجارت نہ کرے اور نہ کسی قسم کی نذر لے۔ کارنوالس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ہندوستانی افسر ایسا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ اس نے یہ قانون بنا دیا کہ ہندوستانی اعلےٰ عہدوں پر مقرر نہ کئے جائیں۔

لارڈ کارنوالس نے عدالتوں کی بھی اصلاح کی۔ دیوانی مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے مرقومہ ذیل چار درجہ کی عدالتیں قائم کیں۔ (۱) شہروں کی عدالتیں (۲) ضلع کی عدالتیں۔ (۳) چار صوبوں کی عدالتیں (۴) عدالت اپیل جس کو صدر دیوانی کے نام سے نامزد کیا گیا۔ پہلی عدالت سے دوسری میں اور دوسری سے تیسری میں اپیل کی جاتی تھی۔ آخری اپیل صدر عدالت میں ہوا کرتی تھی جس میں گورنر جنرل اور اُس کی کونسل کے ممبر بیٹھتے تھے۔ انگریز ججوں کی مدد کے لئے ہر ایک عدالت میں ہندو پنڈت اور مسلمان مولوی رکھے گئے۔

دیوانی عدالتوں کی طرح فوجداری عدالتوں کا سلسلہ بھی قائم کیا گیا۔ آخری اپیل کی عدالت جس میں گورنر جنرل اور کونسل کے ممبر بیٹھتے تھے صدر نظامت عدالت کے نام سے موسوم کی گئی۔ قانون فوجداری کو بھی کسی قدر ترمیم کر دیا گیا اور بہت سی سخت سزائیں جو قدیم زمانہ سے چلی آتی تھیں ہٹا دی گئیں۔

سر جان شور
۱۷۹۳ء سے ۱۷۹۸ء تک

۱۷۹۳ء میں لارڈ کارنوالس واپس چلا گیا اور اس کے بعد

سر جان شور گورنر جنرل کے عہدہ پر مامور ہوا وہ بڑا تجربہ کار حاکم تھا اس سے پہلے وہ کمپنی کے صیغہ سول کا افسر تھا۔ سر جان شور نے بنگال کے بندوبست استمراری میں نمایاں حصّہ لیا تھا بلکہ مالگزاری کے پیچیدہ مسئلہ کو حل کرنے کے لئے لارڈ کارنوالس نے جو کمیٹی مقرر کی تھی اِس کا صدر سر جان شور ہی کو بنایا تھا۔ سر جان شور استمراری بندوبست کے حق میں نہیں تھا اس نے اپنی رپورٹ میں بندوبست دہ سالہ کی سفارش کی تھی گو کارنوالس نے اس معاملہ میں اس کے ساتھ اتفاق رائے نہیں کیا تاہم وہ سر جان شور کی بڑی عزت کرتا تھا وہ اس کے کام سے نہایت خوش تھا۔ کارنوالس ہی نے اس کی سفارش گورنر جنرلی کے لئے کی تھی۔

سر جان شور کا طریقہ انتظام

سر جان شور پٹس انڈیا ایکٹ کے اصول کا پورا حامی تھا۔ اس قانون کی رو سے سرکار انگلشیہ نے سخت حکم دے رکھا تھا کہ اُس کے حاکم ہندوستان کے دیسی راجاؤں یا نوابوں کے کام

میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں اور نہ اُن کے جھگڑوں میں حصّہ لیں۔ سرجان شور نے اُس کی پابندی پورے طور پر کی اور یہ کوشش کی کہ ملک میں امن و امان قائم رہے۔ لیکن ٹیپو اور مرہٹے کب ماننے والے تھے۔ ٹیپو چاہتا تھا کہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو بحال کرے۔ مرہٹے یہ چاہتے تھے کہ نظام اور ٹیپو کو زیر کرکے چوتھ وصول کریں۔

نظام پر حملہ

مرہٹوں نے نظام سے چوتھ مانگی۔ اُس نے کئی سال سے چوتھ نہیں دی تھی۔ اس لیے کہ نہ تو اس کے پاس روپیہ تھا اور نہ مقابلہ کرنے کی طاقت تھی۔ ۱۷۹۵ء میں مرہٹوں نے نظام پر حملہ کیا۔ نظام انگریزوں کا دوست تھا اُس نے اپنی پہلی صلح کے مطابق مدد مانگی۔ لیکن سرجان شور نے بالکل انکار کر دیا اور لکھ بھیجا کہ میں انگلستان کی سرکار کے احکام کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔

کُردلا کی لڑائی

مرہٹے سردار اس موقع کو غنیمت جان کر گوالیار۔ اندور۔ برار اور گجرات سے فوجیں لے آئے اور نظام پر

چڑھائی کی۔ نظام کے پاس ایسی فوج نہ تھی جو مرہٹوں کا سامنا کرتی اپنی معمولی اور کمزور فوج لیکر لڑائی کے لئے تیار ہوا۔ ۱۷۹۵ء میں کُردلا کے مقام پر سخت لڑائی ہوئی جس میں نظام کو شکست ہوئی اور اُسے مرہٹوں سے صلح کرنی پڑی۔ اُس نے اپنی آدھی سلطنت مرہٹوں کو دے دی اور باقی آدھی کی چوتھ ہمیشہ کے لئے دینے کا وعدہ کیا۔ سرجان شور کے اس رویّہ سے نظام کو بہت ضعف پہنچا۔ نظام کی مدد کرنا اس کا فرض تھا۔ کیونکہ نظام انگریزوں کا دوست تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں کی طاقت بڑھ گئی۔ نظام ناراض ہوگیا اور ٹیپو فرانسیسوں سے صلح کی بات چیت کرنے لگا۔ ٹیپو نے افغانستان کے بادشاہ زمان شاہ کو بھی اپنی مدد کے لئے بُلایا۔

اودھ

البتہ اودھ کے معاملہ میں سرجان شور نے بڑی دلیری سے کام لیا۔ آصف الدولہ نواب اودھ نے ۱۷۹۷ء میں جب وفات پائی تو اُس کی وصیت کے مطابق اس کا بیٹا وزیر علی نواب تسلیم کیا گیا مگر جب کچھ عرصہ کے بعد گورنر جنرل کو یہ پتہ لگا کہ وزیر علی نواب کا

حقیقی بیٹا نہیں ہے تو وہ خود لکھنؤ پہنچا اور اُس کو مسند سے اُتار کر آصف الدولہ کے بھائی سعادت علی خاں کو نواب بناکر ایک نیا عہدنامہ لکھوایا جس کے مطابق الہ آباد انگریزوں کو مل گیا اور نواب نے اُن کے ماتحت ہونا تسلیم کیا۔

باب ۱۵

لارڈ ولزلی چوتھا گورنر جنرل

۱۷۹۸ء سے ۱۸۰۵ء تک

سر جان شور کے بعد مئی ۱۷۹۸ء میں لارڈ ولزلی ہندوستان کا گورنر جنرل ہوکر آیا۔ اُسکے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی کرنل آرتھر ولزلی بھی آیا۔ کرنل ولزلی بڑا بہادر اور جنگ جو تھا۔ اور اپنی حسن لیاقت کی بدولت ترقی کرتے کرتے آخرکار انگلستان کا وزیر اعظم ہو گیا۔

ہندوستان کی حالت

جس زمانہ میں - لارڈ ولزلی آیا تھا اُس وقت ہندوستان کی ملکی حالت اچھی نہ تھی - چاروں طرف شور و فساد برپا تھا - رعایا کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام نہ تھا - ہندوستان کے راجاؤں میں سے ٹیپو اور مرہٹے سب سے زیادہ طاقتور تھے - ٹیپو انگریزوں کا جانی دشمن تھا - فرانس اور انگلستان میں اس وقت قیامت کی جنگ ہو رہی تھی - نیپولین بونا پارٹ فرانس کا مشہور جنرل مصر میں تھا اور اُس نے ہندوستان پر حملہ کرنے کی غرض سے ٹیپو سے خط و کتابت کی تھی - ٹیپو نے افغانستان کے بادشاہ زمان شاہ سے بھی مدد کے لئے التجا کی تھی - ادھر نظام الملک بھی سرجان شور کے رویّہ کی وجہ سے بگڑ رہا تھا اور اس نے بھی فرانسیسی افسر اپنی فوج میں ملازم رکھے تھے - مرہٹے بھی چپکے چپکے ٹیپو سے میل کرنے کی فکر کر رہے تھے اور سیندھیا کے پاس اچھے لائق اور تجربہ کار فرانسیسی فوجی افسر ملازم تھے - نیپولین کی یہ خواہش تھی کہ وہ ہندوستان میں فرانسیسوں کا اقتدار

نئے سر سے قائم کرے۔ غرضیکہ ۱۷۹۸ء میں انگریز ایک بڑی آفت میں گرفتار تھے۔ لارڈ ولزلی نے آتے ہی جان لیا کہ اگر ٹیپو اور مرہٹے خود مختار رہے تو ہندوستان میں انگریزوں کے لئے آرام سے حکومت کرنا مشکل ہوگا۔ اس لئے اُس نے کمپنی کو سب سے زیادہ طاقتور بنانے کا ارادہ کرلیا۔

اسی زمانہ میں انگریزوں پر چڑھائی کرنے کی خاطر ٹیپو اور فرانسیسوں کے درمیان عہدنامہ ہوگیا۔ جب گورنر جنرل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ٹیپو سے کہا کہ فرانسیسوں سے دوستی نہ کرو۔ مگر ٹیپو نے نہ مانا اور لڑائی کی تیاری کرنے لگا۔ ایسی حالت میں مرہٹے اور نظام کب خاموش بیٹھنے والے تھے۔ اُدھر زمان شاہ شمالی ہند پر حملہ کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس نازک حالت کو دیکھ کر لارڈ ولزلی کو بڑی فکر ہوئی۔ لیکن اُس نے استقلال سے کام لیا اور جنگ کی تیاری کرنے لگا۔

نظام کے ساتھ صلح

اگر ایسے وقت میں لارڈ ولزلی بھی سر جان شور کی طرح مداخلت نہ کرنے کے اصول پر قائم رہتا تو انگریزی سلطنت کا ہندوستان میں قائم کرنا غیر ممکن ہو جاتا۔ لیکن وہ بڑا بہادر اور عالی حوصلہ حاکم تھا اور ڈائرکٹروں کے احکام کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا تھا۔ سلطنت انگلشیہ کی اغراض کے تحفظ اور ملک میں قیام امن کی خاطر اُس نے امدادی[1] طریقہ جاری کیا۔ وہ یہ کہ دیسی راجاؤں اور نوابوں کو لکھا کہ وہ فرانسیسوں کو نکال دیں اور اپنے ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے انگریزی فوجیں نوکر رکھیں اور اُس کا خرچ ادا کریں۔ طریق معاونت کے اصول کی رو سے ان راجاؤں کو یہ شرط بھی منظور کرنی پڑتی تھی کہ وہ بغیر انگریزی گورنمنٹ کی صلاح کے کسی دوسرے راجہ یا نواب سے جنگ و صلح نہ کریں گے اور اپنے ملک میں انگریز ریذیڈنٹ رکھیں گے۔ دوسرے لفظوں میں

---

[1] اس طریقہ کو انگریزی زبان میں سبسڈیٹری سسٹم (طریق معاونت) کہتے ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھیں انگریزوں کو اپنا بادشاہ
تسلیم کرنا ہوتا تھا۔ اس کے بدلے میں گورنر
جنرل نے وعدہ کیا کہ انگریزی سرکار ان
ریاستوں کی پوری طور پر مدد کریگی جو کہ اس
نئے جاری شدہ امدادی طریقہ کو اختیار کریں گی
گورنر جنرل نے یہ بھی کہا کہ ہم امن و امان سے
حکومت کرنے والوں کو پوری مدد دیں گے۔
یہ امدادی طریقہ در اصل کوئی خاص نیا طریقہ
نہ تھا۔ وارن ہیسٹنگز نے اودھ کے نواب شجاع
الدولہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن لارڈ
ولزلی نے اس قانون پر پورے طور پر عملدرآمد
کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی سلطنت ہمیشہ
کے لئے ہندوستان میں قائم ہو گئی۔ لارڈ ولزلی
نے سب سے پہلے نظام سے صلح کرنے کو کہا۔
نظام کی سلطنت بہت ہی خراب حالت میں
تھی وہ مرہٹوں اور ٹیپو دونوں سے ڈرتا
تھا۔ اُس نے فوراً امدادی فوج رکھنا اور صلح کرنا
منظور کر لیا۔ انگریزوں نے بھی اس کی حفاظت
کرنے کا اقرار کیا۔ نظام نے فرانسیسوں کو جو اُسکے
ہاں ملازم تھے برخاست کر دیا اور انگریزی

فوج بلالی یہ اقرار نامہ بھی لکھ دیا کہ وہ آئندہ کسی یورپین کو بلا انگریزوں کی اجازت کے نوکر نہ رکھے گا۔

میسور کی چوتھی لڑائی ۱۷۹۹ء

اب لارڈ ولزلی نے ٹیپو کو لکھا کہ جن شرطوں کو نظام نے منظور کیا ہے اُنھیں تم بھی منظور کر لو اور امدادی فوج کو رکھ لو۔ لیکن ٹیپو کب ماننے والا تھا وہ تو انگریزوں کا جانی دشمن تھا اور ساتھ ہی اس کو یہ بھی امید تھی کہ فرانس کی سرکار اُسکی مدد پر ہے۔ جو افسر گورنر جنرل کا پیغام لیکر اسکے پاس گیا۔ ٹیپو نے اُس سے ملاقات تک نہ کی۔ اب صلح ہونے کی کوئی امید نہ رہی اور لڑائی کا اعلان کر دیا گیا۔

گورنر جنرل نے ٹیپو کے ساتھ لڑنے کے لئے کافی سامان مہیّا کر لیا تھا۔ اعلان جنگ کرتے ہی ایک فوج مدراس سے جنرل ہیرس کے ساتھ اور دوسری بمبئی سے جنرل اسٹوآرٹ کے ہمراہ بھیجی گئی۔ نظام نے انگریزوں کی مدد کے لئے بیس ہزار سپاہی اپنے لڑکے کی ماتحتی میں بھیجے لیکن دراصل انکا کمانڈر انچیف گورنر جنرل کا بھائی کرنل ولزلی ہی تھا۔

ٹیپو کا پیچھے ہٹنا

ٹیپو نے پہلے بمبئی کی فوج پر حملہ کیا لیکن ہار گیا۔ اسکے بعد اُس نے کرناٹک کی فوج پر ملاوَلی کے مقام پر حملہ کیا۔ اس میں بھی شکست ہوئی اب دونوں انگریزی فوجوں نے اُسے دبایا اور اسکے دارالسلطنت سری رنگ پٹن میں اُسے گھیر لیا۔ اس شکست کی وجہ سے اُنسے بڑی پریشانی ہوئی اور اُس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ پاگل شخص کی طرح کام کرنے لگا۔ اور جتنے انگریز قیدی اُسکے یہاں تھے اس نے سب کو قتل کر دیا۔

سری رنگ پٹن کی بربادی

اب انگریزی فوج نے سری رنگ پٹن کا محاصرہ کیا جنرل بیارڈ نے جو ایک مرتبہ چار سال تک ٹیپو کے یہاں قید رہ چکا تھا۔ قلعہ پر گولہ باری کی ٹیپو کے سپاہی بڑی بہادری سے لڑے لیکن آخر انھوں نے شکست کھائی اور سلطان خود بھی لڑتا ہوا مارا گیا۔ تھوڑی دیر میں انگریزوں نے شہر کو فتح کر لیا۔

میسور کا انتظام

لڑائی میں فتح پانے کے بعد لارڈ وِلزلی نے میسور کے

انتظام کے بارہ میں غور کیا۔ اس وقت ٹیپو کے پاس میسور کے علاوہ مالابار اور کنارا کے اضلاع بھی تھے جنھیں اُس نے خود فتح کیا تھا۔ ان اضلاع کو ولزلی نے علٰحدہ کر دیا۔ اور میسور کی ریاست کا بقیہ ملک ایک پانچ سال کے چھوٹے لڑکے کو جو کہ اُس ہندو راجہ کے خاندان سے تھا۔ جسے معزول کرکے حیدر علی نے تخت چھین لیا تھا دے دیا گیا اس کا نام کرشن راجہ تھا۔ سلطنت کے انتظام کے واسطے ایک کمیٹی مقرر کی گئی اور پورنیا جو کہ ٹیپو کے یہاں محکمۂ مال کا افسر تھا۔ نئی ریاست کا دیوان بنایا گیا۔ ملک کا باقی حصّہ نظام اور انگریزوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ نظام کو شمالی حصّہ اور انگریزوں کو سمندر کے کنارے کا حصّہ ملا۔ مرہٹوں سے کہا گیا کہ اگر تم امدادی طریقہ کو منظور کرو تو تمھیں ملک کا کچھ حصّہ دیا جائے۔ لیکن انھوں نے اسے منظور نہ کیا۔ ٹیپو کے خاندان والوں کو بڑی بڑی پنشنیں دی گئیں اور وہ بلور کے قلعہ میں رہنے کے لئے بھیج دئے گئے۔

لڑائی کا نتیجہ اس طرح سے حیدر علی کی قائم

کی ہوئی میسور کی خود مختار سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ میسور کی فتح سے انگریزوں کی دھاک تمام ہندوستان میں بیٹھ گئی اور بہت سی دوسری دیسی حکومتیں بھی اُن کے قبضہ میں آگئیں۔ ٹیپو کے مارے جانے سے انگریزوں کی حالت دکن میں سنبھل گئی اور اور اب اُنھیں صرف مرہٹوں سے لڑنا باقی رہ گیا ملک کا کچھ حصہ مِل جانے سے انگریزی سلطنت بھی وسیع ہو گئی۔ جب اس فتح کا حال اہل انگلستان کو معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور سرکار انگلشیہ نے لارڈ ولزلی کو مارکوئس کا خطاب عطا کیا۔

ٹیپو سلطان

وفات کے وقت ٹیپو کی عمر پچاس سال کی تھی گو وہ اپنے باپ کی طرح لائق اور دور اندیش نہ تھا تاہم اپنے دوران حکومت میں اُس نے بڑی قابلیت اور ہوشیاری سے کام کیا۔ وہ خود تمام سلطنت کے کام کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کو شکست ایک خاص وجہ سے ہوئی وہ یہ کہ اس کو انگریزوں کی طاقت کا ٹھیک طور پر اندازہ نہ تھا وہ صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ اُس کے سب سے بڑے دشمن انگریز ہیں اس لئے اُس نے برخلاف

دیسی ریاستوں کے انگریزوں کے ساتھ کبھی صلح
نہ کی۔ جب لڑائی شروع ہوگئی تو وہ بہادری سے
لڑا اور کبھی پیچھے نہ ہٹا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی
کہ ٹیپو کے دوستوں نے اس کا ساتھ نہ دیا۔
فرانسیسی جن پر اُس کو بہت امید تھی اس کی
مدد کو نہ پہنچ سکے۔ مرہٹے بھی کشیدہ خاطر رہے
اور ٹیپو کو تنہا لڑنا پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ
اگر ٹیپو اور مرہٹے مل جاتے تو انگریزوں کی حکومت
اتنے تھوڑے عرصہ میں اور اتنی آسانی سے ہرگز
قائم نہ ہو جاتی اور مرہٹوں کو خود بھی اتنی مصیبتوں
کا سامنا نہ کرنا پڑتا جو کہ اُن کو بعد میں کرنا پڑا۔

نظام کے ساتھ نئی صلح

میسور کی لڑائی کے دو
سال بعد ملک کے اور بھی
حصے انگریزی سلطنت میں
ملا لئے گئے۔ نظام نے امدادی فوج کا خرچہ دینا
منظور کیا تھا۔ لیکن وہ نقد روپیہ نہ دے
سکتا تھا۔ اس نے التجا کی کہ نقد روپیہ کے
بدلے چند اضلاع دینے کی اجازت دی جائے
لارڈ ولزلی نے یہ بات مان لی اور ۱۸۰۰ء میں
نظام نے وہ علاقہ جو اُس کو میسور کی لڑائی میں

ملا تھا وقف کرکے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔

کرناٹک کا انتظام

کرناٹک کا نواب محمد علی جو انگریزوں کا دوست تھا۔ ۱۷۹۵ء میں فوت ہوگیا۔ اس کا انتظام اچھا نہیں تھا۔ اس نے سلطنت کا سارا روپیہ عیش و عشرت میں صرف کر ڈالا تھا اور اُس پر قرضہ بھی بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ محمد علی کی وفات کے بعد اس کا لڑکا عمدۃ الامرا نواب ہوا لیکن وہ بھی ۱۸۰۱ء میں انتقال کر گیا۔ اب لارڈ ولزلی نے کرناٹک کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور محمد علی کے رشتہ داروں کو بڑی بڑی پنشنیں دے کر علیحدہ کر دیا۔ ولزلی کے دل میں پہلے ہی غصہ تھا کیونکہ سری رنگ پٹن کی فتح کے وقت کچھ خطوط اُس کے ہاتھ ایسے لگے جن سے ولزلی کو شبہ ہوگیا کہ محمد علی اور اُسکا بیٹا دونوں دل سے ٹیپو کے طرفدار تھے۔

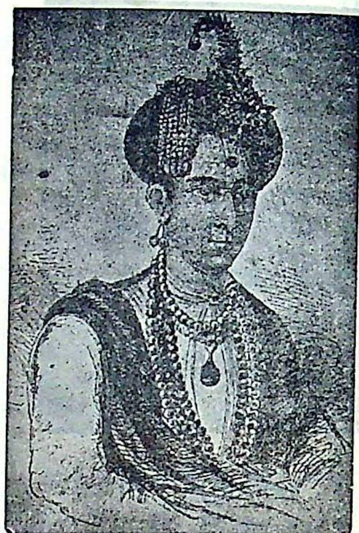
تنجور

تنجور کا ملک بہت سرسبز اور زرخیز ہے۔ اُس کو شیوا جی کے بھائی نے فتح کیا تھا اور تقریباً ۱۵۰ سال تک یہ علاقہ

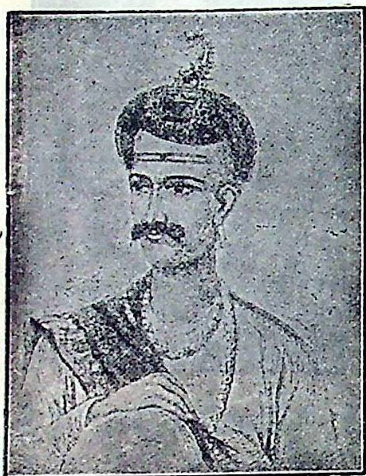
مرہٹوں کے قبضہ میں رہا۔ یہاں کا آخری حاکم بڑا بے رحم اور ظالم تھا۔ اس نے رعایا کو سخت تکلیف دی اور سلطنت کا انتظام خراب کر دیا۔ بہت سے لوگ تنجور چھوڑ کر چلے گئے اور دوسرے ضلعوں میں آباد ہو گئے۔ راجہ کے مرنے کے بعد دو شخص سلطنت کے دعوے دار ہوئے۔ لارڈ ولزلی نے یہ خیال کرکے کہ ان دونوں میں جھگڑا نہ ہو جائے۔ تنجور کو انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اور دونوں کی پنشنیں مقرر کر دیں۔ ان سب علاقوں کو ملا کر احاطہ مدراس کی بنیاد ڈالی گئی جس سے انگریزی سلطنت زیادہ وسیع ہو گئی۔

ولزلی اودھ

ملک اودھ میں بہت عرصہ سے انگریزوں کا اقتدار قائم تھا لارڈ ولزلی نے یہ سوچا کہ شمال و مغربی سرحد کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ لہذا اودھ میں امدادی فوج رکھنے کی تجویز کی۔ پہلے تو نواب راضی نہ ہوا لیکن جب لارڈ ولزلی نے خود لکھنؤ جاکر اس بات پر زور دیا تو وہ رضامند ہو گیا۔ اب انگریزی فوج اودھ میں



مادھو راؤ



نانا فرنویس



مہادا جی سیندھیا



رگھوبا



وارن ہیسٹنگز



لارڈ کارنوالس



سرجان شور



ٹیپو سلطان

میں بھیجی گئی اور نواب نے اس کا خرچ دینا منظور کر لیا۔ ان فوجی اخراجات کے لئے اس دوآبہ کے کچھ اضلاع انگریزوں کو دے دئے گئے۔ جن سے بعد میں گورکھپور اور روہیلکھنڈ کی کمشنریاں بنائی گئیں۔

اس طرح لارڈ ولزلی نے بہت سی دیسی حکومتوں کو کمپنی کا اقتدار تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ اب کمپنی کی شان اور طاقت بہت بڑھ گئی صرف مرہٹوں نے امدادی طریقہ کو منظور نہ کیا پس لارڈ ولزلی نے اُن سے جنگ کرنے کی تیاریاں کیں۔

باب ۱۶

ولزلی اور مرہٹے

پیشوا کی حالت

جس وقت لارڈ ولزلی ہندوستان آیا تو اُس وقت انگریزوں کے طاقتور دشمن دو ہی تھے ایک ٹیپو

اندور
بردواہ
دریاے نربدا
دریاے تاپتی
ارگاوں
دامن
اسائی
ناسک
اورنگ آباد
احمد نگر
اسی
کلیان
سالستی
بمبئی
پونا
راجگڑھ
راے گڑھ
ستارا
شولاپور
دریاے بھیما
بیجاپور
دریاے کرشنا
کولاپور
سنہ ۱۸۰۳ع
مرہٹوں کی دوسری لڑائی
میلوں کا پیمانہ
۵۰ ۱۰۰

اور دوسرے مرہٹے - ٹیپو کی طاقت کا تو اب خاتمہ ہو چکا تھا مگر مرہٹوں کی طاقت ابھی کم نہ ہوئی تھی. مہادا جی سیندھیا گنگا اور جمنا دو آبہ میں سب سے زیادہ زبردست اور طاقتور سردار تھا - دہلی اور آگرہ اس کے قبضہ میں تھے. بھونسلہ راجہ کے قبضہ میں برار سے لے کر اُوڑیسہ تک تمام ملک تھا - گجرات اور کاٹھیا واڑ کا علاقہ گائیکوار دبائے بیٹھا تھا اور پیشوا کے علاقہ میں سورت اور پونا وغیرہ شامل تھے اور اسکی حدود ریاست کے ایک طرف میسور اور دوسری طرف نظام الملک کی ریاست تھی. گو مرہٹہ سرداروں کی متحدہ طاقت بہت زیادہ تھی لیکن بد قسمتی سے اس وقت ان میں باہمی تنازعات پیدا ہو رہے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر میں اُن کو اُنھیں کا شکار ہونا پڑا - ۱۸۰۰ء میں نانا فرنویس کا انتقال ہو گیا - وہ ایک تجربہ کار اور قابل منتظم تھا تمام مرہٹہ سردار اس کی لیاقت اور دور اندیشی کی وجہ سے اُس کی عزت کرتے تھے اور اس کا حکم مانتے تھے - اُس کے مرتے ہی مرہٹوں کے گروہ میں زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے

مرہٹہ گروہ میں اس وقت سب سے زبردست دولت راؤ سیندھیا اور جسونت راؤ ہولکر تھے۔ ان دونوں میں بڑی دشمنی تھی۔ اب نانا فرنویس کی وفات کے بعد دونوں کی خواہش تھی کہ پونا پر قابض ہوجائیں اور پیشوا کی جگہ اپنا اقتدار قائم کریں۔ پیشوا باجی راؤ دوئم بالکل نکما آدمی تھا۔ ہلکر ایک بڑی فوج لے کر پونا پر چڑھ آیا اور اجین کو جو سیندھیا کی سلطنت میں تھا لوٹتا ہوا پونا پہنچا۔ سیندھیا پیشوا کی مدد کے لئے اپنی فوج لے کر پونا آیا مگر ہلکر نے ۱۸۰۲ء میں دونوں کو پونا کی لڑائی میں شکست فاش دی۔ باجی راؤ بھاگ کر بسین چلا گیا اور اس نے انگریزوں سے مدد مانگی۔

بسین کا عہدنامہ ۱۸۰۲ء

میسور کی چوتھی لڑائی ختم ہونے کے بعد لارڈ ولزلی نے باجی راؤ پیشوا سے کہا کہ تم امدادی قانون کو منظور کرلو۔ فرانسیسوں کو نکال دو اور اپنی حفاظت کے لئے انگریزی فوج رکھ لو۔ لیکن اس وقت وہ راضی نہ ہوا اور سلطنت میسور کا ایک تہائی حصہ لینا بھی منظور نہ کیا۔ اب ہلکر سے شکست کھانے پر۔ اس کو

انگریزوں کی مدد کے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔ ۱۸۰۲ء
میں بسین کے قلعہ میں پیشوا نے عہد نامہ لکھا
اور اقرار کیا کہ میں امدادی فوج اپنی حفاظت
کے لئے رکھوں گا۔ کسی دوسرے یورپین کو ملازم
نہ رکھوں گا اور نہ کسی دوسری سلطنت سے گورنمنٹ
انگریزی کی بلا اجازت جنگ و صلح کرونگا۔ فوجی
اخراجات کے لیئے اُس نے کچھ اضلاع بھی انگریزوں
کو دے دئے۔ جو اب احاطہ بمبئی میں شامل ہیں۔
گورنر جنرل کا بھائی سر آرتھر ولزلی پیشوا کو لے کر
پونا گیا اور تخت پر بٹھایا۔ ہلکر چپ چاپ اندور
چلا گیا۔

مرہٹوں کی دوسری لڑائی ۱۸۰۳ء

جب بسین کے عہد نامہ
کا حال دوسرے مرہٹہ
سرداروں کو معلوم ہوا تو
وہ بہت متوحش ہوئے۔ سیندھیا نے کہا کہ اس
عہد نامہ نے تو میری عزت خاک میں ملا دی۔ بھونسلہ
راجہ بھی بہت ناراض ہوا۔ ان کا تو خیال تھا کہ
وہ انگریزوں کی نسبت پولیٹکل طاقت اور فوجی طاقت
کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہیں مگر اس عہد نامہ کی
وجہ سے باجی راؤ نے پیشوا کی طاقت کو انگریزوں کے

زیر کردیا۔ چنانچہ انگریزوں کے ساتھ جنگ کرنے
کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سیندھیا اور بھونسلہ
دونوں نے آپس میں عہد کرلیا۔ لیکن ہولکر کے
دل میں ابھی تک حسد کی آگ سُلگ رہی تھی۔ اُسکو
ذاتی خود غرضی نے اتنا دبا رکھا تھا کہ وہ سیندھیا
کے ساتھ شامل ہونے کے لئے ہرگز تیار نہ تھا۔
چنانچہ وہ اور گائیکواڑ علیحدہ رہے۔ سیندھیا اور
بھونسلہ کی فوجیں جنوب کی طرف روانہ ہوئیں ادھر
سے ولزلی نے بھی بڑے پیمانہ پر تیاری کی۔

ارگاؤں اور اسئی کی لڑائیاں

لڑائی کے دو میدان
تھے (۱) دکن (۲) شمالی
ہندوستان۔ جنرل لیک نے
اپنی فوج کے ساتھ شمالی ہند کی طرف کوچ
کیا۔ کرنل آرتھر ولزلی اور اسٹیونس دکن کی
جانب روانہ ہوئے۔ ۲۳ ستمبر ۱۸۰۳ء میں اسئی
کے مقام پر جو نظام کی سلطنت میں تھا دونوں
فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ کرنل ولزلی کے پاس
چار ہزار سات سو سپاہی تھے جن میں ایک
ہزار پانچ سو انگریز تھے۔ مرہٹے بڑی بہادری
سے لڑے۔ لیکن اُن کو شکست ہوئی۔ سیندھیا

اور بھونسلا لڑائی کا میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹے مگر کرنل اسٹیونسن نے ان کا تعاقب کیا۔ انگریزوں کو کامل فتح نصیب ہوئی۔ لیکن ان کے بہت سے فوجی سپاہی کام آئے۔

ادھر جنرل لیک نے سیندھیا کے علاقہ شمالی ہندوستان میں علی گڑھ کا قلعہ لے لیا اور دہلی پر حملہ کیا۔ آگرہ کو بھی فتح کر لیا۔ اس طرح دہلی اور آگرہ مرہٹوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ لارڈ لیک جب دہلی کے قلعہ میں داخل ہوا تو مغل بادشاہ شاہ عالم کو بڑی خراب حالت میں پایا۔ انگریزوں نے بادشاہ کے ساتھ بڑی مہربانی کا برتاؤ کیا۔ اس کی پنشن مقرر کر دی اور اُسے اُس کے پرانے محلوں میں رہنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد جنرل لیک نے مرہٹوں کو لاسواری کے مقام پر جو الور کی ریاست میں ہے پھر شکست دی۔

لیکن لڑائی کا ابھی خاتمہ نہ ہوا۔ کرنل ولزلی نے بھونسلا کی فوج کو اسی سال ارگاؤں کے مقام پر جو برار میں ہے شکست دی۔ اور گوالگڑھ کا مشہور قلعہ فتح کر لیا۔ سیندھیا اور بھونسلا جب

دونوں پسپا ہو گئے تو صلح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

سیندھیا اور بھونسلا سے صلح

لڑائی ختم ہو گئی۔ سیندھیا نے ارجن گاؤں کے مقام پر صلح نامہ لکھ دیا۔ اُس نے جمنا کے شمال و مغرب کا کُل ملک اور احمد نگر اور بھڑوچ کے اضلاع انگریزوں کے حوالے کر دئے اور اقرار کیا کہ دوسرے راجاؤں کے معاملات میں مداخلت نہ کرونگا بھونسلا نے دیو گاؤں میں صلح کر لی۔ اس نے مشرق میں کٹک اور مغرب میں برار کا ملک انگریزوں کو دے دیا اور امداد قانون کی تمام شرائط منظور کر لیں۔

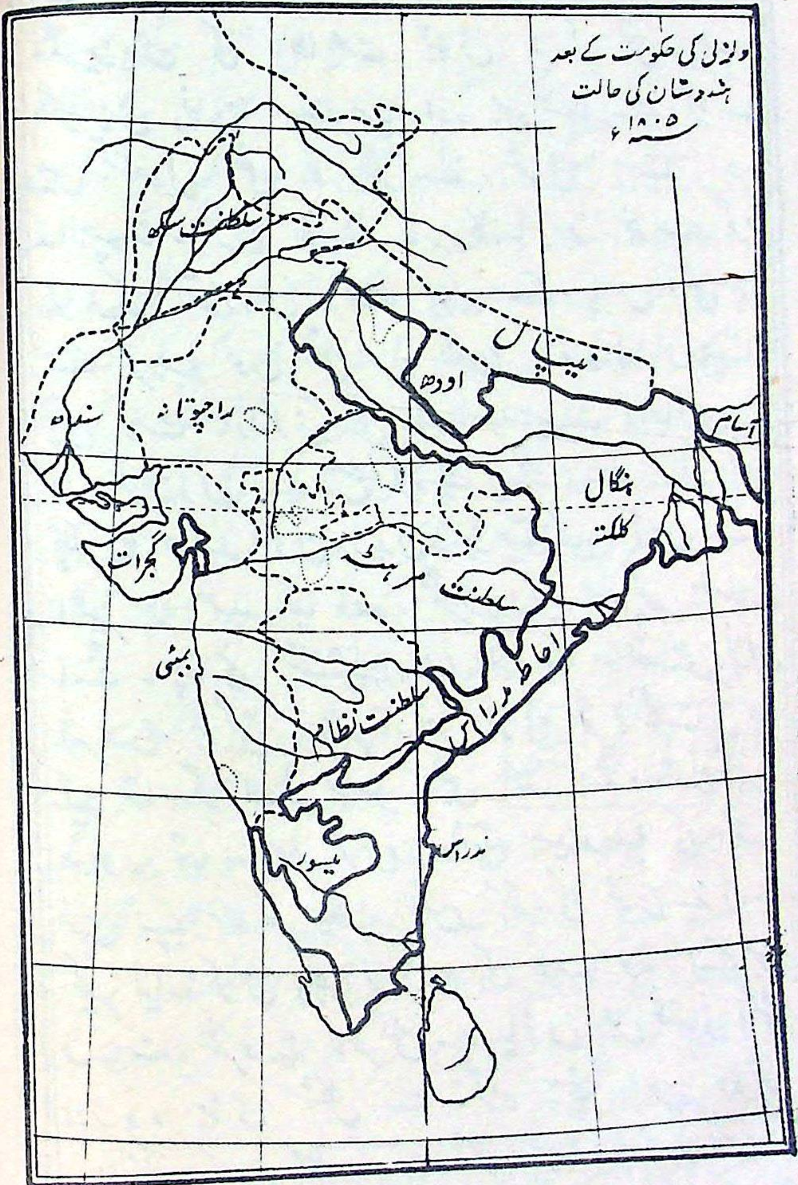
لڑائی کا نتیجہ

مرہٹوں کی شکست پر انگریزوں کا قبضہ قریب قریب ہندوستان کے سب حصوں پر ہو گیا۔ بہت سے راجپوت راجاؤں نے بھی انگریزوں سے صلح کر لی۔ اب انگریزی سلطنت زیادہ وسیع ہو گئی اور چاروں طرف انگریزوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

مرہٹوں کی تیسری لڑائی ۱۸۱۷ء تا ۱۸۱۸ء

مرہٹوں میں سے

اب صرف ہلکر باقی رہ گیا جس نے اب تک انگریزوں کی اطاعت قبول نہ کی تھی۔ جب انگریزی فوج سیندھیا اور بھونسلا سے لڑنے میں مشغول تھی تو ہلکر نے شمالی ہند اور راجپوتانہ میں لوٹ مار کا بازار خوب گرم کر رکھا تھا اس وقت اس کے پاس اسّی ہزار کے قریب فوج تھی۔ یہ فوج مالوہ اور راجپوتانہ میں لوٹ مار کرتی تھی۔ اور راجپوت راجاؤں پر جو انگریزوں سے صلح کر چکے تھے حملے کرتی تھی۔ ہلکر کا حوصلہ دن بدن بڑھتا گیا۔ اُس نے اجمیر پر حملہ کیا اور انگریزوں سے کچھ اضلاع مانگے۔ چنانچہ ۱۸۰۴ء میں ہلکر کے ساتھ بھی لڑائی شروع ہو گئی۔ سر آرتھر ولزلی تو انگلستان چلا گیا تھا مگر لارڈ لیک ابھی تک ہندوستان میں موجود تھا۔ پہلے کرنل مونسن سیندھیا کی ایک فوج کے ساتھ چلا۔ لیکن ہلکر کی فوج نے اُسے گھیر لیا۔ کرنل گھبرا کر آگرہ کی طرف لوٹا۔ اتنے میں برسات شروع ہو گئی۔ دریاؤں میں طغیانی آگئی اور وہ بڑی مشکل سے آگرہ پہنچا۔ اس واقعہ نے ہلکر کے حوصلے کو اور بھی بڑھا دیا۔ اب اُس نے


ولزلی کی حکومت کے بعد
ہندوستان کی حالت
سنہ ۱۸۰۵ء
سلطنت سکھ
نیپال
اودھ
راجپوتانہ
سندھ
آسام
بنگال
کلکتہ
گجرات
مرہٹہ
سلطنت
احاطہ مدراس
بمبئی
سلطنت نظام
مدراس
میسور

متھرا پر حملہ کیا اور پھر دہلی پر چھاپا مارا مگر شکست کھائی۔ دہلی سے ہلکر بھرت پور کی طرف چلا گیا۔ وہاں کے راجہ نے اس کی مدد کی۔ ڈیگ کے مقام پر ۱۸۰۴ء میں سخت لڑائی ہوئی۔ لیک نے ہلکر اور راجہ بھرت پور کو شکست دی۔ ہلکر اپنے ملک کو بھاگ گیا۔

بھرت پور کا محاصرہ

ہلکر کو شکست دینے کے بعد لیک نے بھرت پور پر چڑھائی کی۔ بھرت پور کا قلعہ مٹی کا بنا ہوا تھا۔ اور ہندوستان کے سب قلعوں سے زیادہ مضبوط خیال کیا جاتا تھا۔ لیک نے کئی مرتبہ اس کو فتح کرنے کی کوشش کی مگر بھرت پور کے جاٹوں نے انگریزی فوج کو پیچھے ہٹا دیا۔ آخر لیک قلعہ کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہوا اور ساڑھے تین مہینے کی لڑائی کے بعد راجہ بھرت پور نے انگریزوں سے صلح کر لی۔

ولزلی کا استعفاء

ولزلی سے کمپنی کے ڈائرکٹر مطمئن نہ تھے وہ مزاج کا بہت سخت تھا اور ڈائرکٹروں کے حکم کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا اس لئے اس نے ۱۸۰۵ء میں

استعفا دے دیا اور انگلستان واپس چلا گیا۔
انگلستان میں وارن ہیسٹنگز کی طرح ولزلی پر بھی مقدمہ چلانے کی کوشش کی گئی مگر اسکے مخالفوں کو اس میں کامیابی نصیب نہ ہوئی بلکہ آخر میں کمپنی نے اس کی خدمات کے عوض میں ولزلی کو ۲۰ ہزار پونڈ نذر کئے۔

ولزلی کی طرز حکومت کا نتیجہ

جس زمانہ میں ولزلی ہندوستان میں آیا تھا کمپنی کی حالت اچھی نہ تھی۔ چاروں طرف اُس کے دشمن لڑنے کو تیار تھے۔ ولزلی نے بڑی بہادری کے ساتھ ایک ایک کو نیچا دکھایا آخر انگریزوں کو وہ اپنا شہنشاہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ میسور کی خود مختاری کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ مرہٹہ سرداروں نے بھی انگریزوں کی ماتحتی قبول کر لی۔ سورت۔ تنجور اور کرناٹک انگریزی علاقہ میں شامل ہو گئے۔ ولزلی کی فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی سلطنت کی وسعت پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ گئی اور وہ اب ہندوستان میں سب سے بڑی سلطنت شمار ہونے لگی۔ انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے

قابل کوئی راجہ یا نواب ہندوستان میں نہ رہا۔ فرانسیسوں کا قلع قمع ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے انکی طاقت کو زائل کر دیا گیا۔

باب ۱۷

لارڈ کارنوالس پانچواں گورنر جنرل

اور

سر جارج بارلو

۱۸۰۵ء و ۱۸۰۷ء

کارنوالس

ولزلی کے استعفاء دینے پر لارڈ کارنوالس جو پہلے ہندوستان کا گورنر جنرل رہ چکا تھا۔ دوبارہ گورنر جنرل کے عہدہ پر مامور کیا گیا۔ اس نے انگلستان میں لارڈ ولزلی کی طرز حکومت پر بڑی نکتہ چینی کی تھی چنانچہ

ہندوستان میں آتے ہی ولزلی کے انتظامات کو روکنے کی خواہش ظاہر کی - اصل میں فطرتاً وہ بڑا امن پسند شخص تھا اور اُس کی یہ پختہ رائے تھی کہ کمپنی کو تجارت کی ترقی سے غرض ہونی چاہیئے لیکن دیسی راجاؤں کے جھگڑوں میں پڑنا اس کا کام نہیں ہے - چنانچہ کارنوالس نے اس حکمت عملی کے بموجب کام کیا - اس نے فوراً ہی لارڈ لیک کی مخالفت کے باوجود ہلکر سے صلح کرنے کی تیاری کر دی -

لیکن چونکہ کارنوالس بہت ضعیف ہو گیا تھا اُس کی عمر قریب ستر سال کے تھی اور اس کی صحت بھی خراب ہوتی جاتی تھی ان وجوہ سے وہ اپنے ارادوں کو بام تکمیل تک نہ پہنچا سکا اور غازی پور میں ۵ - اکتوبر ۱۸۰۵ء کو اُس جہان سے کوچ کر گیا - اگر وہ زندہ رہتا تو ولزلی کے طرز حکومت کو بالکل بدل دیتا اور کمپنی کو غالباً بہت نقصان پہنچتا -

سر جارج بارلو
۱۸۰۵ء و ۱۸۰۷ء

لارڈ کارنوالس کے بعد کونسل کا سب سے بڑا ممبر سر جارج بارلو تھوڑے زمانہ کے لئے گورنر جنرل کے

عہدہ پر مقرر کیا گیا۔ کارنوالس کی طرح وہ بھی دیسی ریاستوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کارنوالس کی پالیسی کو سامنے رکھ کر اُس نے لارڈ لیک کے منع کرنے کے باوجود ہلکر سے صلح کرلی اور سیندھیا کو خوش کرنے کی غرض سے اُس نے گوالیار اور گوہد کے قلعے واپس کر دیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹے پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر حملے کرنے لگے اور اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہوئے۔

ویلور کا غدر

ویلور کا بلوہ سرجارج بارلو کے دورانِ حکومت میں ایک مشہور واقعہ ہے۔ فوج میں ایک نیا حکم جاری کیا گیا[۱] کہ ہندوستانی سپاہیوں کو ایک نئی طرح کی پگڑی باندھنی پڑیگی اور ماتھے پر تلک لگانا بھی ممنوع ہوگا سپاہیوں کو یہ خیال ہوگیا کہ سرکار انگریزی اُن کو عیسائی بنانا چاہتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ٹیپو سلطان

---

[۱] کئی ایک مورخین کی یہ رائے ہے کہ یہ نیا حکم لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر مدراس کی صلاح سے جاری کیا گیا تھا۔ اسی لئے ڈائرکٹروں نے سپہ سالار سرجان کریڈک اور گورنر ولیم بنٹنگ دونوں کو واپس انگلستان بلا لیا۔

کے لڑکے اور اُن کے ملازم جو قلعہ ویلور کے اندر رہتے تھے وہ بھی سپاہیوں کو بھڑکانے میں حصّہ لینے لگے۔ سپاہیوں نے ایک سو تیرہ گورے افسراور سپاہیوں کو ہلاک کر دیا مگر جھگڑا زیادہ بڑھنے نہ پایا کہ فوراً فرو کر دیا گیا۔ ٹیپو کے لڑکے کلکتہ بھیج دئے گئے اور وہاں اُن کی پہلے سے زیادہ نگرانی ہونے لگی۔ ۱۸۰۷ء میں سر جارج بارلو مدراس کا گورنر مقرر ہوا اور اسکی جگہ لارڈ منٹو انگلستان سے گورنر جنرل ہو کر آیا۔

باب ۱۸

لارڈ منٹو

۱۸۰۷ء سے ۱۸۱۳ء تک

لارڈ منٹو نے بھی کارنوالس اور سر جارج بارلو کی حکمت عملی کو جاری رکھا۔ اس نے دیسی رئیسوں کے باہمی فتنہ و فساد میں کچھ بھی دخل نہ دیا۔ وسطی

ہندوستان میں لڑائیاں ہونے لگیں اور مرہٹے پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو پریشان کرنے لگے۔ بندیلکھنڈ کے سرداروں نے سر اُٹھایا۔ لیکن لارڈ منٹو نے ایک فوج بھیج دی جس نے ان کو خاموش کر دیا اور کالنجر وغیرہ اُن کے دو ایک قلعے بھی فتح کر لئے۔

فارین پالیسی اور ممالک غیر سے میل

لارڈ منٹو قوانین سیاسی میں خوب ماہر تھا اور اپنے دوران حکومت میں اس نے اپنی قابلیت کا پورا ثبوت دیا۔ اس نے بغیر لڑائی لڑنے کے نہ صرف ملک میں امن و امان قائم رکھا بلکہ کمپنی کے پولیٹکل تعلقات کا دائرہ بھی بہت وسیع کر دیا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ گو فرانسیسی جرنیل نپولین نے ۱۸۰۰ء کے قریب مصر کی راہ سے ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا تھا تاہم فرانس کی طرف سے انگریزوں کو ابھی تک خطرہ باقی تھا۔ اب ۱۸۰۷ء میں نپولین نے اپنی توجہ ایران کی طرف پھیری اور اُس نے شاہ ایران کے پاس اپنے ایلچی روانہ کئے۔ ادھر لارڈ منٹو نے اُس کے اثر کو روکنے کی غرض سے مالکم کو سفیر بنا کر شاہ

ایران کے دربار میں بھیجا اور وہاں کے فرمانروا کے ساتھ انگریزوں کا عہد نامہ ہوگیا جس میں یہ قرار پایا کہ وہ اپنے ملک کے راستے سے کسی یورپی فوج کو نہ نکلنے دیگا۔ اسی طرح الفنسٹن کو سفیر بناکر کابل روانہ کیا گیا اس نے شاہ شجاع کے ساتھ عہد و پیمان کیا۔ تیسرا سفیر سندھ گیا جس نے امرائے سندھ کے ساتھ ایک اسی طرح کا عہدنامہ کیا اور چوتھا سفیر مٹکاف پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں آیا۔ ۱۸۰۹ء میں جب روس اور فرانس میں جنگ چھڑ گئی اور جب نپولین کا لشکر روس کے برفانی علاقوں میں تباہ ہوگیا تو اُسکو مجبوراً واپس ہونا پڑا اس وقت لارڈ منٹو کا خوف جاتا رہا لیکن ان عہدناموں کا اثر برٹش گورنمنٹ کی تاریخ پر بہت پڑا جس کا ذکر موقع موقع پر اس کتاب میں کیا جائے گا۔

رنجیت سنگھ کا عروج

۱۷۱۶ء میں بندہ بہادر کے قتل کئے جانے کے بعد سکھوں کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی پنجاب کے حاکم میر معین الملک نے اس فرقہ پر بڑا سخت تشدد شروع کردیا تھا۔

سینکڑوں سکھ پنجاب چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو باقی رہ گئے وہ سکھ دھرم کے ظاہری نشانات چھوڑ کر ہندوؤں میں رل مل گئے۔ مگر ان کے دل میں رنج اور غصّہ موجود تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف موقع کی تاک میں تھے۔ چنانچہ ۱۷۳۸ء کے بعد جب نادر شاہ اور اس کے پیچھے احمد شاہ ابدالی کے مسلسل حملوں کی وجہ سے پنجاب کی حالت نہایت ہی ابتر ہو گئی تو سکھوں نے پھر سر اُٹھایا اور رفتہ رفتہ ملک کے کثیر حصّہ میں اپنا اقتدار جما لیا۔

اس وقت سکھوں کے بارہ سر بر آوردہ سردار تھے اور ان میں سے ہر ایک پنجاب کے کسی نہ کسی حصّہ پر حکمراں تھا۔ ان بارہ مثلوں کا حال یہاں پر درج کرنا بے فائدہ ہوگا اسلئے صرف سکر چکیہ مثل کا جس میں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ ہوئے ہیں مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔ اس مثل کا اوّل مشہور سردار چڑت سنگھ ہوا ہے۔ یہ بڑا جوانمرد اور عالی ہمّت شخص تھا۔ گجرانوالہ کو اس نے اپنا صدر مقام بنایا اور رفتہ رفتہ اِدھر اُدھر کا بہت سا

علاقہ فتح کرلیا۔ ۱۷۷۴ء میں جب یہ مر گیا تو
اس کا لڑکا مہان سنگھ گدّی پر بیٹھا۔ یہ بھی
اپنے باپ کی طرح بڑا بہادر اور دلیر ثابت ہوا۔
اور اپنی مثل کے مقبوضات کو اس نے بہت ہی
وسعت دی۔ آخر ۱۷۹۲ء میں بھنگی مثل کے
سرداروں سے لڑتا ہوا میدان جنگ میں مارا
گیا اور اسی سال اس کا لڑکا رنجیت سنگھ بارہ
برس کی عمر میں شکرّچکیہ مثل کا سردا بنا۔
رنجیت سنگھ کی شادی کنھیا مثل کے سردار
جے سنگھ کی پوتی سے ہوئی جس سے اس کی طاقت
بہت بڑھ گئی۔

۱۷۹۹ء میں شاہ زمان والئے کابل سے
فرمانِ شاہی حاصل کرکے رنجیت سنگھ نے بھنگی
مثل کے سرداروں کو نکال کر لاہور پر قبضہ
کرلیا اور آہستہ آہستہ باقی مثلوں کو بھی یہ
اپنے تحت میں لے آیا۔ جب ان سے فراغت
پائی تو مسلسل لڑائیوں کے بعد ملتان۔ کشمیر۔
ڈیرہ جات اور پشاور کو مطیع کیا۔ غرضیکہ بائیس
سال کے عرصہ میں تمام پنجاب کشمیر اور پشاور
کا مالک بن گیا۔

عہد نامہ امرتسر ۱۸۰۹ء

اسی اثناء میں جب رنجیت سنگھ نے دریائے ستلج کے پار کی جانب سکھ مثلوں پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو ان ریاستوں نے اپنے آپ کو کمزور پاکر انگریزوں سے مدد مانگی۔ چنانچہ لارڈ منٹو نے انگریزی سلطنت اور رنجیت سنگھ کے علاقہ کے درمیان ایک انگریزوں کے زیر محافظت سکھ ریاست قائم کرنے کی تدبیر کو مناسب خیال کیا اور ان سرداروں کو مدد دینی منظور کرلی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سر چارلس مٹکاف کی زیر سفارت رنجیت سنگھ اور انگریزوں کے درمیان ۱۸۰۹ء میں امرتسر کے مقام پر ایک عہد نامہ ہوا۔ جس کی رو سے دونوں سلطنتوں میں دریائے ستلج حدِ فاصل قرار پایا اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ طریقہ سے رہنے لگے۔ اس عہد نامہ سے انگریزوں کو بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ اُن کے رسوخ کا دائرہ فوراً ہی دریائے جمنا سے بڑھ کر دریائے ستلج یعنی پنجاب کی حدود تک پہنچ گیا۔

فرانسیسوں کے مقبوضات پر قبضہ

۱۸۱۰ء کے بعد جب

نپولین کی طرف سے خطرہ دور ہو گیا تب لارڈ منٹو نے فرانسیسی مقبوضات کی طرف اپنی توجہ پھیری فرانسیسی جزائر ماریشس کو ایک جنگی بیڑا روانہ کیا گیا اور ماریشس اور اُس کے ماتحت جزائر کو انگریزوں نے اپنے قبضے میں کر لیا۔

باب ۱۹

لارڈ ہیسٹنگز

سنہ ۱۸۱۳ء سے سنہ ۱۸۲۳ء تک

کمپنی کا نیا فرمان

سنہ ۱۸۱۳ء میں کمپنی کو نیا فرمانِ شاہی مِلا۔ پہلا فرمان کمپنی کو انگلستان کی ملکۂ الزبتھ نے اس کی بنیاد ڈالتے وقت دیا تھا۔ جب سنہ ۱۷۷۳ء میں ریگولیٹنگ ایکٹ پاس ہوا اور انگلستان کی سرکار نے کمپنی کو روپیہ قرض دیا تو یہ بات قرار پائی کہ ہر بیسویں برس کمپنی کو نیا فرمان لینا پڑے گا۔

چنانچہ اسی اصول پر ۱۷۹۳ء میں بھی ایک فرمان
ملا تھا۔ جس سے کمپنی کے انتظام میں کچھ
تھوڑی تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ لیکن اب کمپنی
کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ پہلے کمپنی کا کام
صرف تجارت کرنا تھا اور کمپنی کے منیجر بھی
تجارت کی ترقی کا خاص طور سے خیال رکھتے
تھے۔ لیکن لارڈ ولزلی کے وقت میں کمپنی کا بہت
سے علاقوں پر قبضہ ہو گیا اور بہت سے دیسی
راجہ اُس کے ماتحت ہو گئے لہذا انگلستان کے
لوگوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کمپنی کے پاس
ملک بہت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اس کو
رعایا کے آرام و حفاظت کا انتظام کرنا چاہئے۔
اور کمپنی کے سوا دوسرے لوگوں کو بھی تجارت
کرنے کی اجازت ملنی چاہئے۔ اس سے پیشتر کمپنی
کے علاوہ کسی انگریز سوداگر کو ہندوستان میں
تجارت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کمپنی کے اراکین
نے اس حکم کی مخالفت کی لیکن اسکی ایک نہ چلی۔
ان کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور یہ حکم ہو گیا کہ جس کا جی
چاہے ہندوستان میں تجارت کرے۔ البتہ چین کے
ساتھ تجارت کرنے کا ٹھیکہ ابھی تک کمپنی ہی کے ہاتھ

ہیں رہا۔ اس وقت یہ بھی سوال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے باشندوں کی تعلیم کا انتظام کرنا کمپنی کا پہلا فرض ہے۔ اس امر پر بھی اختلاف رائے کا اظہار کیا گیا۔ لیکن بہت بحث مباحثہ کے بعد ایک لاکھ کے قریب روپیہ ہندوستانیوں کی تعلیمی ترقی کے لئے منظور کیا گیا۔

لارڈ ہیسٹنگز

اس وقت لارڈ ہیسٹنگز ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ وہ بڑا بہادر اور دور اندیش تھا۔ اس نے نو سال تک بڑے پُر آشوب زمانہ میں قابلیت کے ساتھ کمپنی کی حکومت کا انتظام کیا۔ اس نے آتے ہی دیکھا کہ ہندوستان میں بڑی بےچینی پھیل رہی ہے۔ شمال اور جنوب میں پنڈاری لوٹ مار کر رہے ہیں اور وسط ہند میں مرہٹے لڑنے کے لئے تیار ہیں اس کے علاوہ کئی اور دیسی ریاستیں بھی آپس میں لڑا جھگڑا کرتی ہیں پس اُس نے آتے ہی ڈائرکٹروں کو لکھا کہ اگر اس وقت ولزلی کا طرز عمل اختیار نہ کیا جائیگا تو انگریزی حکومت پر زوال آجائیگا۔ انگلستان کی سرکار اور ڈائرکٹروں کو لارڈ ہیسٹنگز کی قابلیت پر

پورا اعتماد تھا۔ اُنھوں نے اس کو اس بات کا پورا اختیار دے دیا کہ وہ کمپنی کی حکومت کے تحفظ اور ترقی کے لئے ضروری اور مفید تدبیر کو عمل میں لے آئے۔

گورکھوں کی لڑائی

گورکھے پہاڑی قوم سے ہیں۔ ان لوگوں کا وطن نیپال ہے۔ جو ہندوستان اور تبت کے درمیان ہمالیہ پہاڑ میں واقع ہے۔ نیپال کی ریاست چودھویں صدی میں قائم ہوئی تھی مگر تین سو سال کے عرصہ میں ان کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ لارڈ ہیسٹنگز کے آنے سے کچھ دن پہلے انھوں نے اپنا رُخ ہندوستان کی جانب کیا تھا۔ بٹوَل اور شورَاج نامی دو گاؤں کو جو اودھ کے شمال میں تھے چھین لئے تھے یہ گاؤں انگریزی علاقہ میں شامل تھے ان سے کہا گیا کہ ان کو واپس کر دو۔ لیکن انھوں نے انکار کیا اور تھوڑے دن بعد اٹھارہ انگریزی افسروں کو قتل کر ڈالا۔ اس پر انگریزوں نے اعلان جنگ کر دیا اور لڑائی فوراً شروع ہو گئی۔

لارڈ ہیسٹنگز نے چار فوجوں کو چار سپہ سالاروں

کے ماتحت چار مختلف مقامات پر حملہ کرنے کی غرض سے نیپال کی طرف روانہ کیا۔ نیپال پہاڑی ملک ہے وہاں جنگی سامان کا لے جانا بہت مشکل تھا اس لئے بھاری توپیں نہ جا سکیں۔ گورکھے بڑی دلیری سے لڑے اور کمپنی کی تین فوجوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ لیکن چوتھی فوج جس کا سپہ سالار اختر لونی صاحب تھا گورکھوں کو بار بار شکست دیتی ہوئی ان کے دارالسلطنت کٹھمنڈو تک پہنچ گئی۔ ۱۸۱۵ء میں اختر لونی نے ملاؤن کا قلعہ فتح کر لیا اور گورکھوں کو گڑھوال کے ضلع سے نکال دیا۔ اب تو گورکھے صلح کرنے پر مجبور ہو گئے اور سگولی میں انھوں نے ۱۸۱۶ء میں صلح نامہ لکھ دیا۔

سگولی کا صلحنامہ اس صلحنامہ کے مطابق گورکھوں نے جو گاؤں فتح کر لئے تھے اُنھیں واپس کرنے کا اقرار کیا اور کمایوں کا ضلع انگریزوں کو دے دیا۔ جس میں شملہ۔ منصوری۔ نینی تال وغیرہ انگریزوں کے مشہور صحت افزا مقامات ہیں۔ نیپال کے راجہ نے اپنے یہاں ایک انگریز رزیڈنٹ رکھنا بھی قبول کیا

اُس وقت سے نیپال کا راجہ ابتک انگریزوں کا دوست ہے۔ اسی وقت سے گورکھے انگریزی فوج میں بھرتی ہوگئے ہیں اور بڑے بہادر اور دلیر سپاہیوں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم میں گورکھوں نے بڑی بہادری دکھائی اور کئی مقامات میں دشمنوں کو پسپا کیا۔

وسطی ہندوستان اور پنڈاروں کا گروہ

لارڈ ہیسٹنگز جب آیا اس وقت تک پنڈاروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ پنڈارے لٹیرے تھے۔ یہ لوگ کسی خاص قوم کے نہ تھے بلکہ سب قوموں کے بدمعاش اور لٹیرے ان میں شامل تھے۔ پہلے یہ لوگ مرہٹوں کی فوج میں تھے اور لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ جب مرہٹوں نے انگریزوں سے صلح کرلی تو ان لوگوں کو فوج میں رہ کر لوٹ مار کرنے کا موقع نہ رہا۔ اس لئے وہ فوج سے علیحدہ ہوکر اپنے چھوٹے چھوٹے گروہ بناکر لوٹ مار کرنے لگے۔ ان کے بڑے سردار امیر خاں واصل محمد اور چیتو تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ یہ لوگ بڑے ظالم تھے اور روپیہ

لوٹنے کے لالچ سے بغیر کسی تامل کے آدمیوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ یہ لڑتے نہ تھے۔ ان کی خواہش حکومت کرنے کی نہ تھی۔ صرف دولت ہی چاہتے تھے اور اس واسطے ڈاکے مارتے تھے۔ دولت مند لوگوں کے یہاں لوٹ مار کرتے تھے اور اُن سے دفن کئے ہوئے روپیہ کے بارہ میں دریافت کرتے تھے۔ اگر وہ بتانے میں کچھ بھی پس و پیش کرتے تو ہاتھ پیر کاٹ دیتے اور کبھی کبھی مار بھی ڈالتے تھے۔ گروہ کے گروہ گھوڑوں پر سوار ہوکر گھوما کرتے تھے اور گاؤں کے گاؤں جلا دیتے تھے۔ مگر کوئی اُن کا سامنا نہیں کرتا تھا۔ لوگ ڈر کے مارے تھرّاتے تھے۔ مرہٹے سردار بظاہر انگریزوں سے ملے رہتے تھے۔ لیکن پوشیدہ طور پر پنڈاروں کی مدد کرتے تھے وہ چاہتے تھے کہ انگریز کسی طرح سے زک اُٹھائیں اور پھر ہم اپنی قدیم عزت کو حاصل کریں اور وہ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ اگر ایک طرف سے پنڈاری اور دوسری طرف سے ہم لوگ انگریزوں پر حملہ کریں تو فتحیاب ہونا مشکل نہ ہوگا۔ ایسی حالت میں انگریز ہمارا سامنا نہ کرسکیں گے۔ انہیں کے علاوہ یہ بھی جانتے

تھے کہ دیسی راجاؤں میں صرف نظام ہی ایسا
تھا جو انگریزوں کی بھلائی چاہتا تھا اور دوسرے
راجہ سب ان سے ناخوش تھے - چنانچہ ۱۸۱۵ء
میں انھوں نے نظام کے ملک میں لوٹ مار کی
اور شمالی سرکار کے اضلاع کو برباد کیا اس پر
لارڈ ہیسٹنگز نے پنڈاروں کے ساتھ لڑائی کرنے
کی تیاریاں کیں - اُس نے ایک لاکھ تیرہ ہزار آدمیوں
کی ایک بڑی فوج اور تین سو توپیں اکٹھی کیں۔
بمبئی اور مدراس سے بھی فوجیں آکر اُس میں
شامل ہو گئیں - اس فوج کو اس نے دو حصّوں
میں تقسیم کیا - ایک فوج شمالی ہند جس کا وہ
خود سپہ سالار بنا اور دوسری فوج دکن جو
سر ہسلاپ کے زیر کمان لڑی - دونوں فوجوں
نے ایک نہایت ہی وسیع دائرہ جیسا بنا کر
پنڈاروں کو چاروں طرف سے گھیر لیا - ایک
سال کے عرصہ میں پنڈاروں کی جماعت نیست
و نابود ہو گئی - بہت سے مارے گئے اور بہت سے
بھاگ گئے اور گاؤں میں جاکر خاموشی سے زندگی
بسر کرنے لگے - امیر خاں نے انگریزوں سے صلح
کر لی اور اسے ریاست ٹونک دے دی گئی - کریم خاں

نے اپنے آپ کو سر جان میلکم کے سپرد کر دیا۔ اُسے بھی ایک چھوٹی سی ریاست مل گئی۔ چیتو جنگل کی طرف بھاگ گیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں وہ چیتے کا شکار ہو گیا۔ ۱۸۱۸ء تک پنڈاروں کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور تمام ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔

مرہٹوں کی چوتھی لڑائی
۱۸۱۷ء سے ۱۸۱۹ء تک

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرہٹے خفیہ طور سے پنڈاروں کو مدد دیتے تھے۔ اُن کو یہ بھی رنج تھا کہ آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے لڑائی میں انگریزوں سے شکست کھا کر اپنی خود مختاری کو کھو ڈالا ہے۔ اس لئے پیشوا ہُلکر اور بھونسلہ راجہ نے مل کر انگریزوں کے ساتھ ایک بار پھر جنگ کرنے کی سوچی۔ انگریز اُس وقت پنڈاروں کی بیخ کنی میں مصروف تھے۔ چنانچہ پیشوا نے موقع پاکر ریزیڈنسی پر حملہ کر دیا۔ لیکن ریزیڈنسی کی فوج بہادری سے لڑی اور کرکی کے مقام پر اُس نے پیشوا کی فوج کو پسپا کر دیا۔ ادھر ناگپور میں بھونسلا راجہ آپا صاحب نے بھی ایسا ہی کیا۔ اُس نے بھی ریزیڈنسی پر حملہ کیا۔ لیکن ریزیڈنٹ اور

اس کے بہادر سپاہیوں نے مرہٹوں کو سیتابلدی کی لڑائی میں شکست دی۔ پیشوا اور بھونسلا کا رویّہ دیکھ کر گورنر جنرل کو بھی لڑائی کی تیاری کرنی پڑی۔

مرہٹہ سرداروں میں سے تین سردار پیشوا۔ بھونسلا اور ہُلکر تو میدان جنگ میں موجود ہی تھے۔ صرف سیندھیا علٰحدہ تھا۔ گورنر جنرل نے بڑی ہوشیاری سے سیندھیا کے ساتھ پھر صلح کر لی۔

پیشوا سے لڑائی ہوتی رہی۔ انگریزوں نے ستارہ فتح کر لیا۔ اور باجی راؤ کو اشٹی کے مقام پر جو شولا پور کے نزدیک ہے۔ ۱۸۱۸ء میں شکست دے دی۔ کچھ دنوں تک وہ اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ لیکن آخر میں نا امید ہو کر وہ انگریزوں کا فرمانبردار ہو گیا۔ اُس کا ملک انگریزی سلطنت میں ملا لیا گیا۔ اور اُسکی پنشن مقرر کر کے بٹھور میں رہنے کی اجازت دی گئی۔ اس طرح پیشواؤں کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

آپا صاحب بھونسلہ لڑائی میں ہار کر راجپوتانہ کی طرف چلا گیا۔ انگریزوں نے راگھوجی بھونسلا کے پوتے کو گدی پر بٹھایا۔ مگر اس کی طاقت

بہت کم کر دی گئی۔ اُس نے انگریزوں سے صلح
کر لی اور ان کی فرمانبرداری قبول کر لی۔
اب صرف ہُلکر رہ گیا تھا۔ جسونت راؤ
ہُلکر مر چُکا تھا اور اس کا بیٹا ملہار راؤ جو
اس کی غیر منکوحہ بیوی سے تھا ابھی بچہ ہی تھا
اس لئے حکومت کا کام اُس کی رانی تُلسی بائی
کرتی تھی۔ پیشوا کی دیکھا دیکھی تلسی بائی نے
بھی جنگ کی تیاری کر دی اور اپنی فوج لے کر
دکن کی طرف چل دی۔ راستہ میں اُس کا
انگریزی فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ سر جان میلکم
نے جو انگریزی فوج کا افسر تھا صلح کرنی چاہی۔
تلسی بائی رضامند ہو گئی۔ لیکن مرہٹہ سردار
چونکہ لڑنے پر تُلے ہوئے تھے لہذا اس بات
سے بہت ناخوش ہوئے اور تُلسی بائی کو مار
ڈالا۔ ۱۸۱۷ء میں یہ سردار تقریباً بیس ہزار فوج
لے کر انگریزوں سے لڑنے چلے۔ جب چمبل کے
کنارے پہنچ گئے تو سر جان ہسلاپ اور سر جان
میلکم بھی اپنی اپنی فوج لے کر آ گئے اور چمبل
کو عبور کر کے مہدپور نامی گاؤں کے پاس
مرہٹوں کی فوج کو شکست دی۔ بعض مرہٹے

تتر بتر ہو گئے اور بہت سے لڑائی میں مارے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ملہار راؤ ہلکر بھی انگریزوں کی پناہ میں آگیا اُس نے بھی صلح کر لی اور وہی شرطیں قبول کرلیں جو دوسرے سرداروں نے منظور کی تھیں۔

جنگ کے نتائج

یہ مرہٹوں کی آخری لڑائی تھی۔ اسی جنگ میں اُن کی طاقت کا قطعی اختتام ہو گیا۔ سیندھیا کی طاقت قدرے قائم رہی مگر بھونسلا اور ہلکر دونوں کی ریاستوں کا بیشتر حصہ ضبط کر لیا گیا پیشوا کو تخت سے اُتار دیا گیا اور اُس کی تمام ریاست انگریزی سلطنت میں ملحق کر لی گئی۔ راجپوت راجاؤں نے بھی انگریزوں کی ماتحتی قبول کر لی۔ پنڈاروں کے گروہ بھی نیست و نابود ہو گئے اور رعایا امن میں رہنے لگی۔ اب کسی راجہ یا نواب کو سر اُٹھانے کی ہمت نہ رہی۔ انگریزوں کی طاقت اور عزت بڑھ گئی۔ ہندوستان میں انگریزی سلطنت کو سب سے بڑی سلطنت بنانے کا کام جو لارڈ ولزلی نے شروع کیا تھا اس کو اب لارڈ ہیسٹنگز نے

پورا کر دیا اور اسی لئے اس کا شمار ہندوستان کے مشہور حکمرانوں میں کیا جاتا ہے۔

استعفا

سنہ ۱۸۲۳ء میں لارڈ ہیسٹنگز استعفاء دے کر ولایت واپس چلا گیا۔ وہ عقلمند اور رعایا کا خیرخواہ افسر تھا۔ اس کے زمانہ میں علم کو بڑی ترقی ہوئی۔ کلکتہ میں لڑکوں کی تعلیم کے لئے ایک کالج اور لڑکیوں کے لئے ایک اسکول کھولا گیا۔ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی کے رسوخ سے پیشوا نے پانچ لاکھ روپیہ عطا کیا۔ جس کے سود سے آج تک بمبئی کی یونیورسٹی میں لائق طلبا کو وظائف دئے جاتے ہیں۔ لارڈ ہیسٹنگز کے زمانے میں ایک ہندوستانی اخبار بھی جاری ہوا۔ کمپنی کے ڈائرکٹر اس کی طرز حکومت سے خوش نہ ہوئے اسی لئے اُس نے استعفا دے دیا۔ اس کے بعد لارڈ امہرسٹ کے آنے تک قریباً سات مہینے کے لئے جان ایڈم سینیر ممبر کونسل گورنر جنرل کا کام کرتے رہے۔

باب ۲۰

لارڈ امہرسٹ

سنہ ۱۸۲۳ء سے سنہ ۱۸۲۸ء تک

برما کی لڑائی سنہ ۱۸۲۴ء سے سنہ ۱۸۲۶ء تک

جس وقت انگریز بنگال میں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈال رہے تھے۔ اسی زمانہ میں سنہ ۱۷۶۰ء کے قریب الومپرا نامی ایک سردار نے برما میں ایک خود مختار ریاست قائم کرلی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کے خاندان نے ترقی کی اور اپنی سلطنت کو بہت وسعت دی۔ لارڈ امہرسٹ کے آنے سے کچھ ہی پیشتر ان لوگوں نے برما کے راجہ سے آسام کو فتح کرکے اپنی ریاست میں شامل کرلیا پھر سنہ ۱۸۲۴ء میں بنگال کے کچھ اضلاع پر ہاتھ مارنے کی کوشش کی جس سے برما والوں کی انگریزی سپاہ سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ کچھ

انگریزی سپاہی مارے گئے۔ اس بنا پر لڑائی کی تیاری ہونے لگی۔

برما کا راجہ بڑا مغرور تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میرے برابر کوئی بہادر نہیں ہے۔ اس نے اپنے سپہ سالار اعظم مہا بندیلا کو ایک بڑی فوج دیکر انگریزوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔

مہا بندیلا اپنے ساتھ سونے کی زنجیریں بھی لے آیا تھا جن میں باندھ کر وہ گورنر جنرل کو اپنے راجہ کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔ ادھر سے سر آرچی بورڈ کمبل ایک فوج لے کر دریائے ایراودی کے راستہ سے رنگون پہنچا اور اُس کو فتح کرلیا۔ مگر اتنے میں برسات شروع ہوگئی اور انگریزی فوج کو بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن برسات کے ختم ہونے پر انگریزوں نے برما کی فوج پر دوبارہ حملہ کیا۔ ایک فوج پروم کی طرف بڑھی اور دوسری اراکان کی طرف۔ کئی مہینے کے بعد میجر کیمپبل نے برما کی فوج کو شکست دی اور لڑائی کے میدان سے بھگا دیا۔ اس کے بعد فتحیاب جنرل نے آوا کی طرف رُخ کیا۔ لیکن برما کے راجہ نے دیکھا کہ اب

لڑنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا لہذا صلح کرلی۔

ینڈبو کا صلحنامہ

سنہ ۱۸۲۶ء میں ینڈبو کے مقام پر صلح ہوگئی اور لڑائی ختم ہوگئی۔ انگریزوں کو آراکان اور تناسرم کے صوبے ملے اور کچھ دکھنی علاقوں پر بھی اُن کا قبضہ ہوگیا۔ راجہ نے آسام بھی چھوڑ دیا اور ایک کروڑ روپیہ کمپنی کو بطور تاوان جنگ دیا۔ اور ایک انگریزی ریزیڈنٹ آوا میں مقرر کیا گیا۔

بھرت پور کا محاصرہ

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں بھرت پور کا قلعہ مٹی کا بنا ہوا تھا اور بہت مضبوط تھا۔ سنہ ۱۸۰۶ء میں لارڈ لیک نے اُس پر چڑھائی کی تھی لیکن قلعہ فتح نہیں ہوا تھا۔ ہندوستان کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انگریز بھرت پور کا قلعہ کبھی نہ لے سکیں گے۔ سنہ ۱۸۲۶ء میں وہاں کا راجہ مرگیا۔ گدی کے لئے دو آدمیوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ انگریزوں نے جائز حقدار کا ساتھ دیا۔ لارڈ کمبرمیر ایک بڑی فوج لے کر راجہ کے نابالغ بیٹے کو گدی پر بٹھانے کے لئے بھرت پور کو روانہ ہوا۔ دُرجن سال جو زبردستی تخت نشین ہوگیا تھا۔ جنگ کرنے

کے لئے آمادہ ہوا۔ انگریزی توپوں کے گولوں کا مٹی کی دیواروں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر میں دیواروں کے نیچے سرنگ لگائی گئی اور قلعہ بارود سے اُڑاکر بھرت پور کو انگریزوں نے فتح کر لیا۔ اس فتح سے انگریزوں کی دھاک بندھ گئی۔ نابالغ لڑکے کو گدی پر بٹھا دیا گیا۔

لارڈ امہرسٹ ۱۸۲۸ء میں ہندوستان سے چلا گیا۔

باب ۲۱

لارڈ ولیم بینٹنگ

۱۸۲۸ء سے ۱۸۳۵ء تک

ترقی کا زمانہ

لارڈ ولیم بینٹنگ کا شمار ہندوستان کے مشہور گورنر جنرلوں میں کیا جاتا ہے۔ وہ بڑا شریف طبیعت اور نیک نیت گورنر تھا۔ ہندوستانیوں کے ساتھ

ہمدردی کرتا تھا۔ اُس نے اپنے عہد حکومت میں اس ملک کو بہت بڑی ترقی دی۔ بہت سی بُرائیوں کو دور کیا اور تعلیم کا معقول انتظام کیا۔ ان سب کاموں کی وجہ سے ہندوستان کے باشندے اس کا نام بڑی عزت سے لیتے ہیں اور اب تک اس کے ممنون احسان ہیں۔ ولیم بینٹنگ بیس سال پہلے مدراس کا گورنر رہ چکا تھا۔ لیکن ایسٹ انڈیا[۱] کمپنی نے ناخوش ہوکر اُسے واپس بلا لیا تھا۔ اب اُسے اپنی قابلیت بہم پہنچانے کا موقع ملا اور اپنے دوست واحباب کی مدد سے گورنر جنرل کے عہدہ پر مامور ہوا۔ ہندوستان کی حالت پہلے کی نسبت بہت کچھ بدل گئی تھی۔ ولزلی اور لارڈ ہیسٹنگز کی کوششوں سے ملک میں امن وامان قائم ہو چکا تھا۔ مرہٹے چار بڑی بڑی لڑائیوں میں اپنی طاقت زائل کر چکے تھے اور اب ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ سلطنت انگلشیہ کا مقابلہ کرتے۔ پنڈاروں کی بھی اچھی طرح سرکوبی ہو چکی تھی اس وجہ سے اب وہ با امن رہنے لگے تھے

[۱] دیکھو صفحہ ۱۴۷ کا فٹ نوٹ۔

اکثر راجہ اور سردار جو خود مختار ہونے کے خیال سے لڑنے کو تیار رہتے تھے ۔ انگریزی سلطنت کا سکّہ مان گئے تھے ۔ جن لوگوں نے انگریزوں کو اپنا شہنشاہ تسلیم نہیں کیا تھا وہ صرف دو تھے یعنی ایک تو پنجاب کے سکھ جہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی اور دوسرے سندھ کے امیر ۔

جس وقت ولیم بینٹنگ ہندوستان میں گورنر جنرل ہو کر آیا قریباً اسی وقت انگلستان میں اور یورپ کے کئی ایک دوسرے ممالک میں بھی خیالات کی ایک نئی لہر چل رہی تھی ۔ مدبّران سلطنت اپنا نقطۂ نگاہ بدل رہے تھے اور وہ اس اصول کے پابند ہو رہے تھے کہ گورنمنٹ کا اصلی مقصد رعایا کی بہبودی ہے نہ کہ تسخیر ملک ۔ چنانچہ انگلستان میں فوجداری قانون کو بدل دیا گیا اور مجرموں کو چھوٹے سے جرم پر سخت سزائیں دینے کا جو رواج صدیوں سے جاری تھا اس میں بڑی ترمیم کر دی گئی ۔ غلامی جو کہ انسانیت کے خلاف رواج تھا ۔ وہ بھی موقوف کر دیا گیا ۔ بڑے بڑے کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور پیشہ لوگوں کی بہتری کے لئے

بھی قانون پاس کئے گئے۔ ولیم بینٹنگ بھی انگلستان سے اس نئے سپرٹ (Spirit) کو اپنے ساتھ لایا اور اسی اصول پر عملدر آمد کرنا شروع کیا کہ گورنمنٹ کا اصلی مقصد رعایا کی بہبودی ہے نہ کہ تسخیر ملک۔ چنانچہ آتے ہی اُس نے بڑے جوش کے ساتھ اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔

ستی کا رواج بند ہونا

ستی کا رواج ہندوستان میں مدت دراز سے چلا آتا تھا جب کسی عورت کا خاوند مرجاتا تو وہ اُس کی لاش کے ساتھ جل کر خاک ہو جاتی تھی۔ اس طرح ہزاروں عورتیں اپنی جانیں دے چکی تھیں۔ پہلے پہل تو اپنے شوہر کی جدائی کے رنج میں بیوائیں خود ہی اپنی جان دے دیتی تھیں لیکن بتدریج یہ رواج ہو گیا کہ جو عورتیں ستی نہیں بھی ہونا چاہتی تھیں انھیں دنیاوی لعن طعن کے ڈر سے اپنے شوہر کے ساتھ جل کر خاک سیاہ ہونا پڑتا تھا۔ اس قبیح رسم کو بند کرنے کی شہنشاہ اکبر نے بھی کوشش کی۔ لیکن اُسے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ صوبہ بنگال میں بہ نسبت اور صوبوں کے زیادہ

عورتیں ستی ہوتی تھیں۔ لارڈ بینٹنگ جب ہندوستان آیا تو اُس نے کمپنی کے بڑے حکام سے اس بارے میں صلاح لی۔ اہل ہنود میں سے راجہ رام موہن رائے نے گورنر جنرل کی بڑی مدد کی اور عام لوگوں کو رسم ستی کے نقائص سے آگاہ کیا۔ چنانچہ گورنر جنرل نے اس رواج کے انسداد کا مصمّم ارادہ کر لیا۔ اور ۱۴ دسمبر ۱۸۲۹ء کو یہ اعلان کر دیا کہ ستی ہونا یا ستی ہونے میں مدد کرنا قتل کے برابر جرم تصوّر کیا جائیگا۔ اس قانون کے نافذ ہونے پر بھی پچیس عورتوں نے ستی ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن پولیس نے اُنھیں ستی نہ ہونے دیا۔ بنگال میں اس قانون کی بہت مخالفت کی گئی۔ کچھ لوگوں نے پریوی کونسل میں بھی عرضی گزرانی لیکن کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ اس بُرے رواج کو بند کرنے سے ولیم بینٹنگ نے ہندوؤں پر بڑا احسان کیا کیونکہ لاکھوں بیوہ عورتوں کی جانیں بچ گئیں۔

ٹھگی کا انسداد

دوسری قابل تحسین اصلاح جو ولیم بینٹنگ نے کی وہ ٹھگی کی بیخ کنی تھی۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے کونے کونے



ستي



لارڈ وليم بينتنگ



ٺهگ



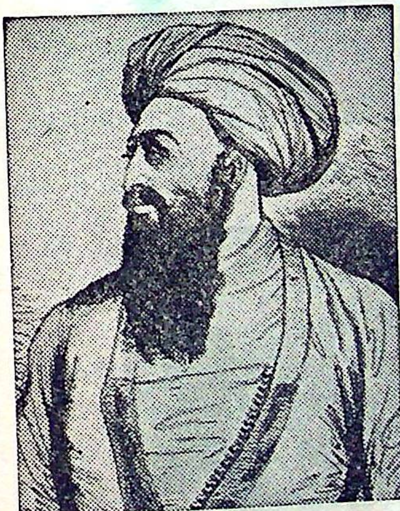
سر چارلس متکاف



شاہ شجاع



اکبر خاں



دوست محمد

میں ٹھگوں کے گروہ اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے اور لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ بیچارے غریب مسافروں کے کپڑے تک چھین لیتے تھے اور اُنھیں قتل کر ڈالتے تھے۔

ٹھگ ہر ایک ضلع میں پائے جاتے تھے وہ ٹولیاں بناکر اپنے گھروں سے چل دیتے اور جہاں کہیں مسافروں کو پاتے ان سے چکنی چپڑی باتیں کر کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ وہ خود بھی مسافروں کا بھیس بنا لیتے تھے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ جب کسی سنسان میدان یا جنگل میں پہنچتے تو مسافر کے گلے میں رومال ڈال کر ایسے زور سے کھینچتے کہ بیچارہ مسافر تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔ پھر وہ اس کی تلاشی لیتے اور جو مال ملتا اُسے لیکر لاش کو دفن کر دیتے تھے یہ ٹھگ اپنے سب کام خفیہ کرتے تھے اور ایک دوسرے کو قیافہ سے پہچان لیتے تھے۔ ان کی زبان بھی نرالی تھی وہ دُرگا یعنی کالی دیوی کی پوجا کرتے اور اسکے مندروں میں جاکر قربانی کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ قربانی کرنے سے دیوی خوش ہوتی ہے ان ٹھگوں کی تنظیم بہت اچھی تھی۔ پہلے لڑکے بھرتی کئے

جاتے تھے اور کسی مشہور ٹھگ کے پاس اس پیشہ کے اسرار کو سیکھنے کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ ممالک متوسط کے رئیس اور زمیندار جو ٹھگوں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اُن سے مال غنیمت کا حصّہ لیتے تھے اور اُن کی حمایت کرتے تھے۔ پس ایسی حالت میں ٹھگوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اب لارڈ بینٹنگ نے ان کو نیست و نابود کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔

اس نے ٹھگوں کو پامال کرنے کے لئے ایک نیا محکمہ قائم کیا اور سر ولیم سلیمین کو اُس کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ اس نے بہ دقّت تمام ہر ایک صوبہ میں ٹھگوں کا پتہ لگایا اور جاسوسوں کے ذریعہ سے اُن کی سب ترکیبیں بھی معلوم کر لیں اور ہر طرف افسروں کو ان کی تلاش میں بھیجا۔ چھ سال میں تقریباً دو ہزار ٹھگ پکڑے گئے۔ بہت سے ٹھگوں کو پھانسی کا حکم ہوا اور بہتوں کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ راستوں میں اب کچھ ڈر نہ رہا۔ اور مسافر بے خوف ہوکر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے لگے۔ ٹھگوں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے جبلپور میں ایک اسکول قائم کیا گیا۔

جہاں ان کی تعلیم ہونے لگی اور مشقّت و جانفشانی سے روزی کمانا سکھایا گیا۔

تعلیم کی ترقی

ولیم بینٹنگ کے عہد حکومت میں تعلیم کو بھی بڑا فروغ حاصل ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے پہلے ہندوستان کے باشندوں کی تعلیم کے بارے میں کچھ بھی خیال نہ کیا تھا۔ ۱۸۱۳ء میں کمپنی نے تعلیم کے لئے ایک لاکھ کے قریب روپیہ صرف کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن جو کچھ تعلیم اب تک ہوتی تھی وہ ہندوستانی زبانوں ہی میں ہوا کرتی تھی اور جو مدرسے کھولے گئے تھے ان میں لوگ سنسکرت۔ فارسی اور عربی پڑھتے تھے۔ جب بہت سے لوگوں کی تقرری سرکاری عہدوں پر ہو گئی تو انھیں انگریزی تعلیم کا بھی خیال پیدا ہوا۔ لارڈ بینٹنگ تعلیم کی اور بھی ترقی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اُس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا تعلیم ہندوستانی زبان میں دی جائے یا انگریزی میں؟ اس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں تھیں۔ ہندوستانی زبان سے محبت رکھنے والے خاص کر ڈاکٹر ولسن صاحب کی یہ رائے تھی کہ ہندوستانیوں کو انھیں کی زبانوں میں تعلیم دی جائے

ان کے مخالف جو لوگ تھے اُن کا سر کردہ لارڈ مکالے تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہندوستانی انگریزی پڑھیں جس سے گورنمنٹ کو انتظام سلطنت میں بھی کچھ مدد ملے۔ مکالے نے اپنی تقریر میں ہندوستانی علوم و تواریخ پر سخت نکتہ چینی کی اور انگریزی زبان کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ یہی زبان سائنس اور صنعت و حرفت کی ایک کنجی ہے اس کے سیکھنے سے لوگوں کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوں گی جو وہ اپنی زبان کے ذریعہ سے نہیں سیکھ سکتے۔ انگریزی زبان ایک ایسا مخزن ہے جس میں دنیا کے تمام فنون اکٹھے کئے گئے ہیں اور جو اسے پڑھتا ہے اُس کے لئے عقلمندی کا خزانہ کھُل جاتا ہے۔ انگریزی سے محبت رکھنے والوں نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ سائنس اور جغرافیہ کا علم محض انگریزی زبان میں سیکھا جا سکتا ہے۔ بہت سے بحث مباحثہ کے بعد یہی قرار پایا کہ اہل ہند کو تعلیم انگریزی زبان میں دی جائے۔

مکالے نے السنۂ شرقیہ کو ذریعۂ تعلیم قرار دینے کی جو مخالفت کی تھی وہ ہر لحاظ سے درست نہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ

انگریزی تعلیم کے جاری ہونے سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔ یورپ کے سائنس کے خزانہ کی کنجی ان کے ہاتھ لگ گئی اور نئی تہذیب نے اُن کے خیالات کو بہت بدل دیا۔ لارڈ بلینٹنگ نے حکم دیا کہ انگریزی تعلیم کے لئے مدرسے کھولے جائیں۔ پہلے پہل تو ہندوستانی ان مدرسوں میں جانے سے سہمے لیکن بتدریج بہت مدرسے کھُل گئے اور طالب علموں کی تعداد بھی بڑھ گئی۔

انگریزی پڑھنے سے ہندوستانیوں کو بھی بڑا فائدہ ہوا اور گورنمنٹ کو بھی۔ اس سے پہلے ہندوستان کے مختلف صوبے ایک دوسرے سے الگ تھے۔ ایک زبان نہ ہونے کی وجہ سے لوگ آپس میں بات چیت بھی نہ کر سکتے تھے اور نہ خط و کتابت ہی کر سکتے تھے لیکن انگریزی زبان کی مدد سے پنجابی۔ مدراسی۔ بنگالی۔ مرہٹہ وغیرہ سب باہم گفتگو کر سکتے ہیں۔ مختلف صوبوں کے لوگ اب اپنے آپ کو ایک ہی فرقہ کا سمجھتے ہیں۔ بلاشک و شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں آپس کی ہمدردی پیدا کرنے

میں انگریزی زبان نے بہت حصہ لیا ہے۔ گورنمنٹ کو اس سے یہ فائدہ ہوا کہ انگریزی تعلیم یافتہ لوگ ملازمت کے لئے تھوڑے مشاہرے پر ملنے لگے۔ جس سے حکومت کے کام میں بڑی مدد ملی اور سرکار کے خرچ میں بھی بہت زیادتی نہ ہوئی۔

ملکی انتظام میں اصلاح

ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں کہ لارڈ کارنوالس نے یہ قاعدہ جاری کر دیا تھا کہ ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت میں اعلیٰ عہدوں پر نہ تعیّن کیا جائے۔ اس سے کمپنی کو بڑا نقصان ہوا۔ اوّل تو ہندوستانی ناخوش ہوئے دوسرے انتظام سلطنت بھی اچھا نہ ہوا۔ اب تعلیم کی ترقی سے لوگوں کو شکایت کا اور بھی موقعہ ملا۔ لارڈ ولیم بینٹنگ نے جس کو رعایا کی بہبودی خاطر ہر وقت منظور تھی اس اصول کے خراب اثر کو فوراً تاڑ لیا اور سرکاری نوکریوں کا دروازہ اہل ہند کے لئے کھول دیا۔ ہندوستانی تعلیم یافتہ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہونے لگے اور اچھی تنخواہیں پانے لگے۔

ولیم بینٹنگ نے عدالتوں میں بھی اصلاح کی۔

کارنوالس کی قائم کی ہوئی عدالتوں کو موقوف کردیا گیا۔ اُس کی جگہ ایک صدر عدالت ممالک مغربی اور شمالی میں قائم کی گئی۔ عدالتوں کا کام اب تک فارسی زبان میں ہوتا تھا۔ اس سے عوام کو بڑی دقّت ہوتی تھی گورنر جنرل نے حکم دیا کہ آئندہ عدالتوں میں فارسی کی جگہ اُردو کا استعمال کیا جائے تاکہ عام لوگ عدالتوں کی کارروائی کو بخوبی سمجھ سکیں۔

لارڈ ولیم بینٹنگ نے اپنے عہد حکومت میں گورنمنٹ کے مالی محکمہ میں بھی بہت کچھ اصلاحات جاری کیں۔ لارڈ ہیسٹنگز کے وقت مرہٹوں وغیرہ کے ساتھ جنگ کرنے میں کمپنی کا بہت سا روپیہ خرچ ہو گیا تھا اور اس کے بعد برما کی لڑائی سے سرکار کی مالی حالت اور بھی بگڑ گئی۔ روپیہ کی کمی کو پورا کرنے کی غرض سے بینٹنگ نے "ڈبل بھتہ" جو فوجی افسروں کو ملا کرتا تھا بند کر دیا۔ افیون کے ٹھیکوں کا انتظام بھی اُس نے مناسب طریقے سے کیا جس سے سرکاری آمدنی بڑھ گئی۔ اس کے علاوہ صوبہ آگرہ اور مدراس میں لگان ادلہ مالگزاری وصول کرنے کے قانون

میں ترمیم کی گئی اس سے بھی سرکاری آمدنی میں بہت اضافہ ہوا۔ صوبہ آگرہ میں بندوبست تیس سالہ کا قاعدہ جاری کیا گیا۔ دورانِ بندوبست میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ کئی لوگ ایسے ہیں جن کے پاس بڑی زمین ہے لیکن سرکار کو مالگزاری کچھ نہیں دیتے اُن کی اچھی طرح پڑتال کی گئی اور ان سے بھی مالگزاری وصول ہونے لگی۔ غرضیکہ ہر طرح سے ولیم بینٹنگ نے کوشش کرکے سرکاری آمدنی کو بڑھا دیا اور ساتھ ہی ناجائز اخراجات کو موقوف کرکے سرکاری خرچ کو گھٹا دیا۔

کورگ کا انگریزی سلطنت میں شامل ہونا

اپنے دوران حکومت میں گو ولیم بینٹنگ کا بہت سا وقت اصلاحات کے جاری کرنے میں خرچ ہوا۔ تاہم اُس نے اپنے دوسرے فرائض کو بھی سر انجام دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ بحیثیت گورنر جنرل ہونے کے وہ اپنا فرض سمجھتا تھا کہ دیسی راجہ اپنی رعایا پر خوبی و خوش انتظامی کے ساتھ حکومت کریں اور کسی کو ایذا نہ پہنچائیں

اسی فرض کی ادائیگی سے اُس کو کئی ایک دیسی ریاستوں کے انتظام میں دست اندازی کرنی پڑی اور ایک آدھ کو سلطنت میں ملحق بھی کرنا پڑا۔ کچار صوبہ بنگال کی شمال و مشرقی سرحد پر ہے۔ ۱۸۳۲ء میں وہاں کے راجہ کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ رعایا نے خواہش ظاہر کی کہ اس کے ملک کو سرکار اپنے زیر سایہ کرلے۔ رعایا کی آرزو پوری ہوئی اور کچار سلطنت برطانیہ میں شامل ہو گئی۔

کورگ کا علاقہ جو میسور کے مغرب میں ہے مجبوراً سلطنت برطانیہ میں شامل کیا گیا۔ گزشتہ صدی کے اخیر میں اس ملک کا راجہ ایک عقلمند اور بہادر حکمران تھا۔ اس کے انتظام سے لارڈ کارنوالس اور لارڈ ولزلی دونوں بہت خوش تھے۔ ۱۷۹۱ء میں جب ٹیپو کے ساتھ جنگ ہوئی تو کورگ کے راجہ کے ساتھ صلح کی گئی اور سرکار انگریزی نے اس کی خودمختاری برقرار رکھنے کا وعدہ کیا۔ جب تک ٹیپو زندہ رہا کورگ کے حکمرانوں نے انگریزی سرکار سے صلح قائم رکھی لیکن ٹیپو کی وفات کے بعد وہ

آزاد ہوکر اپنے حسب منشا حکومت کرنے لگے۔
۱۸۲۰ء میں بیر راج کورگ کا راجہ ہوا۔ وہ بڑا
بے رحم تند مزاج اور بد خصلت تھا تخت نشین
ہوتے ہی اُس نے اپنے دشمنوں کو مروا ڈالا اور
اپنے بارہ رشتہ داروں کو جنگل میں بھجوا کر
اُن کے سر کٹوا ڈالے۔ لوگوں کی جان لینے
میں اُسے ذرا بھی دریغ نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ
تھی کہ اُس کی رعایا اُس سے نفرت کرنے اور
اُس سے ڈرنے لگی۔ انگریزی سرکار کو وہ
اپنا دشمن سمجھتا۔ اور انگریزوں کا ذرا بھی
اعتبار نہ کرتا تھا۔ اس کی بد سلوکی سے خوف
زدہ ہوکر اس کی بہن اور بہنوئی اُس کی
سلطنت سے نکل گئے اور میسور جاکر اس کی
بدسلوکی کے حالات ریزیڈنٹ پر افشا کیے
جس پر سرکار انگریزی نے راجہ کے پاس ایک
ایلچی بھیجا اُس نے ایلچی کو قید کر لیا اور بہت
ہی سخت الفاظ میں سرکار کو چھٹی لکھی۔ لارڈ
ولیم بینٹنگ نے فوراً ایک نوٹس چھپوایا جس میں
راجہ کے ظالمانہ برتاؤ کا ذکر کیا۔ راجہ کو بھی سمجھانے
کی کوششیں کی گئیں لیکن یہ سب کچھ بے سود

ثابت ہوا۔ اخیر میں ۱۸۳۴ء میں کرنل لنز نے ایک فوج لے کر کورگ پہنچا اور کوٹ پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ کورگ کی فوج نے بڑی بہادری اور ہمت کے ساتھ انگریزی فوج کا مقابلہ کیا قریب دو سو سپاہیوں کو مار ڈالا۔ لیکن راجہ اتنا ہی بزدل تھا جتنا کہ وہ بے رحم تھا۔ آخرکار کورگ کی فوج کو شکست ہوئی اور یہ اعلان کیا گیا کہ کورگ کا علاقہ رعایا کی خواہش کے مطابق انگریزی حکومت میں شامل کر لیا گیا ہے رعایا کو خوش کرنے کے لئے فوج کے افسر جنرل فریزر نے گاؤکشی کی ممانعت کر دی۔

میسور کی کیفیت

اس بات کا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ٹیپو کی وفات کے بعد میسور کی ریاست قدیم شاہی ہندو گھرانے کے ایک لڑکے کو جس کا نام کرشن راجہ تھا دے دی گئی تھی اور پورنیا کو جو کہ حیدر علی کے وقت وزیر مال تھا نئی ریاست کے انتظام کے لئے مقرر کیا گیا۔ ۱۸۱۱ء میں جب کرشن راجہ ۱۶ سال کا ہوا تو اُس نے پورنیا کو علیحدہ کر دیا اور انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس میں انتظام سلطنت

کی قابلیت نہ تھی۔ اس کی تعلیم و تربیت بالکل
معمولی تھی اور وہ اپنا سارا وقت چاپلوس اور
بدکردار آدمیوں کی صحبت میں صرف کرتا تھا۔
تھوڑے ہی دنوں میں اُس نے تمام خزانہ جسے
پورنیا نے بڑی مشقت اور جانفشانی سے جمع کیا
تھا اُڑا ڈالا۔ انتظام سلطنت خراب ہو گیا اور
حکام سلطنت رشوت لینے لگے۔ عدالتوں میں بے
انصافی ہونے لگی اور نئے ٹیکس وصول ہونے
لگے رعایا کو سخت تکلیف پہنچی۔ راجہ کو سمجھانے کے
لئے طامس منرو کو بھیجا گیا مگر اس بھی ایک نہ چلی
جب رعایا سے اُس کا ظالمانہ سلوک برداشت
نہ ہو سکا تو رعایا نے ۱۸۳۰ء میں بغاوت کا علم
بلند کر دیا ساری ریاست میں گڑبڑ مچ گئی اس
وقت نہایت دقت سے انگریزی فوج نے جا کر
امن بحال کیا۔ تمام انتظام ریاست سرکار
انگلشیہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور راجہ کو
پنشن دے دی گئی۔ رفتہ رفتہ سرکاری حاکموں
کے عمدہ انتظام سے میسور کی حالت درست ہو گئی
اور اُس کی آمدنی بھی بڑھ گئی۔ راجہ نے پھر آرزو
ظاہر کی کہ انتظام سلطنت اُسی کے سپرد ہو لیکن سرکار

انگریزی نے انکار کر دیا۔ ۱۸۸۱ء میں جب انگریزی سرکار نے دیکھا کہ اب معقول انتظام ہونے کی امید ہے تو راجہ کو ایک لڑکا گود لینے کی اجازت دی اور میسور کا راج اسکے سپرد کر دیا۔

راجپوتانہ میں گڑبڑ

راجپوتانہ کی ریاست جودھپور میں بھی بینٹنگ کے عہد میں بغاوت ہوئی۔ اس سے پیشتر بھی ایک بار راجہ مان سنگھ کو وہاں کے ٹھاکروں نے تخت سے اُتار دیا تھا۔ لیکن ۱۸۲۱ء میں اُس نے پھر سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور ٹھاکروں کے ساتھ از سرِ نو ظالمانہ برتاؤ کرنا شروع کر دیئے۔ ٹھاکر لوگوں نے ایک بڑی فوج لے کر مان سنگھ کو پھر تخت سے اُتارنے کی کوششیں کیں مگر اُس نے گورنر جنرل سے مدد مانگی جس پر رزیڈنٹ نے تصفیہ کر دیا۔ لیکن مان سنگھ بہت بُری نیت کا آدمی ثابت ہوا وہ بڑا مغرور تھا اور انگریزی دربار اجمیر کے موقع پر ارادۃً غیر حاضر رہا اور خود سَری کے آثار ظاہر کرنے لگا۔ جس پر فوراً ایک انگریزی فوج میواڑ کو روانہ کی گئی۔ مان سنگھ نے مجبور ہو کر معافی مانگ لی۔

جے پور کا راجہ نابالغ تھا۔ اور انتظام سلطنت ایک جینی نے جس کا نام جوتا رام تھا اپنے ہاتھ میں لیا جاگیرداروں نے اُسے دیوان کے عہدہ سے الگ کردیا اور ٹھاکر بھیری سال کو جو راجہ کے خاندان سے تھا دیوان بنایا۔ اس پر رانی بہت ناخوش ہوئی اور نئے دیوان کو نکالنے کی فکر کرنے لگی۔ ملک میں کئی فریق ہوگئے اور آپس میں نفاق بڑھ گیا۔ سر چارلس مٹکاف جے پور گیا اور اُس نے وہاں ایک دربار کیا۔ سرداروں کا آپس میں تصفیہ ہوگیا اور جوتا رام پھر دیوان کے عہدہ پر ممتاز کیا گیا لیکن جوتا رام نے سرداروں سے بدلہ لینے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں پھر بدامنی پھیل گئی۔ اس بدامنی کو دور کرنے کے لئے لارڈ بینٹنگ سے استدعا کی گئی اور بمشکل تمام نفاق دور ہوا۔

اودھ کی بُری حالت

اودھ کی حالت قابل اطمینان نہ تھی اس کی اصلاح کے لئے نوابوں سے کئی بار کہا گیا لیکن ان لوگوں نے ایک نہ سنی۔ بینٹنگ کے عہد میں جو نواب تھا وہ بڑا بے وقوف تھا۔ اس کا

انتظام سلطنت نہایت خراب تھا۔ جان و مال کی حفاظت مطلق نہ ہوتی تھی۔ زمیندار نہ تو مالگزاری دیتے تھے اور نہ حکام سلطنت کا حکم مانتے تھے۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں ولیم بینٹنگ خود لکھنؤ گیا اور نواب سے کہا کہ انتظام سلطنت ٹھیک کرو ورنہ سارا انتظام انگریزی سرکار اپنے ہاتھ میں لے لیگی۔

سیندھیا کا راج

سنہ ۱۸۲۷ء میں گوالیار کا راجہ دولت راؤ سیندھیا مرگیا۔ اُس کی کوئی اولاد نہ تھی اور نہ اس نے کسی کو گود لیا تھا۔ اُس کی رانی بیجا بائی نے سرداروں کے کہنے سے ایک لڑکا گود لیا لیکن اس کی تعلیم و تربیت کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ اس کے بالغ ہونے پر بھی راج کا کام وہ خود کرتی تھی اور اُس کو اختیارات سے محروم رکھنا بہتر سمجھتی تھی۔ ماں بیٹے میں جھگڑا ہونے لگا۔ ولیم بینٹنگ گوالیار گیا اور راجہ کو سمجھایا کہ جب تک رانی زندہ رہے کچھ نہ کرو۔ لیکن جنکوجی کب ماننے والا تھا۔ اس نے محل کو گھیر لیا۔ رانی وہاں سے بھاگ گئی اور ریزیڈنٹ سے مدد مانگی۔ بڑی دقت سے امن قائم کیا گیا۔

جنکوجی کو گوالیار کا علاقہ دیا گیا اور رانی کو آگرہ جانے کا حکم ملا اور اسکے لئے اچھی پنشن مقرر کی گئی۔

کمپنی کا نیا فرمان سنہ ۱۸۳۳ء

سنہ ۱۸۳۳ء میں کمپنی کو گزشتہ فرمان حاصل کئے بیس برس پورے ہوچکے تھے اس لئے کمپنی نے نیا فرمان حاصل کرنے کے لئے انگلستان کی گورنمنٹ سے استدعا کی۔ پہلے بتلایا جا چکا ہے۔ کہ سنہ ۱۸۱۳ء کے فرمان کی رو سے صرف چین کی تجارت کا اجارہ کمپنی کے پاس رہ گیا تھا مگر لندن کے تاجروں کی مخالفت کرنے پر یہ اجارہ بھی اب نئے فرمان میں بند کر دیا گیا اور چین کی تجارت سب کے لئے عام کر دی گئی۔ لیکن ہندوستان کی فرمانروائی کا اختیار پھر بیس سال کے لئے کمپنی کو دیا گیا مگر ساتھ ہی ساتھ اس کی تجارت کم کرنے کی تدبیر کی گئی اور یہ حکم نافذ ہوا کہ اب کمپنی ہندوستان کے ساتھ تجارت نہ کرے اور معقول طریقہ سے ملک کا انتظام اور فرمانروائی کرے۔ انتظام سیاسی میں بھی تبدیلیاں کی گئیں۔ گورنر جنرل کی کونسل میں ایک اور ممبر مقرر کیا گیا جس کا کام قانون کے متعلق رائے دینے کا تھا۔

اس عہدہ کو پہلے پہل مکالے نے زینت بخشی تھی۔ ایک اور خوبی کی بات یہ ہوئی کہ کمپنی کے حکمنامہ میں یہ لکھ دیا گیا کہ کوئی ہندوستانی اپنے مذہب یا قومیت یا رنگ کی وجہ سے کسی عہدہ سے محروم نہ رکھا جائے گا بلکہ قابلیت کا لحاظ ہو گا۔ اس سے ہندوستانیوں میں بہت اطمینان حاصل ہوا۔ اب تک ہندوستان میں انگریز کمپنی کی اجازت کے بغیر نہیں آ سکتے تھے لیکن اب یہ قرار دیا گیا کہ جو کوئی انگریز چاہے ہندوستان جا سکتا ہے اور وہاں رہ سکتا ہے۔ بہت سے انگریز آئے اور نیل کی تجارت کرنے لگے۔

اس حکمنامہ نے فرمانروائی کو پہلے کی نسبت اور مضبوط کر دیا۔ تجارت کے بند ہو جانے سے کمپنی کے حکام رعایا کے آرام کا زیادہ خیال رکھنے لگے۔

رنجیت سنگھ کے ساتھ ملاقات

لارڈ بینٹنگ کے عہد حکومت کا ایک اور دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ بزویڑ کے مقام پر اکتوبر ۱۸۳۱ء میں ملاقات کی یہ واقعہ پنجاب کی تواریخ میں قابل یادگار

ہے۔ اس کے بعد رنجیت سنگھ اور انگریزوں کے دوستانہ تعلقات اور بھی مضبوط ہو گئے۔

لارڈ بینٹنگ کمپنی کے لائق شریف اور رحم دل گورنروں میں سے تھا۔ اس کے عہد میں بہت کچھ اصلاحیں ہوئیں اور ہندوستانیوں کی بڑی ترقی ہوئی۔ ہندوستانی لوگ اُسے اپنا بڑا ہمدرد سمجھتے ہیں کیونکہ اُس نے انھیں اچھے عہدوں پر مقرر کیا۔ بُری رسموں کو دور کیا اور تعلیم کی ترقی کے لئے اسکول کھلوائے۔

مارچ ۱۸۳۵ء میں لارڈ بینٹنگ کے واپس ولایت چلے جانے پر سر چارلس مٹکاف جو کہ صوبہ آگرہ کا گورنر تھا قائم مقام گورنر جنرل ہوا اور ایک برس تک اس عہدہ پر مامور رہا۔ اس کے عہد کا مشہور تواریخی واقعہ پریس کی آزادی ہے۔ ماہ ستمبر ۱۸۳۵ء میں ایک قانون جاری کیا گیا۔ جس نے چھاپے خانے کی تمام رُکاوٹیں دور کر دیں۔ انھیں پوری آزادی دی گئی لیکن یہ کہہ دیا گیا کہ انھیں کوئی ایسی بات لکھنے کی اجازت نہیں ہے جس سے کسی شخص کی عزت کو بٹہ لگے یا عوام کو کوئی نقصان پہونچے۔

باب ۲۲

لارڈ آکلینڈ

سنہ ۱۸۳۶ء سے سنہ ۱۸۴۲ء تک

افغانستان کی حالت

سر چارلس مٹکاف کے بعد لارڈ آکلینڈ ہندوستان کا گورنر جنرل ہوا۔ اس کے عہد میں افغانوں کی پہلی لڑائی ہوئی اور ممالک مغربی و شمالی کی سرحد کا سوال پیدا ہوا۔ افغانستان کی حالت اُس وقت ناقابل اطمینان تھی۔ ایک طرف سے اس پر رنجیت سنگھ گھات لگائے بیٹھا تھا اور دوسری جانب یعنی شمال مغرب کی طرف شاہ فارس افغانستان کا کچھ حصہ چھین لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ادھر دوست محمد والئے کابل خود بھی خطرہ میں تھا۔ کیونکہ شاہ شجاع جس کو نکال کر وہ تخت پر قابض ہو بیٹھا تھا دوبارہ افغانستان کا بادشاہ بننا چاہتا تھا چنانچہ

اس غرض سے اس نے لُدھیانہ میں آکر انگریزوں کی پناہ لے رکھی تھی اور انگریزوں سے بھی صلح کر لی تھی۔ اپنے ملک کی ایسی خطرناک حالت دیکھ کر دوست محمد خاں نے لارڈ آکلینڈ سے خط و کتابت شروع کردی۔ انگریزوں کو بھی کابل کے فرمانروا کی خاطر داری منظور تھی کیونکہ اُن کو روس کی طرف سے ہر وقت اندیشہ رہتا تھا ایسی حالت میں امیر کابل کو یہی فائدہ تھا کہ وہ روس کے خلاف انگریزوں سے اور انگریزوں کے خلاف روس سے امداد طلب کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس وقت امیر دوست محمد نے شاہ فارس کے خلاف مدد مانگی اور ساتھ ہی یہ بھی درخواست کی کہ انگریز اس کو پشاور کا ملک جو رنجیت سنگھ دبائے بیٹھا تھا اُس سے واپس لے دیں۔

لارڈ آکلینڈ کی حکمت عملی

گورنر جنرل نے جواب دیا کہ انگریزی سرکار خود مختار ریاستوں کے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتی یہ جواب پاکر دوست محمد خاں نے روس سے خط و کتابت کرنی شروع کی اور صلح کی تجویز کی۔ لارڈ آکلینڈ کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ اس نے

دوست محمد کے پاس ایک خط بھیجا جس میں لکھا
کہ روس سے کسی قسم کی بات چیت نہ کرو لیکن
پشاور کے واپس مل جانے کی بھی کوئی امید نہ
دلائی بلکہ صاف صاف لکھ دیا کہ ہم رنجیت سنگھ پر پشاور
واپس کرنے کے لئے کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتے۔ آخر
نا امید ہوکر دوست محمد نے روس کے ساتھ
تعلق پیدا کرنا چاہا اور روسی ایلچی کی جو افغانستان
میں آیا تھا بڑی عزّت و خاطر داری کی۔ یہ سن کر
لارڈ آکلینڈ گھبرایا۔ وہ چاہتا تھا کہ افغانستان
میں ایسا بادشاہ ہو جو روسیوں کے خلاف لڑے
اور برٹش گورنمنٹ سے صلح رکھے۔ چنانچہ اُس نے
رنجیت سنگھ کی مدد سے دوست محمد کو تخت سے
اُتارنے کی کوشش کی اور شاہ شجاع کو کابل
کا بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ افغانستان کی پہلی
لڑائی کی یہی وجہ تھی۔

سنہ ۱۸۳۸ء میں شاہ شجاع رنجیت سنگھ اور سرکار
انگریزی نے آپس میں ایک عہد نامہ کرکے یہ فیصلہ
کرلیا کہ شاہ شجاع کو افغانستان کے تخت پر بٹھایا جائے
گورنر جنرل نے یہ کارروائی غور و تامّل سے نہ کی تھی
اسی وجہ سے مورخین نے اس پر بہت نکتہ چینی کی ہے

دوست محمد خود مختار بادشاہ تھا اور اُسے ہر طرح سے اختیار تھا کہ وہ روس سے خواہ فارس سے خواہ انگریزوں سے جس سے چاہتا دوستی کرتا۔ دوسرے یہ کہ وہ شاہ شجاع کی نسبت قابل بھی زیادہ تھا اور انتظام سلطنت خوب اچھی طرح کرتا تھا۔ افغان لوگ اُس سے محبت کرتے تھے اور شاہ شجاع سے نفرت کرتے تھے۔ وہ اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی شخص سکھوں یا انگریزوں کی مدد سے اُن کا بادشاہ بنے۔ کمپنی کے پُرانے اور تجربہ کار حکام نے بھی لارڈ آکلینڈ کی اس تجویز سے مخالفت کی اور کہا کہ اس حرکت سے بجائے نفع کے نقصان کا زیادہ احتمال ہے۔ لیکن لارڈ آکلینڈ نے ایک نہ سُنی اور لڑائی کی تیاری کرنی شروع کر دی۔

شاہ شجاع کی تخت نشینی

انگریزی فوج شاہ شجاع کو ساتھ لے کر افغانستان کی طرف بڑھی۔ شاہ شجاع کے ساتھ میکناٹن اور الگزنڈر برنس دو انگریز افسر بھی تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے انگریزی فوج کو پنجاب میں سے گزر جانے کی اجازت نہ دی۔ اس لئے انگریزی فوج بڑی دقت سے درّہ بولان سے ہو کر کوئٹہ اور پھر وہاں سے

درّہ خوجک سے ہوتی ہوئی اپریل ۱۸۳۹ء میں قندھار پہنچی وہاں انھوں نے قندھار پر اور پھر وہاں سے بڑھ کر غزنی پر قبضہ کر لیا۔ اگست ۱۸۳۹ء میں دوست محمد کابل چھوڑ کر بھاگ گیا اور شاہ شجاع بڑی دھوم دھام سے دارالسلطنت کابل میں داخل ہو کر تخت پر بیٹھ گیا۔ لیکن افغان لوگ شاہ شجاع کو نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ انگریزوں اور سکھوں کی مدد سے بادشاہ ہوا تھا۔ انگریزوں کے لئے اب پیچھے ہٹنا مشکل تھا اس لئے انھوں نے فوج کو وہیں رکھا اور سر ولیم میکناٹن کو شاہ شجاع کی محافظت کے لئے مقرر کر دیا۔ ۱۸۴۰ء میں دوست محمد نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ انگریزی گورنمنٹ نے اس کی خاطر داری کی اور پنشن دے کر کلکتہ بھیج دیا۔

افغانستان میں شاہ شجاع اور انگریزوں کے خلاف بڑی بے چینی پھیل رہی تھی لیکن انگریزی حکام کو اس کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ چنانچہ ماہ نومبر ۱۸۴۱ء میں ایک دن یکایک افغانوں نے برنس کے مکان کو گھیر کر آگ لگا دی اور برنس کو پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ جنرل سیل اور

جنرل ناٹ کے پاس جو کہ قندھار میں مقیم تھے
کمک کی درخواست گئی ۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ
برف وغیرہ کی وجہ سے راستے بند ہو چکے تھے اور
اُن کا کابل پہنچنا غیر ممکن تھا ۔ فوج کی رسد چھین
لی گئی ۔ آخر کار میکناٹن نے مجبور ہو کر افغانوں
سے صلح کر لی اور یہ بات قرار پائی کہ دوست
محمد کو رہا کر دیا جائے اور شاہ شجاع کو یا تو
ہندوستان میں بھیج دیا جائے یا افغانستان ہی میں
پنشن دیکر رہنے کی اجازت دی جائے ۔ دوست محمد
کا بیٹا اکبر خاں بڑا کینہ پرور تھا اور انگریزوں
سے دشمنی بھی رکھتا تھا ۔ صلح ہونے کے کچھ دن
بعد میکناٹن کو ملاقات کے وقت اُس نے قتل
کر ڈالا ۔ شاہ شجاع بڑا نکما اور پست ہمّت تھا
اس سے کچھ بھی بن نہ پڑا اور افغانستان کی
حالت روز بروز بگڑتی چلی گئی اور شاہ شجاع
خود بھی اسی ہل چل میں مارا گیا ۔

انگریزی فوج کا واپس آنا ۱۸۴۲ء میں ۔

بعد ازاں افغانستان
کے سرداروں کے ساتھ
ایک اور صلح ہوئی جس
میں یہ قرار پایا کہ انگریزی فوج ہندوستان

واپس چلی جائے۔ چنانچہ ۱۶۰۰۰ آدمی اکبر خاں کا اعتبار کرکے ہندوستان کو چل دئے۔ افغانوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم لوٹتی ہوئی فوج پر حملہ نہ کریں گے لیکن جوں ہی فوج نے کوچ کیا اور وہ خورد کابل کے درّہ میں آئی کہ اوپر سے افغانوں نے گولیوں کی بوچھار شروع کردی اس دردناک خونریزی کا تذکرہ بیان سے باہر ہے۔ ان ۱۶۰۰۰ آدمیوں میں سے صرف ایک ڈاکٹر برائیڈن یہ دردناک قصہ بیان کرنے کے لئے بچا اور باقی سب مارے گئے۔

اس مصیبت نے لارڈ آکلینڈ کو پاگل کردیا۔ اور وہ استعفاء دے کر واپس ولایت چلا گیا اور اُس کی جگہ لارڈ النبرا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔

باب ۲۳

لارڈ النبرا

سنہ ۱۸۴۲ء سے سنہ ۱۸۴۴ء تک

لارڈ النبرا لارڈ آکلینڈ کی نسبت زیادہ لائق اور دور اندیش حکمران تھا۔ اُس نے آتے ہی افغانستان میں جو فوج پڑی تھی اسکی حفاظت کا بندوبست کیا۔

افغانوں کی لڑائی کا خاتمہ۔

اس وقت افغانستان میں دو انگریزی فوجیں تھیں۔ ایک تو جنرل ناٹ کے زیر کمان قندھار میں۔ دوسری جنرل سیل کی ماتحتی میں جلال آباد میں مقیم تھی۔ اِدھر ہندوستان سے جنرل پولک کی زیر کمان ایک بڑی فوج درہ خیبر کے راستہ سے جلال آباد جا پہنچی۔ سیل اور پولک کی فوجوں نے اکبر خاں کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اسکے

بعد پولک نے جلال آباد سے باہر نکل کر کابل کی طرف کوچ کیا اور وہاں جاکر بالاحصار کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے دن جنرل ناٹ بھی آ پہنچا۔ کابل کے بازار کو گولہ باری کر کے تاخت و تاراج کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور شہر کو خوب لوٹا گیا۔ مگر جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے اب انگریزی گورنمنٹ نے اپنی پالیسی بدل دی تھی وہ افغان لوگوں کی مرضی کے خلاف کسی کو تخت پر بٹھانا نہیں چاہتے تھے اس لئے دوست محمد کو واپس کابل جانے کی اجازت دی گئی اور انگریزی فوج افغانستان سے واپس بلا لی گئی۔

سندھ کے امیروں کے ساتھ لڑائی۔

مُلک سندھ کا علاقہ پنجاب کے جنوب میں دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر واقع ہے۔ یہاں کی زمین زرخیز ہے لیکن مشرق اور مغرب کی طرف رتیلے میدان ہیں۔ انگریزوں کا مدت سے ارادہ تھا کہ دریائے سندھ کے کنارے ایک تجارتی کوٹھی بنائیں۔ لیکن اس میں دن بدن مشکلات پیدا ہوتی گئیں۔ ۱۸۰۹ء میں لارڈ منٹو کے وقت میں سندھ سے

امیروں سے صلح ہو چکی تھی اس کے بعد بھی امیروں
کے ساتھ ایک آدھ عہد نامہ اس شرط پر ہوا کہ
وہ ایک دوسرے کے ملک پر دست اندازی نہ کریں
دوسری بڑی مشکل یہ تھی کہ رنجیت سنگھ بھی سندھ کو
اپنی سلطنت میں ملانا چاہتا تھا۔ لیکن انگریزوں نے
اس کا منشا پورا نہ ہونے دیا۔ جب رنجیت سنگھ
۱۸۳۹ء میں فوت ہو چکا اور پنجاب میں کسی قدر
کھلبلی مچ رہی تھی۔ اس وقت لارڈ النبرا کو یہ
موقع اچھا ہاتھ آیا اور اس نے امیروں پر یہ
تہمت لگائی کہ وہ گورنمنٹ انگلشیہ سے دشمنی رکھتے
ہیں اور ان سب نے انگریزوں کے خلاف افغانوں
کے ساتھ سازش کی تھی۔ مورخین نے اس بات
کو ثابت کر دیا ہے کہ یہ الزام بے بنیاد تھا۔ لارڈ
النبرا نے سر چارلس نیپیر کو فوراً پورے اختیار دیکر
۱۸۴۲ء میں اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے سندھ
میں بھیجا۔ نیپیر دلیر اور باہمت تھا۔ لیکن سخت
مزاج اور جنگ جو تھا۔ اس نے امیروں سے نیا
صلحنامہ کیا اور انھیں اپنی سلطنت کا کچھ حصہ
دینے پر مجبور کیا۔ امیروں کو اپنا سکہ چلانے کا
بھی اختیار نہ رہا اس سے ان میں بڑی بے چینی پھیل

گئی - اور وہ خاموشی سے لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔
ان کو ڈرانے کے لئے نیپر نے ایمان گڑھ کے قلعہ
پر فوج کشی کی اور اس پر قبضہ کرلیا - انگریز افسروں
کی ایسی زبردست اور ناجائز حرکات سے مجبور ہو کر
بلوچیوں نے ماہ فروری ۱۸۴۳ء میں ریزیڈنسی پر حملہ
کر دیا - اب نیپئر کو اچھا موقعہ ہاتھ لگا اور اُس نے
لڑائی شروع کر دی - امیروں کے پاس تیس ہزار
فوج تھی لیکن نیپئر نے سب کو میانی کی لڑائی میں
ہرا دیا - حیدرآباد انگریزوں کے قبضہ میں آگیا -
سر چارلس نیپئر امیروں کو نیست و نابود کرنا
چاہتا تھا - اس لئے اُس نے فوراً ہی اعلان کر دیا
کہ سندھ کا علاقہ سلطنت انگلشیہ میں شامل کر لیا
گیا ہے اور امیر ملک سے باہر نکال دئے گئے۔

گوالیار کی کیفیت

جنکوجی سیندھیا جسے
دولت راؤ سیندھیا نے متبنےٰ
کیا تھا ۱۸۴۳ء میں مر گیا - اس کے کوئی اولاد نہ
تھی اور انتظام سلطنت اچھا نہ ہونے کی وجہ سے
اس کی وفات کے بعد سلطنت کی حالت اور بھی
ابتر ہو گئی - آمدنی سے خرچ زیادہ تھا - جنکوجی کی
بیوہ عورت صرف بارہ سال کی تھی - ایسی حالت

میں طرح طرح کے فساد برپا ہونے لگے۔ فوج میں بھی ہل چل مچ گئی۔ اس وجہ سے انگریزوں کو بڑی فکر ہوئی۔ اس وقت سیندھیا کی فوج میں چالیس ہزار سپاہی تھے یہ سب قواعد داں اور لڑنا بھی خوب جانتے تھے لارڈ النبرا نہیں چاہتا تھا کہ ایسی فوج قائم رہے کیونکہ ایسی قواعد داں فوج کے بگڑ جانے پر سلطنت کے امن و امان میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ رانی اور مرہٹہ سرداروں کو یہ بات بہت بُری معلوم ہوئی کہ انگریزی سرکار ان کے اندرونی انتظام ریاست میں دست اندازی کرنے کو تیار ہے اور وہ اس بات پر بگڑ کر لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔

دو انگریزی فوجیں دریائے چمبل کو عبور کر کے گوالیار بھیجی گئیں۔ لارڈ النبرا صلح کرنے کو بھی تیار تھا لیکن گوالیار کی فوج نے مرہٹہ سرداروں کو گورنر جنرل سے ملنے نہ دیا۔ مرہٹے لڑائی کے لئے تیار تھے۔ سر ہیو گف نے مہاراجپور کی لڑائی میں مرہٹوں کو شکست دی۔

اس کا نتیجہ انگریزوں کے لئے اچھا ہوا۔ ریاست گوالیار اب پورے طور پر انگریزوں کے قابو میں

آگئی ۔ مرہٹہ سرداروں کی ایک کونسل بنائی گئی اور انتظام سلطنت اُس کے سپرد کر دیا گیا۔ فوج کی تعداد کم کرکے چالیس ہزار کی جگہ نو ہزار کر دی گئی ۔ اور گوالیار میں ایک انگریزی فوج بھی رکھ دی گئی ۔ گوالیار میں امن قائم ہوگیا اور کوئی کھٹکا باقی نہ رہا۔

النبرا کا واپس جانا

کمپنی کے کارکنان لارڈ النبرا سے ناراض تھے اور اُس پر پورا اعتبار نہیں کرتے تھے ۔ وہ بھی اُن کی پرواہ نہیں کرتا تھا بلکہ بعض اقات خط و کتابت میں سخت الفاظ بھی استعمال کر دیا کرتا تھا ۔ اس لئے ان لوگوں نے اس کو واپس بلا لیا اور لارڈ ہارڈنگ کو گورنر جنرلی کے عہدہ پر مقرر کیا۔

باب ۲۴

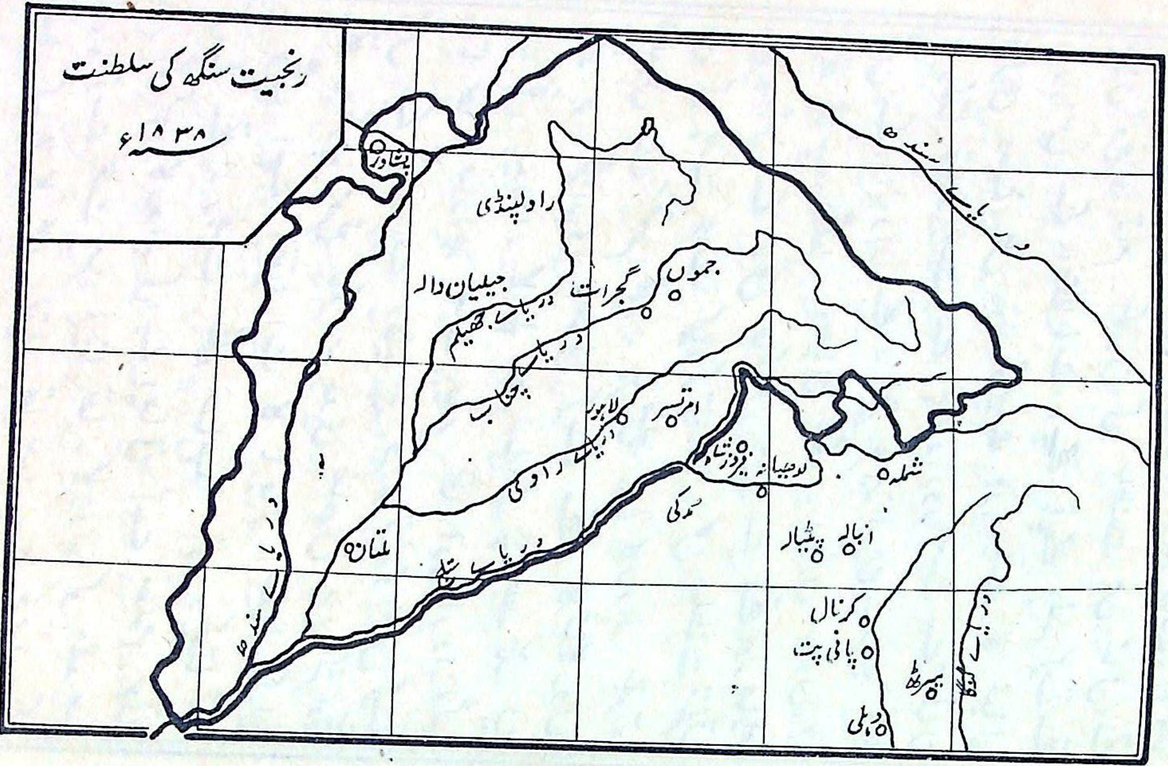
لارڈ ہارڈنگ

سنہ ۱۸۴۴ء سے سنہ ۱۸۴۸ء تک

گورنر جنرل مقرر ہوکر آنے سے پہلے ہی سر ہنری ہارڈنگ اپنی لیاقت دکھا چکے تھے۔ آپ نے یورپ کی بہت سی لڑائیوں میں حصّہ لیا تھا۔ واٹرلو کی مشہور لڑائی میں بھی آپ شریک تھے اور آپ کا ایک بازو اسی لڑائی میں کٹ گیا تھا۔ لارڈ ہارڈنگ کے عہد حکومت کا سب سے مشہور واقعہ سکھوں کی اور انگریزوں کی پہلی جنگ ہے۔ ان کا تمام وقت تقریباً پنجاب ہی کے جھگڑوں میں صرف ہوا۔

رنجیت سنگھ کا انتظام

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پنجاب میں ایک طاقتور سلطنت قائم کرلی تھی۔ کشمیر



رنجیت سنگھ کی سلطنت
سنہ ۱۸۳۸ء
پشاور
راولپنڈی
جموں
گجرات
جیلیان والہ
دریائے جھیلم
دریائے چناب
امرتسر
لاہور
دریائے راوی
ملتان
دریائے ستلج
دریائے سندھ
فیروزشاہ
لودھیانہ
مدکی
شملہ
انبالہ
پٹیالہ
کرنال
پانی پت
میرٹھ
دہلی
دریائے گنگا

ہزارہ ۔ پشاور ۔ بنوں ۔ ٹانک ۔ ڈیرہ جات اور ملتان وغیرہ تمام سکھوں کی سلطنت میں شامل تھے اور اس کے انتظامات اچھے اچھے افسر کرتے تھے نوکری دینے میں وہ قومیت اور ملّت کا خیال نہ رکھتا تھا۔ بہت سے ہندو اور بہت سے مسلمان اُس کے راز دار تھے ۔ فقیر عزیزالدین ۔ راجہ دینا ناتھ گلاب سنگھ ۔ دھیان سنگھ ۔ دیوان ساون مل وغیرہ اُس کے لائق حاکموں میں سے تھے اور مہاراجہ ان کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ کل سلطنت متفرق ضلعوں میں منقسم تھی ۔ ہر ضلع میں کاردار مقرر تھے جو مالگزاری وصول کرتے تھے ۔ کاشتکاروں سے کُل پیداوار کا $\frac{1}{3}$ سے لے کر $\frac{1}{2}$ حصہ تک لیا جاتا تھا۔ مہاراجہ بہت جابر تھا اور کاردار لوگ اُس کے خوف سے رعایا پر جبر و تشدد نہیں کرتے تھے ۔ اگرچہ موقع پاکر سرحدی ضلعوں میں اکثر اوقات یہ لوگ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرلیا کرتے تھے ۔ رنجیت سنگھ حساب خود دیکھتا تھا اور اگر کسی کاردار کی بے ایمانی اُسے معلوم ہوتی تو وہ اُسے سخت سزا دیتا تھا۔ کاردار کو مقدمہ فیصل کرنے کا بھی اختیار تھا بہت سے جرموں کے

لئے جرمانہ کی سزا دی جاتی تھی اور اس طرح بہت
زیادہ روپیہ وصول ہو جاتا تھا۔ جرمانہ کی رقم سرکاری
خزانہ میں جمع ہو جاتی تھی۔ انصاف کا طریقہ کوئی خاص
نہ تھا۔ زمانۂ حال کی طرح عدالتیں نہیں تھیں۔ سخت
جرم کے بدلے مجرموں کو اعضا کاٹنے کی سزا دیجاتی
تھی کیونکہ مہاراجہ ان کو جیل خانہ میں بھیجنا فضول
سمجھتا تھا۔ رنجیت سنگھ کا انتظام نقائص سے پاک
نہیں تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ ہمیشہ
رعایا کی بھلائی پر نظر رکھتا تھا۔ جب تک وہ
زندہ رہا اس کی سلطنت میں امن قائم رہا اور
کوئی حملہ غیر ملک والوں کا نہیں ہوا۔

رنجیت سنگھ کی فوجی طاقت اعلیٰ پایہ کی تھی

سچ تو یہ ہے کہ اُس نے تمام کوشش اپنی فوج
کے بنانے اور سنوارنے میں خرچ کر دی۔ اُس نے
بڑی بڑی تنخواہوں پر فرانسیسی جرنیل نوکر رکھے
جنھوں نے مہاراجہ کے لئے ایک قواعد داں انگریزی
طرز کی پیادہ فوج تیار کی اور ساتھ ہی توپیں
ڈھالنے کے لئے بھی بڑے بڑے کارخانے جاری
کئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ فوج میدان
جنگ میں انگریزی فوج کے مقابلہ میں آئی تو دشمن

نے بھی ان کی بہادری دیکھ کر داد دی۔

رنجیت سنگھ بہت عقلمند آدمی تھا۔ اگرچہ وہ بہت پڑھا لکھا نہ تھا لیکن انتظام سلطنت میں بڑا قابل اور پیچیدہ معاملوں کو بھی اچھی طرح اور جلد سمجھ جاتا تھا۔ خدا نے قوت حافظہ اُسے ایسی عطا کی تھی کہ وہ کسی بات کو بھولتا نہ تھا۔ بچپن میں چیچک سے اس کی آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ جس نے اُسے قدرے بدشکل کر دیا۔ لیکن اس کا جسم سڈول پیشانی اونچی اور کندھے چوڑے تھے وہ یک چشم ہونے کے باوجود بھی بڑا اقبالمند نظر آتا تھا گو وہ معمولی پوشاک پہنتا تھا۔ لیکن دربار بڑی دھوم دھام سے کیا کرتا تھا۔ سکھ سردار ایسی زینت و آرائش کے ساتھ آتے تھے گویا شاہجہاں بادشاہ کے درباری ہیں۔ انگریزوں سے اُس نے ہمیشہ دوستی رکھی۔ ۲۹ ر جولائی ۱۸۳۹ء کو رنجیت سنگھ کا انتقال ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ طاقت جو سکھوں کو قابو میں رکھ سکتی تھی کوچ کر گئی۔

سکھوں کی پہلی لڑائی

رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کھڑک سنگھ تخت نشین ہوا لیکن وہ



رنجیت سنگھہ

١ ٢



٣ ۴

١- شیر سنگھ ٢ - دلیپ سنگھ ٣ - کھڑک سنگھ
۴ - نونہال سنگھ

تھوڑے ہی دنوں بعد مر گیا۔ اس کے بعد نونہال
سنگھ گدی پر بیٹھا لیکن وہ اپنے والد کے مرنے
کی رسومات کو ادا کرکے لوٹ ہی رہا تھا کہ دفعتہً
قلعہ کے قریب کے دروازہ کی مُنڈیر اس پر گر پڑی
اور وہ مر گیا۔ نونہال سنگھ ہونہار لڑکا تھا اگر
خدا اسے مہلت دیتا تو وہ رنجیت سنگھ کی تقلید
کرتا اور اپنی سلطنت کو مضبوط بناتا۔ اُس کی
موت سے سلطنت میں کھلبلی پڑ گئی۔ خالصہ فوج
بے قابو ہونے لگی۔ اب رنجیت سنگھ کے دوسرے
لڑکے شیر سنگھ کی باری آئی۔ وہ خالصہ فوج اور
وزیر سلطنت راجہ دھیان سنگھ کی مدد سے تخت
نشین ہوا مگر اس سے خالصہ فوج کی طاقت اور
بھی بڑھ گئی شیر سنگھ اس بگڑی ہوئی حالت کو
سنبھال نہ سکا۔ دو سال کے بعد وہ بھی مارا گیا
اور اب خالصہ نے دلیپ سنگھ کو جو رنجیت سنگھ
کا چھوٹا بیٹا تھا تخت پر بٹھا دیا۔ دلیپ سنگھ کی
ماں رانی جند کنور بڑی چالاک عورت تھی وہ حکومت
کی باگڈور اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی مگر خالصہ
اس کی بہت چلنے نہیں دیتے تھے اس لئے
وہ چاہتی تھی کہ سکھوں کی فوج انگریزوں سے

لڑ کر یا تو وہ نیست و نابود ہو جائے یا سکھوں
کی شان اور بھی بڑھ جائے۔ چنانچہ خالصہ فوج
کو کئی طرح سے ترغیبیں دے کر لڑائی کے لئے
آمادہ کیا گیا۔ سکھوں کے دل میں انگریزوں کی
طرف سے شبہہ تو پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔ ۱۸۴۳ء
میں ملک سندھ جو سرکار انگریزی میں شامل ہو گیا
تو اور بھی آگ بھڑک گئی۔ اب کیا تھا رانی کی
بھی خوب بن آئی اور خالصہ فوج کو یہاں تک
بھکایا کہ ساری کی ساری فوج دسمبر ۱۸۴۵ء میں
دریائے ستلج کو عبور کرکے انگریزی سلطنت کی
طرف بڑھنے لگی۔

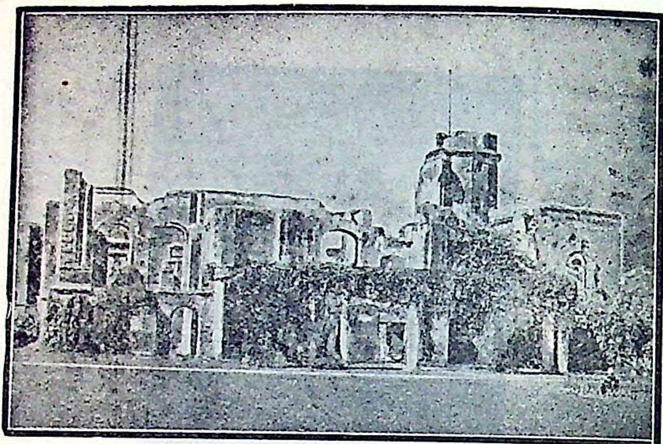
انگریز یہ سب حال دیکھ کر اپنی طرف بھی
تیاریاں کر رہے تھے۔ پہلی لڑائی مد کی کے مقام پر
ہوئی۔ سکھوں کی قواعد داں فوج نے دو گھنٹہ تک سخت
مقابلہ کیا اور انگریزوں کو اُن کی طاقت معلوم ہو گئی
اگرچہ اس لڑائی میں سکھوں کو شکست ہوئی مگر
انگریزی فوج کا بڑا نقصان ہوا اُن کے ۸۷۰ آدمی
کے قریب مارے گئے۔ فتحیاب فوج نے اس کے
بعد فیروز شاہ کی طرف کوچ کیا جہاں لال سنگھ
۳۵۰۰۰ سکھوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار تھا۔ مگر

سکھوں کی بدقسمتی سے نہ اُس میں لیاقت تھی اور نہ
اس کی نیت اچھی تھی۔ اس لئے سکھوں کو پھر شکست
ہوئی۔ مگر خالصہ نے ہمت نہ ہاری۔ چنانچہ دوبارہ
قسمت آزمائی کی گئی۔ مگر اُن کا ستارۂ اقبال زوال
پر تھا۔ جنوری ۱۸۴۶ء میں انگریزی فوج نے سر ہنری
اسمتھ کے زیر کمان علی وال اور سبراؤں کے مقام پہ
ان کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ بہت سے
سکھ مارے گئے اور باقی پسپا ہو کر واپس ستلج کے پار
ہوئے۔ اس لڑائی سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انگریزوں
کو سکھوں کی طاقت معلوم ہو گئی۔ چاروں لڑائیوں
میں وہ ایسی بہادری سے لڑے کہ اُن کے دشمن بھی
تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ انگریزی فوج کا حوصلہ
بڑھ گیا کیونکہ سکھ ہندوستان کی لڑنے والی قوموں
میں یکتا گنے جاتے تھے۔

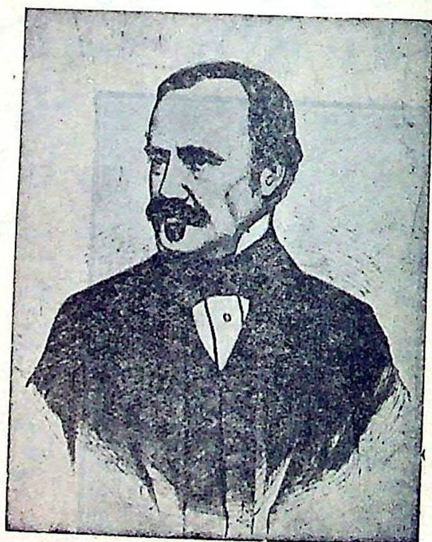
لڑائی ختم ہونے پر لارڈ ہارڈنگ لاہور گیا۔
لیکن فتح ہونے پہ بھی اُس نے پنجاب کو انگریزی
حکومت میں نہیں ملایا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔
ایک تو یہ کہ رنجیت سنگھ انگریزوں کا دوست تھا اور
وہ اس کی سلطنت کو اس طرح معدوم نہیں کرنا
چاہتا تھا۔ دوسرے وہ جانتا تھا کہ سکھوں کو مطیع

کرنا آسان نہیں۔ چنانچہ خالصہ دربار کے ساتھ صلح کی گئی اور ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کو ایک عہد نامہ لکھا گیا جس میں یہ شرط قرار دی گئی کہ سکھ قواعد داں فوج بیس ہزار سے زیادہ نہ ہو۔ ستلج اور بیاس کے درمیان کا علاقہ یعنی دوآبہ بست جالندھر سے علیحدہ کر کے سلطنت انگریزی میں شامل کیا گیا۔ ڈیڑھ کروڑ روپیہ لاہور دربار کو بطور تاوانِ جنگ دینا پڑا۔ اس میں سے پچاس لاکھ روپیہ تو انگریزوں نے نقد لے لیا اور باقی ایک کروڑ کے عوض میں جموں کشمیر۔ ہزارہ وغیرہ کا علاقہ گلاب سنگھ کو دے دیا گیا۔ دلیپ سنگھ پنجاب کا راجہ ہوا اور اس کی ماں اتالیق مقرر ہوئی۔ ایک انگریز ریزیڈنٹ بھی لاہور دربار میں رہنے لگا۔ پہلے پہل اس عہدہ پر ہنری لارنس سرفراز ہوا۔

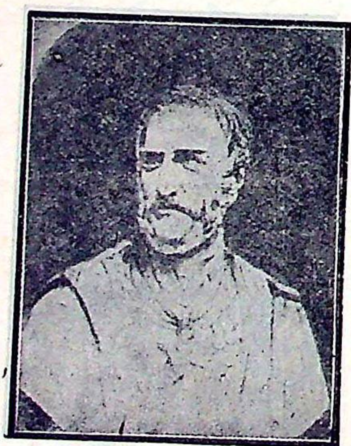
جنوری ۱۸۴۸ء میں اپنے جانشین لارڈ ڈلہوزی کے ہاتھ میں عنانِ حکومت دے کر سر ہنری ہارڈنگ خود واپس انگلستان روانہ ہوا اور جنگ پنجاب کی فتح کے صلے میں اس کو وائی کاؤنٹ کا خطاب ملا۔



لکهنؤ ریزیدنسی



جنرل اوترم



جنرل هیولاك



لارڈ النبرا



لارڈ ڈلهوزي



لارڈ هارڈنگ

باب ۲۵

لارڈ ڈلہوزی

۱۸۴۸ء سے ۱۸۵۶ء تک

لارڈ ڈلہوزی بھی ہندوستان کے مشہور گورنر جنرلوں میں سے تھا اس نے کلایو اور ہیسٹنگز کی طرح کئی علاقے انگریزی سلطنت میں شامل کئے۔ اسی لئے وہ انگریزی سلطنت کو مستحکم بنانے والا سمجھا جاتا ہے وہ بڑا لائق محنتی اور کام کرنے والا آدمی تھا اور صرف ۳۵ سال کی عمر میں گورنر جنرل کے اعلیٰ عہدہ پر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلینڈ میں اُس کی عقل و دانش کا سکّہ کیسا جما ہوا تھا اور اس میں کتنی لیاقت تھی۔

سکھوں کی دوسری لڑائی

۱۸۴۸ء سے ۱۸۴۹ء تک

ہندوستان میں آتے ہی اسے سکھوں سے لڑنا پڑا۔ سکھوں کی پہلی

جنگ کے بعد اگرچہ ظاہرا طور پر ملک میں امن و
امان دکھائی دیتا تھا مگر در پردہ سکھ سردار اپنی
کھوئی ہوئی آزادی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے
کوشش کر رہے تھے اور غالباً دیکھ رہے تھے کہ کب
موقع آئے اور وہ اس کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں
چنانچہ یہ موقع ان کو جلد ہی مل گیا۔ لاہور دربار
نے ملتان کے حاکم دیوان مولراج سے حساب
طلب کیا۔ اور آئندہ کے لئے اس کا علاقہ کم
کر کے اجارہ بڑھا دیا گیا۔ دیوان مولراج کے
دائرہ اختیارات کو بھی پیشتر کی نسبت تنگ کر دیا
گیا اس پر دیوان نے اپنے عہدے سے استعفا
دے دیا۔ سردار کاہن سنگھ اُس کی جگہ حاکم
ملتان مقرر ہوا اور اُس کی مدد کے لئے دو
انگریز افسر انڈریوز اور اگنیو ملتان روانہ ہوئے
جب مولراج سے چابیاں لے کر یہ لوگ قلعہ سے
باہر آ رہے تھے تو ایک موقوف شدہ سپاہی نے
ان پر برچھی سے وار کیا۔ معاملہ بڑھ گیا۔ ملتان
میں کھلبلی مچ گئی اور دونوں انگریز افسر قتل کئے
گئے۔ اس پر لڑائی چھڑ گئی۔ جب یہ خبر لاہور پہنچی
تو ریزیڈنٹ نے کمانڈر انچیف کو انگریزی فوج روانہ

کرنے کے لئے لکھا ۔ مگر اپریل کا مہینہ ختم ہونے کو
تھا ۔ موسم گرما شدت سے شروع ہو رہا تھا اسلئے
کمانڈر انچیف نے انگریزی فوج روانہ کرنے سے
انکار کر دیا ۔ خوش قسمتی سے ایک دو انگریز افسر
بنوں کے علاقہ میں مقیم تھے جو فوراً ہی تھوڑی
فوج لے کر ملتان کی طرف بڑھے کہ شورش کو بند
کیا جائے ۔ چنانچہ ملتان کا محاصرہ شروع ہو گیا
کچھ فوج لاہور سے زیر کمان سردار شیر سنگھ
اٹاری والہ روانہ ملتان کی گئی مگر وہ مولراج کے
ساتھ مل گئی ۔ ادھر شیر سنگھ کے والد سردار چتر
سنگھ نے ضلع ہزارہ میں شورش برپا کر دی ۔ اب
خالصہ جھنڈے کے نیچے سکھ سپاہی جوق در جوق
اکٹھے ہونے لگ گئے تمام خالصہ ایک ہو گیا
ادھر سے موسم کھلنے پر سر ہیوگف بھی اپنی فوج
لے کر آگے بڑھا پہلے رام نگر اور سعد اللہ پور کی
لڑائیاں ہوئیں لیکن کسی کو فتح نصیب نہ ہوئی ۔
فریقین کے بہت سے سپاہی زخمی ہوئے ۔ سعد اللہ
پور کی لڑائی کے بعد انگریزی فوج نے دریائے چناب
کو عبور کر کے ۱۳؍ جنوری کو سکھوں پر حملہ کیا ۔ چلیانوالہ
کی مشہور لڑائی ہوئی جس میں بہت سے بہادر سپاہی

مارے گئے - سکھوں کا انگریزوں کی نسبت سہ گنا نقصان ہوا - لیکن اُن کی ہمّت پست نہ ہوئی - اور وہ پھر لڑائی کے لئے تیار ہو گئے - بعد ازاں گجرات کی لڑائی ہوئی جس میں سکھوں کو شکست ہوئی - لارڈ گف کے پاس صرف پچیس ہزار سپاہی تھے لیکن توپخانے کی مدد سے اس نے سکھوں کی سرکوبی کی - اگرچہ سکھوں نے شکست کھائی لیکن اُن کی دلیری تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یاد رہیگی -

لارڈ ڈلھوزی ہارڈنگ کی حکمت عملی کا مخالف تھا - وہ کمزور سلطنتوں کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا - چنانچہ اُس نے ۱۸۴۹ء میں پنجاب کو انگریزی سلطنت میں ملانے کا حکم دیا - مہاراجہ دلیپ سنگھ کو پچاس ہزار پونڈ سالانہ کی پنشن دی گئی اور اُن کو پنجاب کے باہر رہنے کی ہدایت ہوئی کچھ دن بعد وہ انگلستان چلے گئے اور وہاں جاکر عیسائی مذہب قبول کر لیا اُن کی والدہ رانی جند کنور پہلے نیپال چلی گئی پھر انگلستان پہنچ گئی اور وہ بھی وہیں رہنے لگی - جو سکھ سردار انگریزوں کے برخلاف لڑائی میں شامل ہوئے تھے انکی جاگیریں چھین لی گئیں اور ان کی پنشن مقرر کردی

گئی - مولراج پر انگریز افسروں کے قتل کا مقدمہ چلایا گیا اور اُسے پھانسی کا حکم ہوا مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوا اور اُسے تازیست قید کی سزا ملی لیکن وہ چند ماہ کے بعد ہی راہی ملکِ عدم ہوا۔

پنجاب کے انتظام حکومت کے لئے لارڈ ڈلہوزی نے تین بڑے افسروں کی ایک کمیٹی قائم کی۔ بڑی دقت سے کمیٹی نے طرزِ حکومت کی اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لیا - کل صوبہ کئی ضلعوں میں منقسم کیا گیا - اور ہر ضلع میں ایک ایک حاکم مقرر کیا گیا - بہت سے ٹیکس معاف کردئے گئے - اڑتالیس قسم کے محصولوں میں سے صرف چھ قسم کے محصول وصول کئے جانے لگے جس سے رعایا کو بہت فائدہ ہوا - کھیتوں کے سینچنے کے لئے کئی ایک نئی نہریں بھی نکالی گئیں۔ نئی عدالتیں بھی مقرر ہوئیں اور قانون بھی نئے طرز کے بنائے گئے - تعلیمی ترقی کے لئے مدرسے بھی کھولے گئے اور ان کے انتظام کے لئے ایک نیا محکمہ کھول دیا گیا - تجارت کو ترقی ہوئی اور ملک کی مالی حالت سدھرنے لگی - پولیس کا بھی معقول انتظام کیا گیا - ریل - تار اور ڈاکخانے کھل گئے

جن سے رعایا کو بڑی سہولت ہوئی - بہادر سکھ فوج میں بھرتی کئے گئے اور اُن کی عزت کی گئی۔ اب بھی انگریزی فوج میں سکھ سپاہی ہیں اور انھوں نے یورپ کے جنگ عظیم میں جو دلیری دکھائی تھی اس سے سب لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔

برما کی دوسری لڑائی ۱۸۵۲ء

جنگ پنجاب کو ختم ہوئے ابھی تین برس ہی ہوئے تھے کہ برما کے ساتھ لڑائی چھڑ گئی برما کی پہلی لڑائی ختم ہونے پر ۱۸۲۶ء میں جو ینڈبو کی صلح ہوئی تھی - اس کی شرطوں کو راجہ برما نے پورا نہ کیا - جو انگریز سوداگر برما کی سلطنت میں رہتے تھے - ان کے ساتھ رنگون کے گورنر نے بڑا ظالمانہ برتاؤ کیا- انگریز سوداگروں نے کلکتہ کے گورنر سے مدد مانگی- اس کے بعد جب گورنر جنرل نے یہ سُنا کہ برما والوں نے ایک انگریزی جہاز کے کپتان کو پکڑ لیا ہے تو اُس نے جنگ کا اعلان کر دیا۔

لارڈ ڈلہوزی نے رسد وغیرہ کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا - اور اس نے فوج کے آرام کا پورا خیال رکھا - آٹھ ہفتہ کے اندر

انگریزوں کا جہازی بیڑا رنگون پہنچا اور اُس نے مرتبان کو لے لیا۔ اس کے بعد رنگون کے بندرگاہ پر حملہ کیا گیا اور وہ بھی فتح ہو گیا۔ گورنر جنرل خود رنگون اور پروم پر قبضہ کرلینے کی نیت سے گیا۔

آوا پر حملہ کرنا مشکل تھا کیونکہ وہاں رسد وغیرہ بآسانی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ راجہ سے صلح کرنے کے لئے کہا گیا لیکن اُس نے انکار کردیا جب گورنر جنرل نے صلح کا ہونا ناممکن دیکھا تو پیگو یعنی لوئر برما کو ۱۸۵۳ء میں انگریزی سلطنت میں ملا لیا اور اس کا ایک نیا صوبہ بنایا گیا۔ جس کا دارالسلطنت شہر رنگون قرار دیا گیا۔ ملک میں امن قائم کیا گیا۔ تجارت بڑھنے لگی اور رعایا آرام سے رہنے لگی۔ برٹش برما میں کسی قسم کی بے اطمینانی نہ رہی اور لوگ بے انصافی اور ظلم سے بچ گئے۔ رنگون کی بڑی ترقی ہوئی اور آجکل رنگون بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ملک میں کسی قسم کا جھگڑا نہ رہا اور سلطنت برطانیہ کے ماتحت لوگ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے رعایا بہ نسبت پہلے کے زیادہ خوش حال ہو گئی۔

لارڈ ڈلہوزی اور دیسی ریاستیں

لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں کئی ریاستیں انگریزی سلطنت میں ملائی گئیں - اس وقت دیسی ریاستیں دو طرح کی تھیں - ایک تو انگریزی سرکار کی بنائی ہوئی - مثلاً ستارہ - جھانسی وغیرہ اور دوسری خود مختار تھیں - جو حکومت انگلشیہ کے قائم ہونے سے پیشتر بھی موجود تھیں جیسے گوالیار - اندور اور بڑودہ وغیرہ - لارڈ ڈلہوزی کا قول تھا کہ کوئی راجہ لاولد فوت ہو جائے تو اُس کی سلطنت انگریزی سلطنت میں شامل کر لی جائے - لیکن ہندوؤں کو ان کے دھرم شاستر کی رو سے متبنیٰ کرنے کا اختیار تھا اس لئے اُس نے کہا کہ برٹش گورنمنٹ اسی متبنیٰ لڑکے کو قبول کرے گی جو اس کی رائے سے متبنیٰ کیا گیا ہوگا - اس قانون کے مطابق کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں انگریزی سلطنت میں ملا لی گئیں - لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ خود مختار ریاستوں میں یہ قانون نافذ نہیں تھا تاہم لارڈ ڈلہوزی کی اس حکمت عملی کو ناپسند کرنے کے علاوہ اس پر یہ جرم بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ تمام دیسی ریاستوں کا خاتمہ

کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ خیال بالکل درست نہیں ہے اوّل تو دیسی ریاستوں کا انگریزی سلطنت میں ملا لینا کوئی نئی بات نہ تھی جو کہ صرف لارڈ ڈلہوزی نے جاری کی ہو۔ دوسرے لارڈ ڈلہوزی کے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ اُن کا انتظام اچھا نہیں ہے اور اُن کی رعایا سخت تکلیف میں رہتی ہے اس لئے انکی مصیبت دور کرنا سرکار انگریزی کا فرض ہے۔

ستارا

۱۸۱۷ء میں باجی راؤ پیشوا کے معزول ہونے پر لارڈ ہیسٹنگز نے ستارا کی سلطنت شیواجی کے خاندان میں سے ایک شہزادہ کو دی تھی۔ وہ شاہزادہ مر گیا اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی تخت نشین ہوا۔ اُس نے دس سال تک حکومت کی۔ جب مرنے کا وقت نزدیک آیا تو اس نے ایک لڑکا متبنّےٰ کیا۔ متبنّےٰ ہونے کی رسم ہندو قوانین کے مطابق ہوئی تھی۔ لیکن سرکار انگریزی نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔

۱۸۴۸ء میں ستارا انگریزی حکومت میں شامل کر لیا گیا۔

جھانسی

جھانسی کا راجہ بھی اسی اثنا میں انتقال کر گیا۔ جھانسی کے حکمران کبھی

خود مختار نہ تھے۔ پہلے وہ پیشوا کی ماتحتی میں تھے بعد ازاں کمپنی کی ماتحتی میں آ گئے۔ رانی نے لڑکا متبنّےٰ کیا لیکن گورنمنٹ انگلشیہ نے اُسے منظور نہ کیا لہذا وہ ریاست انگریزی سلطنت میں شامل کر لی گئی۔ لیکن رانی بہت غضبناک ہوئی اور اُس نے بدلہ لینے کی غرض سے غدر میں مخالفوں کو امداد دی۔

ناگپور

مرہٹوں کی چوتھی لڑائی کے بعد ۱۸۱۸ء میں ناگپور کی ریاست ہیسٹنگز نے بھونسلا کو واپس کر دی۔ ۱۸۵۳ء میں اس ریاست کے آخری راجہ کا انتقال ہو گیا۔ اُسکے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ اُس نے کسی کو متبنّےٰ کیا تھا۔ اس لئے ناگپور کی ریاست بھی انگریزی سلطنت میں شامل ہو گئی۔ ہیرے اور جواہرات جو وہاں کے خزانہ میں تھے نیلام کر دئے گئے جس سے شہر میں بڑی سنسنی پھیل گئی۔ ممالک متوسط کے نام سے ایک نئی کمشنری بنائی گئی اور اُس کے انتظام کے لئے ایک چیف کمشنر مقرر ہوا۔

نظام اور برار

نظام کے ہاں جو انگریزی فوج رہتی تھی اس کا خرچ

نظام ٹھیک وقت پر نہیں دیا کرتا تھا۔ ۱۸۴۳ء
میں نظام کو اس بات سے آگاہ کیا گیا۔ لیکن اسکا
بھی کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ آخرکار نظام نے مجبور ہوکر
اس فوج کے مصارف کے لئے برآر کا صوبہ انگریزوں
کو دے دیا۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں
انگریزی سلطنت میں شامل کی گئیں۔ باجی راؤ
پیشوا کی وفات کے بعد اس کی پنشن بند ہوگئی
اس وجہ سے اس کا متبنےا لڑکا نانا صاحب بہت
ناراض ہوا۔

اودھ

اودھ کو انگریزی سلطنت میں شامل
کرنے کی کئی وجوہات تھیں۔ اودھ کی
سلطنت ایک طرح سے انگریزوں ہی کی قائم کی تھی
۱۷۶۵ء میں بکسر کی لڑائی کے بعد کلایو نے فتح
پانے پر بھی اودھ کی ریاست شجاع الدولہ کو
واپس کر دی تھی لیکن اودھ کے نوابوں کے عہد
میں ایسی بدنظمی پھیل رہی تھی کہ رعایا مصیبت زدہ
ہونے لگی۔ اُن کی مطلق العنانی سے سب لوگ
ناخوش تھے۔ وہ انتظام سلطنت کی بالکل پرواہ
نہ کرتے تھے اور تمام وقت عیش و آرام میں بسر کرتے

تھے ۔ ان سے بار بار حکومت کی اصلاح کے لئے کہا
گیا لیکن ایک نہ سُنی ۔ بینٹنگ اور ہارڈنگ نے
نوابوں کو بہت سمجھایا ۔ تنبیہ بھی کی لیکن بالکل
اثر نہ ہوا اکثر اوقات یہ بھی دھمکی دی گئی کہ اگر
ملک میں بدامنی اور بدنظمی رہے گی تو انھیں
تخت سے اُتار دیا جائے گا لیکن نواب ایسے
لاپرواہ تھے کہ ان باتوں کا کچھ بھی خیال نہ
کیا ۔ ملک کی حالت بگڑتی گئی ۔ اخراجات بڑھ
گئے اور آمدنی کم ہو گئی ۔ زمیندار سرکاری
مالگزاری کو خود ہضم کر جاتے تھے ۔ نواب کے
حکام سست اور نالائق تھے ۔ لارڈ ڈلہوزی
نے ۱۸۵۶ء میں اودھ کی حالت کا معائنہ کرکے
ایک رپورٹ تیار کی جس میں بڑی لیاقت کے
ساتھ اودھ کی دردناک حالت کا تذکرہ کیا اور
نواب کی ظالمانہ حرکات اور بدنظمی کا بھی ذکر
کیا ۔ اس نے لکھا کہ اودھ کی رعایا پر بڑا ظلم
ہو رہا ہے اس لئے اسے انگریزی سلطنت میں
شامل کر لینا گورنمنٹ انگلشیہ کا فرض ہے ۔ جب
یہ بات طے ہو گئی تو جنرل اوٹرم نواب سے
عہد نامہ پر دستخط کرنے کے لئے لکھنؤ روانہ

ہوا۔ اس عہد نامہ میں لکھا تھا کہ اودھ کی
سلطنت کو کمپنی نے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔
نواب اس خبر کو سُن کر رونے لگا اور اُس نے
اپنی پگڑی رزیڈنٹ کے پاؤں پر رکھ دی۔
لیکن ڈلہوزی اس بات پر تلا ہوا تھا۔ لہذا
اعلان کر دیا گیا کہ اودھ کی ریاست انگریزی
سلطنت میں شامل کر لی گئی۔ نواب کو پندرہ لاکھ
روپیہ سالانہ کی پنشن دی گئی اور وہ کلکتہ بھیج
دیا گیا۔ اس نواب کا نام واجد علی شاہ تھا اور
وہ اودھ کا آخری نواب تھا۔

لارڈ ڈلہوزی کی اصلاحات

لارڈ ڈلہوزی کا عہد حکومت
اصلاحات کے لئے بھی اتنا ہی
مشہور ہے جتنا کہ انگریزی سلطنت
کی وسعت کے بڑھ جانے کے لئے ہے۔ یہاں پر
صرف چند اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

محکمہ تعمیرات

لارڈ ڈلہوزی کے وقت میں
بہت سی سڑکیں نہریں اور پُل
بنائے گئے۔ ان کی تعمیر اور سرکاری عمارتوں
کی نگرانی کے واسطے ایک نیا محکمہ قائم کیا گیا
جس کا نام محکمۂ تعمیرات تھا۔ اس محکمہ کو روپیہ

سے مدد دی گئی اور اسی محکمہ کی بدولت بہت سی سڑکوں اور پلوں کے علاوہ دریاے گنگ کی نہر بھی بن گئی جو آج کل دنیا کی سب سے بڑی نہروں میں شمار کی جاتی ہے۔ سڑکیں بن جانے سے مشکل پہاڑی مقامات میں بھی آمد و رفت کی آسانی ہو گئی۔ نہروں سے کھیتوں کی آبپاشی ہونے لگی۔ زمین کا بہت ساحصہ جو پہلے بالکل بنجر پڑا ہوا تھا اب سر سبز ہو گیا۔ اور ان کے مالیہ سے سرکاری آمدنی میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اب آمد و رفت کی آسانی سے ایام قحط میں لوگوں کو زیادہ تکلیف ہونے کا اندیشہ بھی کم ہو گیا۔

تعلیم

تعلیم کی ترقی کے لئے لارڈ بینٹنگ نے اچھا انتظام کیا تھا۔ اس نے مدرسے بھی کھلوائے تھے۔ مگر لارڈ ڈلہوزی نے تعلیم کی طرف خاص توجہ کی۔ اس کام میں اسے ٹامسن صاحب سے جو ممالک متحدہ کا لفٹننٹ گورنر تھا بڑی مدد ملی۔ یہ بڑا شریف انگریز تھا اور ہندوستانیوں کے ساتھ ہمدردی رکھتا تھا۔ وہ یہاں کے باشندوں

سے خوب واقف تھا۔ جاڑے کے دنوں میں وہ دیہات کا دورہ کیا کرتا اور لوگوں سے مل کر اُن کا سارا حال پوچھتا تھا۔ ٹامسن نے اپنے صوبہ میں دیہاتی مدرسے کھلوائے تھے۔ لارڈ ڈلہوزی نے ٹامسن کے اس کام کو بہت پسند کیا اور دوسرے صوبوں میں بھی ایسے ہی مدرسے کھولنے کی کوشش کی۔ تعلیم نسواں کے لئے بھی اس نے تدبیریں کیں۔ لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی ۱۸۵۴ء میں سر چارلس وُڈ کی مشہور رپورٹ ہندوستان میں آئی جس میں لکھا تھا کہ تعلیم کو ترقی دینا گورنمنٹ کا اوّلین فرض ہے۔

ڈلہوزی نے فوراً اس پر عمل کیا۔ تعلیم کا الگ محکمہ بنایا گیا اور سر رشتہ تعلیم کی نگرانی کے لئے ایک ڈائرکٹر مقرر کیا گیا اور سرکاری خرچ پر مدرسے کھولے گئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ جہاں کہیں غیر سرکاری مدرسے بھی کھولے جائیں ان کو بھی سرکار کی طرف سے مالی امداد دی جائے۔

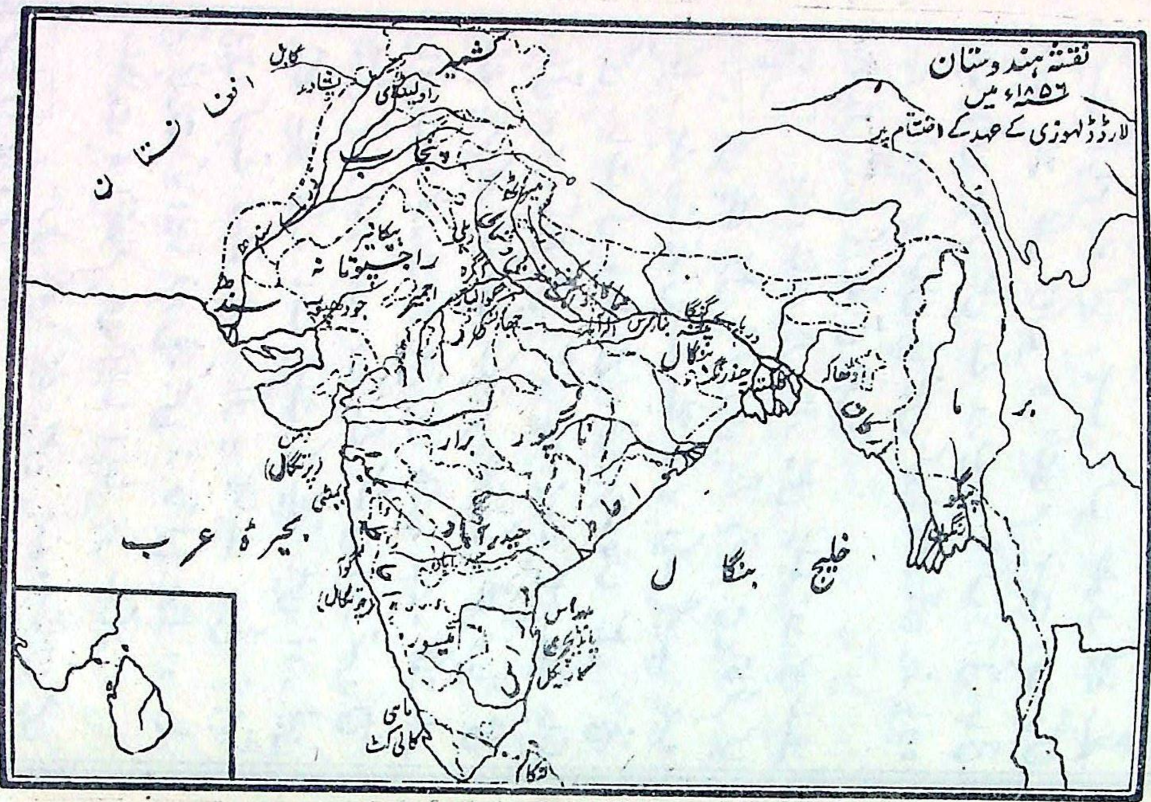
سرکاری آمدنی اور تجارت کی ترقی

لارڈ ڈلہوزی کے

عہد میں سرکاری آمدنی ۲۶ لاکھ سے بڑھ کر ۳۰ لاکھ ہو گئی۔ تجارت کو اچھی ترقی ہوئی۔ مال غیر ملکوں کو بھی جانے لگا۔ اور بکری خوب ہونے لگی۔ سڑکوں اور نہروں کی وجہ سے تجارت میں بڑی سہولت ہوئی۔ مال ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے جانے لگا۔ بمبئی اور کلکتہ ایسے شہروں میں تجارت کو خوب فروغ ہوا ولایتی مال ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے مقام پر پہونچنے لگا۔ سمندری بندرگاہوں کی بھی حالت درست ہو گئی اور تجارت خوب ہونے لگی۔

محکمہ ڈاک

لارڈ ڈلہوزی سے پہلے ہرکارے ایک مقام سے دوسرے مقام کو خطوط لے جاتے تھے۔ اس میں خرچ بہت پڑتا تھا۔ اس لئے غریب اور اوسط درجہ کے لوگوں کے لئے خط روانہ کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ صرف وہی لوگ خط لکھتے تھے جو ہرکارے کو اُس کی اُجرت دے سکتے تھے۔ لارڈ ڈلہوزی نے فوراً ڈاک کی اصلاح کے لئے ایک کمیٹی قائم کی اور آدھ آدھ آنے کے ٹکٹ جاری کئے جن کے لگانے سے چٹھیاں ہندوستان کے ایک سرے سے


نقشۂ ہندوستان
۱۸۵۶ء میں
لارڈ ڈلہوزی کے عہد کے اختتام پر
بحیرۂ عرب
خلیج بنگال

دوسرے تک جا سکتی تھیں۔ اس سے لوگوں کو بہت آرام ہو گیا۔ سب لوگ خطوط لکھنے لگے۔ رفتہ رفتہ محکمہ ڈاک کا انتظام بہت اچھا ہو گیا اب اسّی ہزار میل کے درمیان ڈاک آتی جاتی ہے۔ اور ہر سال چالیس کروڑ سے بھی زیادہ چٹھیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔

تار

ہندوستان میں تار یعنی ٹیلیگراف کا سلسلہ بھی پہلے پہل ڈلہوزی کے وقت میں قائم کیا گیا۔ ہندوستانیوں کے لئے تو یہ ایک عجیب چیز تھی۔ بات کی بات میں خبر ہزاروں میل پہنچ جاتی ہے۔ آج کل تار سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ سرکار کو ملک کے ہر حصّہ کی خبر فوراً مل جاتی ہے۔ تجارت کو بھی بڑا فائدہ ہے۔ کلکتہ اور بمبئی تو درکنار دُور دور کے مُلکوں اور شہروں سے بیٹھے بیٹھے لوگ بات چیت کر لیتے ہیں اور لین دین کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ رائج نہ ہوتا تو تجارت کو ایسا فروغ کبھی نہ حاصل ہوتا اور نہ سلطنت کا انتظام ہی ایسا اچھا ہو سکتا۔

ریل

ریل بھی پہلے پہل ہندوستان میں لارڈ ڈلہوزی ہی کے وقت میں کُھلی۔ سب سے

پہلے ایسٹ انڈیا ریلوے بنی جس کی لائنوں کا طول اس وقت تقریباً ۱۵۰۰ میل ہے۔ بڑے بڑے شہر سب ریلوے کے کنارے ہیں۔ اور مسافر بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ آجا سکتے ہیں ریل سے بہت فائدہ ہوا۔ تجارت کو بھی فروغ ہوا کیونکہ مال بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے۔ اور جس چیز کی جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں فوراً بھیجی جا سکتی ہے۔ قومیت و ملّت کا خیال بھی کم ہو گیا ہے۔ کیونکہ ریل میں ہر قوم کے لوگ ساتھ ساتھ بیٹھ کر سفر کرتے ہیں۔ ایام قحط میں جہاں غلّہ کی کمی ہوتی ہے وہاں غلّہ پہنچ جاتا ہے اور بھوکوں کی جان بچ جاتی ہے۔ گورنمنٹ کو انتظام سلطنت میں بھی بڑی آسانی رہتی ہے۔ اگر کہیں بد امنی ہوتی ہے تو فوراً فوج بھیج دی جاتی ہے۔ اس میں خرچ کم ہوتا ہے اور کام بہت جلد ہوتا ہے۔ ریل کے ہونے سے متبرک مقامات کی زیارت میں بھی آسانی ہو گئی ہے۔ لاکھوں آدمی ہر سال متبرک مقامات کی زیارت کو جاتے ہیں۔

اب تک بڑے عہدوں پر کمپنی کے ڈائرکٹر اکثر

اپنے دوست اور رشتہ داروں کو مقرر کیا کرتے تھے اور ہندوستانیوں کے لئے دروازہ بالکل بند تھا۔ لیکن اب سے یہ قانون کر دیا گیا کہ سول سروس کا امتحان انگلستان میں ہو اور جو اس امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبروں میں پاس ہوں وہ بڑے عہدوں پر مقرر کئے جائیں[1] اور مذہب و قومیت کا کوئی خیال نہ کیا جائے۔ ہندوستان کے باشندوں کو اپنی لیاقت دکھانے کا موقع ملا۔ بہت سے ہندوستانی اب سول سروس میں ہیں اور اُن کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اب مذہب اور قومیت کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ جسے خدا نے ہمت و ذہانت دی ہے وہ اس امتحان میں شریک ہو کر اپنی تعلیم اور عقل کے زور سے بڑے بڑے عہدوں تک پہنچ سکتا ہے۔

لارڈ ڈلہوزی کے وقت میں انگریزی علاقہ بہت وسیع ہو گیا تھا اس لئے گورنر جنرل کے لئے یہ مشکل ہو گئی تھی کہ وہ گورنر جنرلی کا کام بھی کرے

[1] اب یہ امتحان ہندوستان میں بھی لیا جاتا ہے اور جو کامیاب ہوتا ہے اس کو دو سال کے واسطے سرکاری خرچ پر ولایت بھیجا جاتا ہے۔

اور ساتھ ہی گورنری بنگال کا کام بھی بخوبی سرانجام دے سکے۔ چنانچہ ۱۸۵۴ء میں بنگال بہار اور اوڑیسہ کے لئے ایک علیحدہ گورنر مقرر کیا گیا۔

اسی سال کمپنی کے چارٹر کی بیس سالہ میعاد ختم ہو چکی تھی اس لئے اس چارٹر کی پھر تجدید ہوئی مگر اس بار کوئی میعاد مقرر نہیں کی گئی صرف یہ اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے کمپنی ہندوستان کا انتظام کرے گی۔

۱۸۵۶ء میں لارڈ ڈلہوزی انگلستان واپس چلا گیا۔ بہت محنت کی وجہ سے اُس کی تندرستی خراب ہو گئی تھی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے عہد میں ہندوستان نے بڑی ترقی کی۔ ہندوستانیوں کی مالی حالت میں بڑا تغیر واقع ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ ڈلہوزی دیسی ریاستوں کو زیادہ عزت کی نگاہ سے نہ دیکھتا تھا۔ لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان میں سے بعض ریاستوں کی حالت بہت ابتر تھی۔ اس نے جو ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا وہ انجام کار رعایا کے حق میں مفید ثابت ہوا۔

لارڈ ڈلہوزی کے واپس جانے کے بعد ۱۸۵۷ء

میں غدر ہوا ۔ یہ بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ لارڈ ڈلہوزی کی حکمت عملی ایک حد تک اس غدر کی ذمہ دار تھی ۔

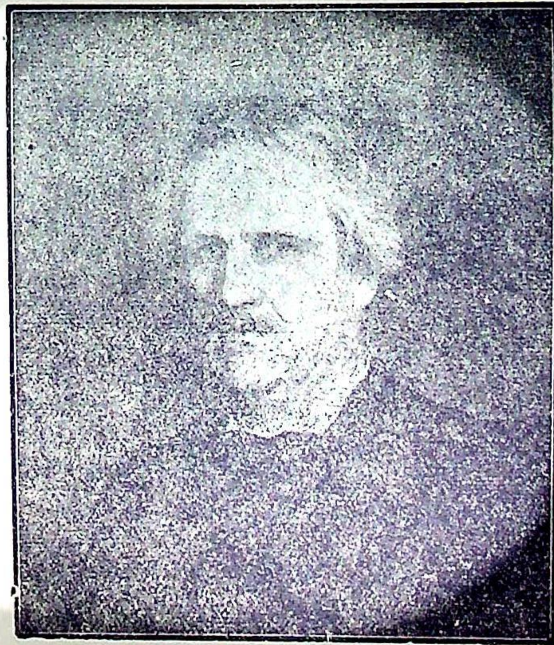
باب ۲۶

۱۸۵۷ء کا غدر

غدر کے اسباب

لارڈ ڈلہوزی کے انگلستان واپس جانے کے بعد ہندوستان میں ایک بڑا غدر ہوا جو غدر ۱۸۵۷ء کے نام سے مشہور ہے حقیقت میں ڈلہوزی کی حکمت عملی نے ملک میں بڑی شورش اور بے چینی پیدا کردی تھی اور چاروں طرف فتنہ و فساد کے نشانات دکھائی دینے لگے ۔

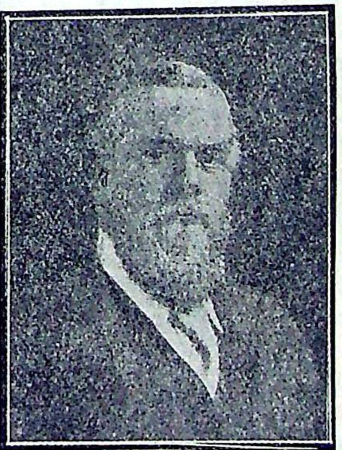
ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر نئی تحریک غلط فہمی اور شک کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور مختلف اقسام کی فضول افواہیں فوراً لوگوں میں پھیل جاتی ہیں



لارڈ لارینس



لارڈ میو



لارڈ ایلگن



لارڈ کننگ

لارڈ ڈلہوزی نے ملک کی بہبودی کے لئے جو کام کئے تھے۔ ان کی اصلیت کو اس وقت ہندوستانی سمجھ نہ سکے۔ ریل کا انجن اور بجلی کے تار اُن کے لئے خوفناک چیزیں تھیں۔ نئے مدرسے اور غریبوں کے علاج کے لئے اسپتالوں کے کھلنے سے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ یہ سب انتظامات اُن کا مذہب بگاڑنے کی غرض سے کئے جارہے ہیں اور عوام میں یہ بات پھیلائی گئی کہ انگریزی تعلیم دیکر گورنمنٹ انھیں عیسائی بنانا چاہتی ہے کچھ شورش پسند لوگوں نے ان خیالات کو اودھ اور بنگال کے سپاہیوں میں پھیلا دیا۔ بنگال کے سپاہی پہلے ہی آزردہ خاطر ہو رہے تھے کیونکہ اس فوج کے بہت سے سپاہی اودھ کے علاقے کے تھے اور اودھ کا سرکار انگریزی میں شامل ہونا اُن کو بہت بُرا معلوم ہو رہا تھا۔ اس بے چینی اور کھلبلی کی ایک اور وجہ بھی تھی وہ یہ کہ لارڈ ڈلہوزی کے زمانے میں بہت سی دیسی ریاستیں سرکار انگریزی میں شامل کی گئی تھیں ان ریاستوں کے حکمران اور دیگر جاگیر دار وغیرہ اپنا اقتدار کم ہو جانے کی وجہ سے قدرتی طور پر گورنمنٹ سے ناخوش تھے

چنانچہ ان لوگوں نے عوام کو بھڑکا کر ملک میں بے چینی اور بھی بڑھا دی۔ ان کے علاوہ ملک میں رؤساء اور متوسط درجہ کے لوگوں کی ایک اور جماعت بھی ایسی تھی جو سرکار انگریزی سے ناراض تھی یہ وہ لوگ تھے جو خود یا جن کے بزرگ مغلوں اور مرہٹوں کی سرکار میں بڑے کارکن تھے۔ مگر اب ان ریاستوں کے الحاق کے بعد سرکار انگریزی نے ان کو ناقابل سمجھ کر برطرف کر دیا تھا۔ مگر سرکار کا زیادہ خطرناک دشمن دھندو پنتھ عرف نانا صاحب تھا یہ شخص پیشوا باجی راؤ ثانی کا پسر متبنّٰے تھا۔ باپ کے مرنے پر اُس نے سرکار انگریزی سے پنشن جاری رکھنے کے لئے درخواست کی مگر اس کا حق تسلیم نہیں کیا گیا اس پر وہ سرکار کا دشمن ہو گیا اور اُس نے سپاہیوں کو بھڑکانا شروع کیا۔

غدر کی شروعات

اس کھلبلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ سپاہیوں نے اپنے افسروں کی حکم عدولی شروع کر دی۔ کئی ایک ایسی پلٹنیں توڑ دی گئیں اور سپاہی اپنے عہدہ سے علٰحدہ کر دئے گئے۔ یکایک ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء

کو اتوار کے دن شہر میرٹھ میں بغاوت شروع ہو گئی۔ باغیوں کا پہلا حملہ میرٹھ جیل پر ہوا اور تمام قیدیوں کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد میرٹھ چھاؤنی میں انگریزوں کو قتل کرتے ہوئے باغی سپاہی دہلی کی طرف بڑھے۔ اس وقت بہادر شاہ جو خاندان مغلیہ کا آخری بادشاہ تھا دہلی میں رہتا تھا۔ بہادر شاہ ضعیف اور انگریزوں کا پنشن خوار تھا لیکن ان باغیوں نے وہاں کے سپاہیوں کو فتنہ انگیز پاکر اس سے درخواست کی کہ یہ اپنے آبا و اجداد کی طرح ہندوستان کا شہنشاہ منظور کرے۔ بہادر شاہ اور اس کا لڑکا جواں بخت اور بیگم زینت محل کچھ دیر سے سرکار انگریزی سے ناراض تھے چنانچہ اُن کے ترغیب دینے پر وہ باغیوں سے مل گئے اور بہادر شاہ نے ہندوستان کا شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا جو انگریز بچے اور عورتیں دہلی کے قلعہ میں تھیں باغیوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئیں۔

غدر کا پھیلنا

غدر کی آگ بڑی تیزی سے تمام شمالی ہندوستان میں پھیل گئی۔ جو حالت

میرٹھ اور دہلی میں ہوئی وہی دیگر مقامات میں بھی شروع ہو گئی۔ انگریز افسر ان کی بیویاں اور بچے نہایت ظالمانہ طور پر تہ تیغ کئے گئے۔ انگریز افسروں کا یہ خیال کہ ہندوستانی سپاہی ان کے خلاف نہ ہوں گے بالکل غلط ثابت ہوا۔ جو انگریز سامنے آیا۔ اُسی پر سپاہیوں نے ہاتھ صاف کیا۔

نانا صاحب کی دھوکہ بازی

سپاہیوں کی بغاوت کانپور اور لکھنؤ میں بھی ہوئی۔ ۶؍جون کو نانا صاحب باغیوں سے جا ملا اور اُس نے پیشوا کا لقب اختیار کیا۔ انگریزوں نے بڑی دلیری سے باغیوں کا مقابلہ کیا لیکن ان کی تعداد کم تھی اور ان کے ساتھ ان کی بیویاں اور بچے بھی تھے۔ ایسی حالت میں وہ اُنیس دن تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر ۲۷؍جون کو نانا صاحب کی باتوں کا اعتبار کرکے وہ کشتیوں پر بیٹھ کر الہ آباد جانے کے لئے راضی ہو گئے۔ جب کشتیوں پر سوار ہو کر تقریباً ۴۵۰ عورتیں اور بچے روانہ ہونے والے تھے۔ تو نانا صاحب نے فوراً ہی ان پر گولہ باری کا حکم دیا۔ گولیوں کی بوچھار سے کشتی پر

جتنے لوگ تھے سب کے سب مر گئے۔ صرف چار آدمی بچ کر نکل گئے۔

لکھنؤ کی محافظت لکھنؤ کی حالت بھی ایسی ہی قابل افسوس تھی۔ وہاں سر ہنری لارنس نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ آفت آنے والی ہے تھوڑے سے انگریزوں نے جب تک ہیولاک اور اوٹرم اُن کی مدد کو نہ پہنچے بڑی دلیری سے اپنی محافظت کی۔ آخر کار سر کولن کیمبل نے باغیوں کو اچھی طرح پسپا کر دیا۔ ریزیڈنسی پر سخت لڑائی ہوئی جس میں باغیوں کو شکست ہوئی۔

دلی کی لڑائی باغیوں کی طاقت دہلی میں بہت زیادہ تھی اور تقریباً پانچ مہینہ تک ان کا قبضہ دہلی پر رہا۔ اتنے میں کلکتہ، مدراس اور پنجاب سے فوجیں آ گئیں۔ سکھوں نے جو انگریزوں کو مدد دی۔ وہ قابل قدر ہے ان کو اپنی خود مختاری کھوئے ہوئے صرف آٹھ ہی سال ہوئے تھے۔ لیکن جان لارنس اور دیگر انگریز افسروں کی خوش سلوکی نے ان کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا۔ گورکھوں نے بھی ایسی حالت میں اپنی وفاداری کا اچھا ثبوت دیا

اور بڑی جانفشانی سے انگریزی سرکار کی مدد میں حصہ لیا۔ جنرل ہیولاک نے نانا صاحب کو شکست فاش دی وہ جنگل میں بھاگ گیا اور پھر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔

دہلی کی لڑائی میں شکست کھانے پر باغیوں کی طاقت کم ہو گئی۔ اور مایوسی نے ان کو کہیں کا نہ رکھا اس لئے ان کی تعداد بھی کم ہونے لگی۔ کولن کیمپبل اودھ اور روہیل کھنڈ کے ممالک میں امن قائم کرنے میں کامیاب ہوا اور سرہیوروز نے ممالک متوسط میں جھانسی کی رانی اور تانیتا ٹوپی کو جو باغیوں کے سردار تھے شکست دی۔ رانی لڑائی میں ماری گئی۔ اور تانیتا ٹوپی پکڑا گیا اور اُس کو پھانسی کی سزا دی گئی۔

بمبئی اور مدراس کی فوجوں کا سیندھیا اور ہلکر کی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ اُن لوگوں نے مرہٹہ فوجوں کو شکست دی اور راستہ میں جو قلعہ تھے ان پر قبضہ کرتے ہوئے شمالی ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ہلکر اور سیندھیا نے خود تو انگریزوں سے میل کر لیا لیکن وہ اپنی فوجوں کو نہ سنبھال سکے۔

غدر کا خاتمہ

دہلی کی فتحیابی کے بعد باغی تتر بتر ہو گئے اور ۱۸۵۸ء کے آخر تک ملک میں امن قائم ہو گیا۔ اس وقت لارڈ کیننگ ہندوستان کا گورنر جنرل تھا۔ ۱۸۵۸ء میں حکومت کا کام ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے لیا گیا ملکہ وکٹوریہ ہندوستان کی ملکہ معظمہ ہوئیں اور گورنر جنرل کو آئندہ کے لئے وائسرائے کا لقب دیا گیا۔

باب ۲۷

لارڈ کیننگ۔ پہلا وائسرائے

۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۲ء تک

کلیمینسی کیننگ

۱۸۵۶ء میں لارڈ کیننگ ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا تھا۔ بڑا سلیم الطبع آدمی تھا۔ غدر کے ختم ہونے پر انگریزوں نے اُسے ہندوستانیوں سے بدلا

لینے کے لئے بار بار کہا مگر اُس نے بڑے استقلال سے
کام کیا۔ اگرچہ بہت سے انگریز اُس سے ناراض بھی
ہوئے اور اُن لوگوں نے اُس کے خلاف کارروائیاں
بھی کیں مگر وہ اپنے اصول پر قائم رہا۔ وہ ایسا
بے لاگ اور انصاف پسند تھا کہ بہت سے لوگ
اس کے دشمن ہوگئے اور اُس کی بدگوئی کرنے لگے
لیکن اس کے پائے استقلال کو ذرا بھی لغزش نہ
ہوئی اسی وجہ سے اکثر لوگوں نے طنزاً اس کا نام
کلیمیانسی کیننگ یعنی رحمدل کیننگ رکھ دیا تھا
اور آج کل یہی الفاظ اس کی عزت بڑھانے والے
سمجھے جاتے ہیں۔

ملکہ وکٹوریہ کا اعلان

یکم نومبر ۱۸۵۸ء میں کیننگ
نے بڑی شان و شوکت سے الہ آباد
میں دربار کیا اور یہ اعلان کیا کہ
اس تاریخ سے ملکہ وکٹوریہ نے ہندوستان کی حکومت
کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے یہ فرمان ملکہ
کی اجازت سے مشتہر کیا گیا تھا۔ اس میں ملکہ نے
یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میری حکومت میں تمام رعایا
برابر سمجھی جائے گی کسی کے مذہب میں کوئی دست
اندازی نہ ہوگا اور بڑے بڑے عہدے لائق اور ہوشیار

آدمیوں کو دیئے جائیں گے خواہ وہ کسی ذات کسی ملک یا کسی رنگ کے کیوں نہ ہوں۔ اس اعلان کے ذریعہ غدر کے باغیوں کو بھی جنھوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت میں حصہ لیا تھا معافی مل گئی تاکہ وہ اپنے گھروں میں آرام سے زندگی بسر کریں اور اطمینان کے ساتھ معاش پیدا کریں۔

ہندوستان کی حکومت کا نیا انتظام

۱۸۵۸ء میں انگلینڈ میں ایک نیا قانون جاری ہوا جس کے مطابق کمپنی کے ہاتھ سے انتظام لے لیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ہو گیا۔ بورڈ آف کنٹرول کے بجائے جو ۱۷۸۴ء سے لے کر اب تک قانون بنا تھا ایک نئی کونسل قائم ہوئی جس کا نام کونسل آف اسٹیٹ رکھا گیا۔ اس کونسل کا پریسیڈنٹ یعنی میر مجلس (سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا وزیر ہند ہوا۔

تعلیم

تعلیم کی ترقی کا بھی کافی انتظام کیا گیا۔ اسی سال کلکتہ مدراس اور بمبئی میں دارالعلوم (یونیورسٹیاں) قائم کئے گئے۔ اسکے بعد لاہور اور الہ آباد میں بھی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں

پرائمری اور مڈل اسکول کھولے گئے جس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔

لارڈ کیننگ اور دیسی ریاستیں

۱۸۵۹ء لارڈ کیننگ نے آگرہ میں ایک دربار کیا اس دربار میں بہت سے راجہ شامل ہوئے اور یہ طے ہوا کہ کسی دیسی ریاست کی آزادی میں خلل نہ ڈالا جائے گا اور نہ وہ انگریزی سلطنت میں شامل کی جائے گی۔ اگر کسی راجہ کا کوئی خاص وارث نہ ہوگا تو اُسے کوئی لڑکا گود لینے کا پورا اختیار ہوگا اس گود لئے ہوئے لڑکے کو سرکار اُس کا وارث واقعی قرار دے گی۔ لارڈ کیننگ نے اس بارہ میں ہر دیسی والئے ریاست کو ایک سند بھیج دی اور اس میں لکھ دیا کہ اس ریاست کو یہ حق صرف اسی وقت تک حاصل رہے گا جب تک کہ وہ انگریزی حکومت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے گی۔

غدر

اگر غور سے دیکھا جائے تو ۱۸۵۷ء کا غدر بعض لحاظ سے ہندوستان کے لئے ایک برکت ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس اہم واقعہ کے بعد کئی ایک

باتوں کی نسبت سرکار انگریزی نے صاف طور پر فیصلہ کر دیا۔ مثلاً ہندوستانی راجاؤں اور نوابوں کو یقین دلایا گیا کہ اُن کی اولاد پشت در پشت کے لئے اپنی ریاستوں پر قابض رہیگی اور اُن کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے کوئی بہانہ نہیں ڈھونڈا جایا کریگا ہندوستان کے باشندوں کو یہ یقین دلایا گیا کہ اُن کے مذہب میں کسی قسم کا دخل نہیں دیا جائیگا اور ساتھ ہی اُن کو یہ بھی بتایا گیا کہ اگر وہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے اعلیٰ عہدوں کے لائق ہوں گے تو اُن عہدوں پر سرفراز کئے جائیں گے اور اُن کا ہندوستانی ہونا ترقی کے راستہ میں کبھی رُکاوٹ نہیں ڈالے گا۔

نئے قانون

لارڈ کیننگ کے زمانہ میں تین قانونی کتابیں مرتب کی گئیں۔ ۱۸۵۹ء میں ضابطہ دیوانی۔ ۱۸۶۰ء میں تعزیرات ہند اور ۱۸۶۱ء میں ضابطہ فوجداری کا نفاذ ہوا۔ یہ قانون تمام ہندوستان میں جاری کئے گئے اور ان سے رعایا کو بہت فائدہ ہوا۔ ہندوستان کی تمام رعایا کے لئے یہی قانون ہیں اور ان کے برتنے میں کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی۔ ۱۸۶۱ء میں کلکتہ

بمبئی اور مدراس میں عدالت عالیہ (ہائی کورٹ)
قائم ہوئیں۔

کونسل میں اصلاح

اس سال "انڈین کونسل
ایکٹ جاری ہوا جس سے
وائسرائے کی مجلس انتظامیہ میں کچھ ردّ و بدل ہوا۔
اور ایک مجلس مقننہ یعنی قانونی مجلس قائم کی گئی۔
بعد ازاں رعایا کو بھی اس کونسل کے ممبروں کو منتخب
کرنے کا حق حاصل ہوا۔ ان ممبروں کا کام سرکار کے
سامنے رعایا کی رائے ظاہر کرنا تھا تاکہ قانون ایسے
بنیں جو رعایا کے رسم و رواج کے مطابق ہوں۔
اور ان کے حق میں نقصان دہ ثابت نہ ہوں۔

قانون بنانے کے وقت اس بات کا خیال رکھا
جاتا ہے کہ کوئی قانون ایسا نہ ہو جس کی تعمیل عام
طور پر رعایا نہ کر سکے۔

وفات

جس دن سے لارڈ کیننگ ہندوستان
میں آیا اُسی دن سے اُسے سخت محنت کرنی
پڑی اس لئے اس کی صحت خراب ہو گئی اور انگلینڈ
واپس جانے کے ایک سال بعد سنہ ۱۸۶۲ء میں وہ راہی
ملک عدم ہوا۔ اس کی بیوی لیڈی کیننگ اس سے
پہلے ہندوستان ہی میں مر چکی تھی

باب ۲۸

لارڈ ایلگن و لارڈ لارنس

لارڈ ایلگن
سنہ ۱۸۶۲ء سے ۱۸۶۳ء تک

۱۲ مارچ سنہ ۱۸۶۲ء کو انتظام سلطنت لارڈ ایلگن کے سپرد کرکے لارڈ کیننگ خود ولایت واپس چلا گیا۔ لیکن افسوس کہ لارڈ ایلگن بہت دیر تک زندہ نہ رہا۔ نومبر سنہ ۱۸۶۳ء میں پنجاب میں دھرم شالہ کے مقام پر اُس کی وفات ہوئی اُس نے آگرہ میں ایک دربار کیا تھا جس میں بہت سے راجہ موجود تھے۔ اس دربار میں یہ اعلان کیا گیا کہ ملکہ وکٹوریہ کو دیسی راجاؤں کی بہبودی کا بہت خیال ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ راجاؤں کو اپنی ریاست میں اچھا انتظام کرنا اور رعایا کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے سنہ ۱۸۶۳ء میں شمال و مغربی سرحد پر چند قبائل نے مل کر بغاوت کی لیکن جب انگریزی فوج نے ان کے

قلعہ کو جو امبیلا کے درہ پر تھا فتح کر لیا تو وہ مطیع ہوگئے۔

لارڈ لارنس
سنہ ۱۸۶۴ء سے سنہ ۱۸۶۹ء تک

اس شورش کی وجہ سے انگلستان کی سرکار میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ ان سرحدی فتنوں کو فرو کرنے کے واسطے کوئی ایسا شخص وائسرائے مقرر ہونا چاہیئے جو کہ سرحدی معاملات سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو لارڈ ایلگن کی جگہ پر لارڈ لارنس جو پہلے صوبہ پنجاب کا چیف کمشنر تھا وائسرائے مقرر کیا گیا۔

معاملات افغانستان

سنہ ۱۸۶۳ء میں دوست محمد خاں امیر کابل کا انتقال ہوگیا۔ اس کے لڑکے تخت نشینی کے لئے آپس میں لڑنے لگے۔ لارڈ لارنس نے یہ اعلان کیا کہ جو شاہزادہ فتحیاب ہوگا سرکار انگریزی اُسی کو امیر افغانستان تسلیم کرے گی۔ آخر میں افغانستان کی سلطنت شیر علی خاں کے ہاتھ آئی جسے لارڈ موصوف نے امیر افغانستان تسلیم کر لیا۔

سنہ ۱۸۶۶ء میں ایک تجارتی حادثہ پیش آیا جس سے بنگال میں چائے کے کارخانے والوں کو سخت نقصان

کا اندیشہ ہوا - اس حادثہ سے بمبئی میں ان لوگوں کا کاروبار بالکل تباہ ہو گیا۔

بھوٹان کی لڑائی

لارڈ لارنس کے زمانہ میں ایک چھوٹی لڑائی راجہ بھوٹان کے ساتھ ۱۸۶۴ء میں ہوئی - اس کی وجہ یہ ہوئی کہ راجہ بھوٹان ہندوستان کے کچھ لوگوں کو اپنا غلام بنانے کے لئے پکڑ لے گیا - ان لوگوں کو چھڑانے کے لئے ایک چھوٹی سی فوج بھیجی گئی - راجہ بھوٹان نے شکست کھائی اور اُس نے سب قیدیوں کو رہا کر دیا - انگریزوں اور راجہ بھوٹان کے درمیان صلح ہو گئی ریاست بھوٹان آزاد رہی اور انگریزی سلطنت میں شامل نہ کی گئی کیونکہ لارڈ لارنس الحاق کی پالیسی کے خلاف تھا۔

اُڑیسہ میں قحط

۱۸۶۶ء میں اُڑیسہ میں ہیبتناک قحط پڑا جس کی وجہ سے تقریباً بیس لاکھ آدمی بھوک سے مر گئے - بنگال کی سرکار کافی انتظام نہ کر سکی سرکار ہند نے اس کی امداد میں حصہ لیا اور اُڑیسہ میں بہت سی سڑکیں ریلیں اور نہریں بنوائی گئیں - تاکہ آئندہ قحط پڑنے پر لوگوں کو اس قدر تکلیف نہ ہو - اس قحط کی مصیبت نے ایک

مفید نتیجہ بھی ضرور پیدا کیا وہ یہ کہ ایسے ملک میں جہاں بیشتر حصّہ آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ اور زراعت مینہ پر منحصر ہے وہاں ہر وقت یہ اندیشہ رہتا ہے کہ جونہی بارش تھوڑی ہوئی یا وقت پر نہ ہوئی قحط کے آثار نظر آنے لگ جائیں گے۔ اس لئے اس مصیبت کو روکنے کی غرض سے گورنمنٹ نے "فیمن انشورنس فنڈ" قائم کیا جس میں سے ہر سال کچھ رقم رعایا کی بہتری کے کاموں میں خرچ ہونے لگی اس رقم سے سڑکیں اور آبپاشی کے لئے نہریں بنائی جانے لگیں۔

باب ۲۹

لارڈ میو و نارتھ بروک

۱۸۶۹ء سے ۱۸۷۶ء تک

انبالہ میں دربار

لارڈ لارنس کے بعد لارڈ میو ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہوا اور قریب ۴ سال کے ۱۸۶۹ء سے ۱۸۷۲ء تک اس عہدہ

پر مامور رہا - جو جو باتیں ہندوستان کی ترقی کے لئے
مفید تھیں ان کے بہم پہنچانے میں لارڈ میو نے
حتے الوسع بڑی کوشش کی - اس وقت روس بڑی ترقی
پر تھا اور روز بروز وسط ایشیا میں اپنے اقتدار کو بڑھا
رہا تھا جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے کہ انگریزوں
کو روس کی طرف سے ہمیشہ اندیشہ رہتا تھا چنانچہ
اس کو روکنے کی غرض سے انگریز امیر افغانستان
کے ساتھ دوستانہ تعلق پیدا کرنے لگے اور اسی
غرض سے لارڈ میو نے انبالہ میں مارچ سنہ ۱۸۶۹ء میں
ایک بڑا عالی شان دربار منعقد کیا - جس میں امیر
شیر علی کو دعوت دی گئی - لارڈ میو نے اس کی
بڑی عزت کی اور ہر طریقہ سے خوش کرنے کی
کوشش کی - لیکن اس سے عہد نامہ نہ ہو سکا -
کیونکہ امیر کی شرائط سخت تھیں وہ چاہتا تھا
کہ گورنمنٹ اس کو وظیفہ دے اور وقت ضرورت
اس کی امداد کرے - آخر وہ افغانستان واپس
چلا گیا -

ڈیوک آف ایڈنبرا کی آمد

سنہ ۱۸۷۰ء میں شاہزادہ ڈیوک
آف ایڈنبرا ہندوستان میں
تشریف لائے - ان کی آمد

سے ہندوستان کے لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی اور انگریزی سرکار کی ماتحت ریاستوں میں دوستانہ تعلق بہت گہرا ہوگیا۔

حکومت کا انتظام

لارڈ میو کے زمانہ میں ایک نیا محکمہ کھولا گیا جس کا نام محکمہ زراعت رکھا گیا۔ اس محکمہ کے افسروں کا کام یہ تھا کہ وہ زراعت کے متعلق غور کریں اور معلوم کریں کہ زراعت میں کس طرح ترقی ہو سکتی ہے۔ یہ افسر ولایت سے لوٹ کر ہندوستان کے لوگوں کو بتلاتے تھے کہ دوسرے ملکوں میں کیونکر پیداوار زیادہ اور بہتر ہوتی ہے اور کن کن کھادوں کا استعمال ہوتا ہے اور کسان کس طرح اپنی فصلوں کو اچھا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

صوبجاتی سرکاروں کے نئے اختیارات

لارڈ میو کے زمانہ میں ایک نئی ترمیم یہ ہوئی کہ (پراونشل گورنمنٹ) صوبہ کی سرکار کو اپنے صوبہ کی آمدنی میں سے کچھ روپیہ خرچ کرنے کا حق حاصل ہو گیا۔ اب تک صوبہ کی گورنمنٹ سرکار ہند کی منظوری کے بغیر کسی قسم کا

خرچ نہیں کر سکتی تھی یہاں تک کہ اگر دس روپیہ ماہوار پر ایک چپراسی بھی رکھنا ہو تو بغیر سرکار ہند کی منظوری کے نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ سڑک کی مرمت تک نہیں کرا سکتی تھی۔ اس سے حکومت کا انتظام ٹھیک نہ ہوتا تھا۔ اس ترمیم سے ہر ایک صوبہ کی آمدنی کا کچھ حصّہ وہیں کی رعایا کے فائدے کے لئے خرچ ہونے لگا۔ اور صوبہ کے حاکموں کو بھی اپنی جوابدہی کا زیادہ خیال ہو گیا۔

اسی سلسلہ میں لارڈ میو نے محکمہ رجسٹری۔ محکمہ پولیس۔ محکمہ تعلیم۔ سڑکوں اور سرکاری عمارتوں کا سب اختیار ہر صوبہ کی سرکار کے سپرد کر دیا اس کے دو نتیجے ہوئے اوّل تو یہ کام اچھا اور جلدی ہونے لگا۔ دوم یہ کہ سرکار ہند کو سارے ہندوستان کے معاملات میں اچھی طرح غور کرنے کا موقع مل گیا۔

دیگر ترمیمات

لارڈ میو نے نمک کا محصول کم کر دیا جس سے غریب رعایا کو بڑا فائدہ ہوا۔ راجپوتانہ کی جھیلوں سے نمک لانے کا ایسا انتظام کیا گیا کہ جس سے رعایا کو کچھ بھی تکلیف نہ ہو اور اُنھیں نمک سستا ملے۔

لارڈ میو نے محلوں ۔ مقبروں اور مسجدوں کی حفاظت کی طرف بھی توجہ کی ۔

وفات

۱۸۷۲ء میں جزیرہ انڈمان میں جہاں حبس دوام کے سزا یافتہ رکھے جاتے ہیں، ایک قیدی کے ہاتھ سے لارڈ میو کی وفات ہوئی ۔ ان کی جگہ لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہند مقرر ہوا۔

لارڈ نارتھ بروک ۱۸۷۲ء سے ۱۸۷۶ء تک

لارڈ نارتھ بروک کو آئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ بہار میں سخت قحط پڑا لیکن سرکاری مدد کا انتظام ایسا اچھا تھا کہ لوگوں کو بہت کم تکلیف اُٹھانی پڑی ۔ تالاب کھودے گئے ۔ سڑکیں نکالی گئیں جس سے ہزاروں آدمیوں کے روزی کمانے کی صورت نکل آئی ۔

گائیکواڑ کی بد انتظامی

لارڈ نارتھ بروک کے زمانہ میں گائیکواڑ کی سلطنت خراب حالت میں ہو گئی تھی ۔ سلطنت کا انتظام ٹھیک نہ تھا اور رعایا نہایت تکلیف میں تھی ۔ جب انگریزی ریزیڈنٹ نے اصلاحات پر زور دیا تو راجہ اس کو زہر دینے کی کوشش کرنے لگا اس کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی

جس نے مہاراجہ گائیکواڑ کو حکومت کرنے سے قاصر قرار دیا۔ وہ تخت سے اُتار دیا گیا اور اُس کی جگہ پر اس کا ایک نوجوان رشتہ دار تخت نشین ہوا۔

شاہزادوں کے لئے کالج

اُسی وقت اجمیر میں راجاؤں کے لڑکوں کو تعلیم دینے کے لئے لارڈ میو کے نام پر ایک کالج بنایا گیا اُس وقت تک دیسی ریاستوں کے شاہزادوں کی تعلیم کا ٹھیک انتظام نہ تھا مگر اجمیر میں انھیں سب طرح کی تعلیم ملنے لگی۔ یہاں صرف پڑھنا لکھنا ہی نہیں سکھایا جاتا تھا بلکہ پولو۔ کرکٹ۔ ٹینس وغیرہ کھیل بھی سکھائے جاتے تھے۔ اس تعلیمی انتظام کو راجاؤں نے بہت پسند کیا۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ بعد میں لاہور۔ اندور۔ راجکوٹ وغیرہ مقامات میں بھی ایسے کالج کھولے گئے۔ آج کل ہمارے بہت سے دیسی راجاؤں نے انھیں کالجوں میں تعلیم حاصل کی ہے۔ مہاراجہ بیکانیر نے جو مشہور سیاست داں اور رعایا کی بھلائی چاہنے والے حکمران ہیں اسی میو کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔

پرنس آف ویلس کی آمد

۱۸۷۵ء میں پرنس آف ویلس جو ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے بعد ایڈورڈ ہفتم کے نام سے تخت پر بیٹھے - ہندوستان میں تشریف لائے جہاں کہیں شاہزادہ صاحب گئے لوگوں نے خوشی کے ساتھ اُن کا خیر مقدم کیا - وائسرائے نے کلکتہ میں ایک دربار کیا - جس میں بڑے بڑے راجہ رئیس اور سرکاری حاکم شہزادے کی تعظیم و تکریم کے لئے شریک ہوئے -

۱۸۷۶ء میں معاملات افغانستان کے متعلق لارڈ نارتھ بروک کا وزیر اعظم انگلستان کے ساتھ اختلاف ہو گیا اس وجہ سے وہ اپنے عہدہ سے استعفا دے کر واپس ولایت چلا گیا اور اس کی جگہ لارڈ لٹن وائسرائے مقرر ہوا -

باب ۳۰

لارڈ لٹن و لارڈ رپن

۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۴ء تک

لارڈ لٹن
۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۰ء تک

یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو لارڈ لٹن نے دہلی میں ایک بڑا دربار کیا جس میں ملکہ وکٹوریہ کے قیصرِ ہند کا لقب اختیار کرنے کا اعلان کیا گیا ہندوستان کے تمام راجہ مہاراجہ نواب اور بڑے بڑے عہدہ دار اس دربار میں شامل ہوئے سب نے خوشیاں منائیں۔ اور ملکہ وکٹوریہ کو اپنا شہنشاہ قبول کیا۔

دکن میں قحط

اسی زمانے میں دکن میں بڑا زبردست قحط پڑا۔ رعایا کو بڑی تکلیف اُٹھانی پڑی اور تقریباً پچاس لاکھ آدمی بھوک سے مر گئے۔ لارڈ لٹن خود مدراس گئے اور قحط زدہ

لوگوں کو تسلّی دی - دور دور کے ملکوں سے غلّہ منگایا گیا اور روپیہ بھی تقسیم کیا گیا جس سے لاکھوں آدمیوں کی جان بچ گئی - بہت زیادہ غلّہ ریلوں اور جہازوں کے ذریعہ سے منگایا گیا - سرکار نے تقریباً گیارہ کروڑ روپیہ قحط زدوں کی امداد میں صرف کیا۔

افغانستان کی دوسری لڑائی - سنہ ۷۹-۱۸۷۸ء

سنہ ۱۸۷۸ء کے آخر میں لارڈ لٹن افغانستان کی طرف متوجہ ہوا - پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ لارڈ نارتھ بروک نے معاملات افغانستان کے اختلاف کی وجہ سے استعفا دے دیا تھا کیونکہ وہ اس پالیسی پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں تھا جو کہ لارڈ بیکنز فیلڈ وزیر اعظم انگلستان کی پالیسی تھی لارڈ بیکنز فیلڈ کی حکمت عملی کو سمجھنے کے لئے ہمیں یورپ کے سیاسی معاملات کا تھوڑا ذکر یہاں پر کرنا ہوگا - ان دنوں میں ٹرکی اور روس میں جنگ ہو رہی تھی گورنمنٹ انگلشیہ ترکوں کی حامی تھی اس لئے شاہ روس نے وسط ایشیا میں حکام انگریزی کے لئے پیچیدگیاں پیدا کرنی شروع کردیں ایک روسی سفیر امیر شیر علی کے دربار میں آیا۔ لارڈ بیکنز فیلڈ کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ شاہ روس

امیر شیر علی کے ساتھ دوستانہ تعلق پیدا کرلے گا چنانچہ
لارڈ نارتھ بروک کو لکھا گیا کہ وہ بھی ایک انگریزی
سفارت دربار کابل میں روانہ کرے لیکن نارتھ بروک
اس کے برخلاف تھا اس کا خیال تھا کہ کابل میں
سفارت بھیجنے کی بجائے گورنمنٹ انگلشیہ کو روس
کے ساتھ یورپ میں سمجھوتہ کرنا چاہئے اور وزیر
انگلستان کو بضد دیکھ کر اس نے استعفا دے دیا
اس کی جگہ لارڈ لٹن گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ چنانچہ
اُس نے آتے ہی انگریزی سفارت کے متعلق امیر
شیر علی سے خط و کتابت شروع کر دی۔ شیر علی
نے صاف جواب دے دیا کہ افغانستان کے باشندے
کبھی یہ بات گوارا نہیں کریں گے کہ اُن کے مُلک
میں ایک مستقل انگریزی سفیر رہے۔ مگر لارڈ لٹن
اس بات پر بضد تھا کہ چونکہ شیر علی نے روسی
سفارت کا خیر مقدم کیا ہے اس لئے اس کو لازم
ہے کہ وہ انگریزی سفیر کو بھی اپنے دربار میں
آنے کی اجازت دے اور ایک قلیل عرصہ کے
اندر امیر سے جواب طلب کیا۔ پیشتر اس کے کہ امیر
کا جواب پہنچتا چیمبرلین ایک سفارت کے ہمراہ درہ
خیبر کے راستے کابل جانے کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن

امیر کی اجازت کے بغیر امیر کے سرحدی افسر نے اُسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس پر لارڈ لٹن نے امیر کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔

انگریزی فوجیں تین طرف یعنی درّہ خیبر۔ درّہ کرّم اور درّہ بولان سے افغانستان میں داخل ہوئیں اور ان درّوں پر قبضہ کر لیا۔ شیر علی نے بھاگ کر روسی ترکستان میں پناہ لی اور وہیں وہ فوت ہوا۔ اس کے بڑے لڑکے یعقوب خاں نے ۱۸۷۹ء میں گنڈمک کے مقام پر انگریزوں کے ساتھ صلح کر لی۔ صلح کے مطابق انگریزی حد درّوں کی دوسری جانب تک وسیع کر دی گئی۔ بلوچستان کے شہر کوئٹہ میں انگریزی چھاؤنی بنائی گئی اور کابل میں ایک انگریز ریزیڈنٹ رہنے لگا۔ ظاہرا طور پر فتح انگریزوں کے ہاتھ رہی مگر تھوڑے ہی دن بعد وہی پہلی لڑائی والی کیفیت دُہرائی جانے لگی۔ ریزیڈنٹ اور اُس کے سپاہیوں کو افغانوں نے قتل کر ڈالا۔ اس بنیاد پر ایک مرتبہ پھر لڑائی چھڑ گئی۔

جنرل رابرٹس جو بعد میں لارڈ رابرٹس مشہور ہوا ایک بڑی فوج لے کر کابل پہنچا۔ اُس نے افغانوں

کو شکست دی اور یعقوب خاں کو گرفتار کر کے
ہندوستان بھیج دیا گیا۔ اور کابل پر انگریزوں کا
قبضہ ہوگیا لیکن افغانستان میں فساد کی آگ بھڑکتی
ہی رہی۔ اسی اثنا میں یعنی ۱۸۸۰ء میں لارڈ لٹن
نے استعفا دے دیا اور اس کی جگہ لارڈ رپن
وائسرائے ہوا۔

افغانستان کی لڑائی کا اختتام

لارڈ رپن کے زمانہ میں
افغانستان کی جنگ کا خاتمہ ہوا۔
امیر یعقوب خاں کے ہندوستان
میں بھیجے جانے کے بعد اس کے چھوٹے بھائی
ایوب خاں نے افغانستان کی سلطنت اپنے ہاتھ
میں لے لی تھی۔ لارڈ رابرٹس کابل سے قندھار
پہنچا اور اُس نے ایوب خاں کو لڑائی میں شکست
دے کر بھگا دیا۔ مگر انگریزی سرکار بھی اب
اس گورکھ دھندے سے نکلنا چاہتی تھی چنانچہ
ان کو موقعہ ہاتھ لگ گیا اور دوست محمد خاں
کے خاندان سے عبدالرحمٰن کو جو افضل خاں کا لڑکا
تھا افغانستان کا امیر تسلیم کر لیا۔ عبدالرحمٰن نے
جلدی ہی اپنا تسلط جما لیا اور جتنی دیر زندہ رہا
انگریزوں سے دوستانہ تعلق رکھا۔

پریس کی آزادی

لارڈ لٹن کے زمانہ میں "ورنیکلر پریس ایکٹ" جاری ہوا۔ جس سے دیسی اخباروں پر کچھ پابندی لگائی گئی اور ان کو ہدایت کی گئی کہ ایسے مضمون شائع نہ کریں جن سے ملک میں بغاوت پھیل جانے کا اندیشہ ہو۔ اس قانون سے اخباروں کی آزادی کم ہو گئی۔ لیکن لارڈ لٹن کے چلے جانے کے بعد بہت جلد یہ پابندیاں دور کر دی گئیں اور لارڈ رپن نے ایک نیا قانون بنا کر اخبارو ں کو آزادی دے دی۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط لگادی کہ اگر کوئی ناواجب مضمون لکھے گا تو اُس پر مقدمہ چلایا جائے گا اور قصوروار ثابت ہونے پر سزا دی جائیگی۔

مقامی سوراج

پریس ایکٹ کے علاوہ لارڈ رپن نے ہندوستانیوں کی بہتری کے لئے اور بھی بہت سے کام کئے۔ "میونسپل یا ٹاؤن ایکٹ" اور "لوکل فنڈ ایکٹ" وغیرہ قانون بھی اسی کے زمانہ میں جاری ہوئے جس سے ہندوستانیوں کو سوراج کے کچھ حقوق ملے۔ میونسپل یا ٹاؤن ایکٹ کے مطابق میونسپل کمیٹیاں اور لوکل فنڈ ایکٹ کے مطابق ڈسٹرکٹ بورڈ کمیٹیاں قائم کی گئیں اور پبلک کے خود چنے ہوئے ممبران کمیٹیوں میں رکھے گئے۔ ہر شہر میں ان کمیٹیوں

کا کام شروع ہو گیا۔

یہ ممبران رعایا کو فائدہ پہنچانے والے کام کرتے ہیں اور رعایا سے ٹیکس وصول کر کے انھیں کے فائدے کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

لارڈ رپن نے وہ ٹیکس جو باہر جانے والی چیزوں پر لگایا جاتا تھا بند کر دیا جس سے ہندوستان کو تجارت میں ترقی ہوئی۔

آج کل ہندوستان میں سات سو سے زیادہ میونسپلٹیاں ہیں۔ جن کے انتظام کا ذکر آگے چل کر کیا جائیگا۔ ان کے ممبروں کا انتخاب رعایا خود کرتی ہے اور انھیں ممبروں میں سے ایک پریسیڈنٹ بنا دیا جاتا ہے جسے چیرمین کہتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کی تعداد بھی زیادہ ہو گئی ہے ان کے ممبروں کو بھی رعایا خود ہی منتخب کرتی ہے۔

تعلیم

لارڈ رپن کے زمانہ میں تعلیم کی بھی خاصی ترقی ہوئی۔ بہت سے نئے اسکول کھولے گئے اور پرائیویٹ اسکولوں کو سرکاری خزانہ سے مدد ملنے لگی۔

باب ۳۱

لارڈ ڈفرن۔ لینس ڈون اور ایلگن

۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۹ء تک

برما کی تیسری لڑائی ۱۸۸۵ء

لارڈ رپن کے بعد لارڈ ڈفرن وائسرائے مقرر کیا گیا۔ ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۸ء تک اپنے عہدہ پر برقرار رہا۔ اسکے زمانہ میں برما کی تیسری لڑائی ہوئی۔ شمالی برما کے راجہ تھیبو کا انتظام سلطنت بہت برا تھا۔ دوسرے وہ انگریزوں کے مقابلہ پر فرانسیسوں کو اپنے ملک میں اقتدار بڑھانے کے لئے سہولتیں دے رہا تھا۔ تیسرے اس نے ایک اور غلطی بھی کی وہ یہ کہ برما کی انگریزی تجارتی کمپنی پر ۲۳ لاکھ روپیہ جرمانہ کر دیا اس پر لارڈ ڈفرن نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ فوراً ایک انگریزی فوج برما کو بھیجی گئی شاہ برما میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

آخر کار گرفتار ہوگیا اور قید کر کے ہندوستان بھیج دیا گیا۔ یکم جنوری ۱۸۸۶ء میں شمالی برما انگریزی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ لوئر برما ڈلہوزی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا۔

گوالیار کا قلعہ سیندھیا کو واپس کر دیا گیا

۱۸۸۶ء میں لارڈ ڈفرن نے سیندھیا کو وہ گوالیار کا قلعہ واپس کر دیا جسے انگریزوں نے ۱۸۴۳ء میں فتح کر لیا تھا۔

انڈین نیشنل کانگریس

۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا پہلا اجلاس بمبئی میں ہوا جس کے پریسیڈنٹ دادا بھائی نوروجی تھے۔ کانگریس کی بنیاد ڈالنے والے ایک انگریز مسٹر اے۔ او۔ ہیوم تھے۔ اس جلسہ کے قائم کرنے سے ان کا یہ مطلب تھا کہ وقتاً فوقتاً گورنمنٹ کو ہندوستانی لوگ یہ بتلا سکیں کہ اُن کے فائدے اور ترقی کے لئے قانون میں کن کن ترمیموں کی ضرورت ہے۔ کانگریس کا اجلاس ہندوستان کے کسی نہ کسی بڑے شہر میں ہر سال ماہ دسمبر میں منعقد ہوتا ہے جہاں ہندوستان کے تعلیمی طبقہ کے نمائندے جمع ہوتے ہیں اور

ملک کے سیاسی معاملات پر غور کرنے کے بعد اپنی
اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

پنجدہ کا واقعہ ۱۸۸۵ء

روس کی آنکھیں وسط ایشیا
پر برابر لگی تھیں اور روسی سپاہ
موقع پاکر وسط ایشیا کی جانب
برابر بڑھتی چلی آرہی تھی۔ چنانچہ وسط ایشیا کی
جانب کی مختلف ریاستوں کی پوری طرح حد بندی
کرنے کی غرض سے ایک کمیشن مقرر کیا گیا مگر
کمیشن کے کام شروع ہونے سے پہلے ہی افغانستان
اور روس دونوں کو یہ دھن سماگئی کہ وہ جس
قدر علاقہ اپنے تحت میں کرسکیں کرلیں۔ بڑھتے
بڑھتے پنجدہ کے مقام پر دونوں کی مٹھ بھیڑ ہوگئی
افغانوں کو شکست ہوئی اور پنجدہ پر روس کا قبضہ
ہوگیا۔ برٹش گورنمنٹ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی
اور اُس نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔
اتفاق سے امیر عبدالرحمٰن اس وقت راولپنڈی
میں مقیم تھا اور اُنہی کے کہنے سننے پر لارڈ ڈفرن
نے لڑائی کا ارادہ چھوڑ دیا۔ امیر یہ بات خوب سمجھتا
تھا کہ اگر انگلینڈ اور روس کی جنگ چھڑ گئی تو افغانستان
کو فائدے کے بجائے نقصان ہی ہوگا۔

لیڈی ڈفرن فنڈ

سب سے بڑا کام لارڈ ڈفرن کے زمانے میں یہ ہوا کہ اُس کی مدد سے ہندوستانی عورتوں کے علاج کے لئے انگلینڈ سے لیڈی ڈاکٹر بھیجی گئیں۔ اس کام کے خرچ کے لئے ملک میں چندہ جمع کرکے ایک فنڈ قائم کیا گیا جو "لیڈی ڈفرن فنڈ" * کے نام سے مشہور ہے۔

لارڈ لینس ڈون

لارڈ ڈفرن کی جگہ پر لارڈ لینس ڈون گورنر جنرل ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۴ء تک مقرر ہوا۔ یہ ہندوستان کا نواں وائسرائے تھا۔

مغربی شمالی سرحد

لارڈ لینس ڈون نے شمال مغربی سرحد کے صوبہ کو ہر طرح کے حملوں سے بچانے کی کوششیں کیں۔ ہندوستان کا یہی حصہ ایسا تھا جہاں سے ہوکر باہر کے حملہ آور ہندوستان میں ہمیشہ داخل ہوتے رہے۔ اب اس راستہ کو محفوظ کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ یہ پیشتر بیان ہوچکا ہے کہ لارڈ لٹن کے زمانہ میں کوئٹہ میں چھاؤنی قائم کی گئی۔ چنانچہ اب تمام علاقہ کو مستحکم کرکے بلوچستان کو سلطنت ہند کا ایک

* Countess of Dufferin fund

الگ حصّہ بنا دیا گیا اور ساتھ ہی قلات کے خان کے ساتھ صلح کر لی گئی۔ دوسرے پہاڑی دروں تک نئی ریلیں اور سڑکیں تعمیر کروانے کے پروگرام کی کوششیں شروع ہوگئیں تاکہ وقت ضرورت وہاں تک فوج بھیجنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ کوئٹہ سے کچھ فاصلہ پر مقام چمن تک بھی ریل لے جانے کی تجویز کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک افغانستان کی ساری حد سلطنت انگریزی کی نگرانی میں آگئی۔

منی پور کے راجہ سے لڑائی

منی پور آسام میں ایک چھوٹی سی ریاست ہے ۱۸۹۰ء میں منی پور کے راجہ کو اُس کے ایک بھائی نے تخت سے اُتار دیا تھا۔ چیف کمشنر آسام تحقیقات کے لئے وہاں گیا مگر راجہ کا سپہ سالار جنگ کے لئے تیار ہو گیا چنانچہ اُس نے دارالسلطنت میں رہنے والے انگریزی افسروں پر حملہ کر کے اُنھیں مار ڈالا اس لئے انگریزی فوج اُس سے لڑنے کو بھیجی گئی۔ لڑائی میں راجہ و سپہ سالار ہار گئے اور جن لوگوں نے افسروں کو مارا تھا ان کو پھانسی دے دی گئی۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد راجہ کے خاندان کا ایک لڑکا

تخت پر بٹھا دیا گیا۔

کونسلوں کی اصلاح

لارڈ لینس ڈون کے عہد کا ایک مشہور واقعہ یہ بھی ہے کہ سنہ ۱۸۹۲ء میں " انڈین کونسل ایکٹ" جاری ہوا جس سے قانونی کونسلوں میں میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں رعایا کے چُنے ہوئے ممبروں کو جگہ دی جانے لگی۔ اب تک جتنے ممبر کونسلوں میں شامل ہوتے تھے سب کو سرکار مقرر کرتی تھی لیکن اس قانون کے مطابق ہندوستانی ممبروں کی تعداد بڑھ گئی اور ان میں سے کچھ رعایا کے منتخب کئے ہوئے ممبر بھی مقرر کئے جانے لگے انھیں کونسلوں میں سوال کرنے اور بجٹ (سرکاری سالانہ آمدنی و خرچ کے حساب) پر بحث مباحثہ کرنے کا بھی اختیار دیا گیا۔

لارڈ ایلگن
سنہ ۱۸۹۴ء سے سنہ ۱۸۹۹ء تک

لارڈ ایلگن ہندوستان کے سابق وائسرائے لارڈ ایلگن کا فرزند ارجمند تھا اس کے زمانہ میں رعایا پر ایک آفت ناگہانی نازل ہوئی یعنی ہندوستان میں مرض طاعون پھیلنا شروع ہوا

پہلے پہل ۱۸۹۶ء میں طاعون شہر بمبئی میں ظاہر ہوا۔ بہت سے آدمی اس وبا کا شکار ہوئے۔ آخر کار اس مہلک بیماری کے علاج کا ہر ممکن انتظام کیا گیا۔ توزکِ جہانگیری میں ذکر آتا ہے کہ ۱۶۱۱ء میں یہ وبا شمالی ہندوستان میں ایک دفعہ بڑے زور سے پھیلا اور ہزاروں آدمی اُس وقت بھی اس کا شکار ہوئے تھے۔

مہم چترال اور تیراہ

لارڈ ایلگن نے بھی لینس ڈون کی طرح سرحدی صوبہ کو مضبوط بنانے کا کام جاری رکھا مگر سرکار انگریزی کی ان سرگرم کوششوں کو دیکھ کر سرحدی قوموں کے دل میں کچھ شبہ پڑ گیا اور یہ خیال کیا کہ یہ ریل اور سڑکیں وغیرہ اُن کو قابو میں رکھنے کے لئے بنائی جا رہی ہیں چنانچہ کئی ایک سرحدی قوموں نے فساد کرنے کی کوشش کی۔ ۱۸۹۵ء میں یہ فساد چترال میں شروع ہوا۔ شیر افضل نے مہتر چترال کو نکال کر گدی پر خود قبضہ کر لیا اور میجر رابرٹس ریزیڈنٹ کو چترال میں محصور کر لیا آخر انگریزی فوج کے آنے پر یہ فساد رفع ہوا۔

انھیں ایام میں درہ مالاکنڈ پر عمرا خاں والئے

جندول نے شورش برپا کر دی۔ سر رابرٹ لو ایک فوج کثیر لے کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے گیا۔ عمرا خاں شکست کھا کر افغانستان بھاگ گیا اور انگریزی سپاہ نے درّہ مالاکند پر قبضہ کر لیا۔

تھوڑے ہی دنوں میں فساد کی آگ پھر بھڑک اُٹھی اور وادی ٹوچی میں وزیری قوم کے لوگوں نے ایک انگریز پولیٹکل افسر کو مار ڈالا اور ایک مُلّا نے جہاد کا فتوےٰ دیدیا۔ اس فتوے پر بہت سے سرحدی قبائل اکٹھے ہوگئے اور مختلف جگھوں پر انگریزی دستوں پر حملہ کیا گیا اور ان لوگوں نے درّہ خیبر کو بھی روک لیا۔ ملک کی دشوار گزار گھاٹیوں کی وجہ سے اُن کو مغلوب کرنا مشکل ہو گیا مگر انجام کار فروری ۱۸۹۸ء میں تیراہ کی جنگ ختم ہو گئی اور آفریدیوں نے اطاعت قبول کر لی۔

باب ۳۲

لارڈ کرزن - گیارھواں وائسرائے

۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۵ء تک

مغربی و شمالی سرحد

لارڈ ایلگن کے بعد لارڈ کرزن ہندوستان کا وائسرائے ہوا - اس کی عمر اس وقت صرف چالیس سال کے قریب تھی - اتنی کم سنی میں پہلے صرف لارڈ ڈلہوزی اور ولزلی اس عہدے پر مقرر ہوئے تھے - اور لارڈ کرزن بڑا ہوشیار - عالم اور محنتی حکمران تھا - ہندوستان ایران اور دیگر مشرقی ممالک میں یہ پہلے سفر کرچکا تھا اس لئے ان ملکوں کے متعلق اس کو اچھی واقفیت تھی - لیکن ہندوستان میں اُسے بہت زیادہ کامیابی حاصل نہ ہوئی گو جنگ چترال لارڈ کرزن کے آنے سے پہلے بند ہو چکی تھی



لارڈ ڈفرن



لارڈ کرزن



لارڈ لٹن

مگر سرحدی خرخشہ کا اندیشہ ابھی تک باقی تھا۔ اسلئے ہندوستان میں پہنچتے ہی اس نے شمال مغربی سرحد پر امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی اور اس سوال کو پورے طور پر حل کرنے کی غرض سے ایک نئی تدبیر (پالیسی) اختیار کی۔ سرحد پر جو انگریزوں سے لڑنے بھڑنے والی قومیں آباد تھیں۔ سرکار نے اُنھیں نوکر رکھ لیا۔ اور انھیں ہتھیار بھی دئے۔ ان کی ایک ملیشیا فوج تیار کی جو انگریز افسروں کی ماتحتی میں رکھی گئی اور سرحد میں امن قائم رکھنے کا کام ان ہی کے سپرد کیا گیا اور دوسری انگریزی فوج اس علاقہ سے واپس بلا لی گئی۔ پنجاب کے ساتھ جو سرحدی اضلاع تھے ان کو پنجاب سے الگ کرکے سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک نیا شمال مغربی سرحدی صوبہ بنا دیا گیا اور اُس کی حکومت کے لئے ایک چیف کمشنر مقرر ہوگیا جس سے سرحد کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔

طاعون اور قحط

اس زمانہ میں ہندوستان میں طاعون پھر بڑے زوروں سے پھیلا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قحط بھی پڑا۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں تقریباً دس لاکھ جانیں اس وبا سے ضائع ہوئیں۔ سنہ ۱۸۹۹ء اور سنہ ۱۹۰۰ء میں بارش نہ ہونے

کی وجہ سے ملک میں بہت سخت قحط پڑا - اور باوجود سرکار کے انتظام کرنے کے لاکھوں آدمی بھوک سے مر گئے -

دہلی دربار

۲۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی - ان کی وفات کے بعد اُن کے بڑے بیٹے ایڈورڈ ہفتم تخت نشین ہوئے - ان کا نام ہندوستان میں پہلے سے مشہور تھا - سنہ ۱۸۷۵ء میں وہ ہندوستان تشریف لائے تھے اور یہاں کے راجاؤں - مہاراجاؤں اور دوسرے رؤسا سے ملے بھی تھے - ہندوستانیوں کے دلوں میں ان کی بڑی عزت تھی - جنوری سنہ ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن نے شہنشاہ کے تخت نشین ہونے کا ایک بڑا عظیم الشان دربار دہلی میں کیا - جس میں بہت سے راجہ - نواب - سیٹھ - ساہوکار اور دیگر تعلیم یافتہ آدمی جمع ہوئے اور سب نے محبت اور وفاداری کا اظہار کیا - اس دربار میں ملکہ وکٹوریہ کے فرزند اصغر ڈیوک آف کوناٹ بھی شامل ہوئے تھے -

اصلاحات حکومت

لارڈ کرزن نے انتظامی امور کو بڑے جوش کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور سب محکموں میں اصلاحیں کیں -

پنجاب میں زمین کی محافظت کا قانون

پنجاب میں ایک نیا قانون انتقال اراضی کے متعلق جاری کیا گیا۔ کسان لوگ اکثر ہر قسم کی ضروریات کے لئے مہاجنوں سے قرضہ لیا کرتے تھے مگر سود کی زیادتی اور اپنی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے زمینداروں کو یہ قرضہ ادا کرنا محال ہو جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قرضہ کے عوض میں مہاجن لوگ اُن سے زمین خرید لیا کرتے تھے۔ اب یہ قانون ہو گیا کہ قرضہ میں کوئی کسی کسان کی زمین نہیں لے سکتا۔

زراعت کی ترقی

اس کے علاوہ کسانوں کی امداد اور زراعت کی ترقی کے لئے "کواپریٹو کریڈٹ سوسائٹیاں"* یعنی زمیندارہ زراعتی بنک قائم کیۓ گئے تاکہ زمینداروں کو ساہوکاروں سے روپیہ قرض لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ اسی وقت کونسل نے ایک نیا محکمہ زراعت اور تجارتی انتظام کے لئے بھی قائم کر دیا ان کا مفصل حال اگلے باب میں درج کیا جائے گا۔

تعلیم کی ترقی

لارڈ کرزن کے زمانے میں تعلیمی ترقی کی بھی کوشش کی گئی۔

* Co-operative Credit Society

گورنر جنرل کی توجہ خاص کر یونیورسٹی تعلیم کی طرف مبذول ہوئی۔ ۱۹۰۴ء میں ایک نیا قانون جاری ہوا جس سے یونیورسٹیوں میں بہت کچھ اصلاحات ہوئیں۔

فوج اور پولیس کی اصلاح

فوج اور پولیس کے محکموں میں بھی اصلاح کی گئی۔ ۱۹۰۵ء میں محکمہ پولیس کے ملازمین کی تنخواہیں بڑھا دی گئیں اور ان کی تعلیم کا کافی انتظام کیا گیا۔

امپیریل کیڈٹ کور

راجاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے لارڈ کرزن نے "امپیریل کیڈٹ کور" قائم کی۔ اس کے ممبر راجاؤں کے لڑکے اور رشتہ دار ہوتے تھے اور انھیں فوجی تعلیم دی جاتی تھی۔

تجارت کی ترقی

لارڈ کرزن نے تجارت کی ترقی کے لئے بھی کوشش کی۔ اس نے تجارت اور کاری گری کی ترقی کے لئے ایک نیا محکمہ قائم کیا اور عوام کے فائدے کے لئے نمک کا ٹیکس پہلے کی نسبت نصف کر دیا مگر ساتھ ہی ساتھ انکم ٹیکس بھی پانچسو روپیہ سال کی آمدنی کے بجائے ہزار روپیہ سالانہ کی

آمدنی پر لگایا جانے لگا[1]

تقسیم بنگال

بنگال کا صوبہ بلحاظ وسعت اور آبادی تمام صوبجات سے بڑا تھا۔ گورنمنٹ ہند نے یہ محسوس کیا کہ ایک لفٹنٹ گورنر سے اتنے بڑے صوبہ کا انتظام ہونا نہایت ہی مشکل ہے اس لئے ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے بنگال کے دو حصّے کر دئے۔ بنگال کے مشرقی حصہ کو آسام کے ساتھ ملا دیا اور اس کا نام مشرقی بنگال و آسام رکھا گیا۔ ڈھاکہ اس کا دارالسلطنت بنایا گیا اور اس کے انتظام کے لئے ایک چیف کمشنر مقرر کیا گیا۔ لیکن بنگالیوں نے اس کو اُلٹے معنوں میں لیا اور اس کے خلاف ایک سخت تحریک شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ برس بعد اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

پُرانی عمارتوں کی حفاظت

ہندوستان میں پہلے زمانہ کے راجاؤں اور بادشاہوں کی بنائی ہوئی بہت سی عمارتیں ہیں ان کی طرف کسی وائسرائے نے کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی۔ ان کی حفاظت کے لئے لارڈ کرزن نے ایک نیا قانون جاری کیا اور

[1] انکم ٹیکس دو ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ آمدنی پر لگایا جاتا ہے۔

"آرکیلاجیکل ڈیپارٹمنٹ"ؔ میں ترمیم کی اور اس کی ترقی کے لئے روپیہ دیا۔ لارڈ کرزن نے خود تمام ہندوستان میں سفر کیا اور پُرانی عمارتوں کو دیکھا۔ اس محکمہ کے کام کے لئے ہندوستان کے سات حصّے کئے گئے اور ہر ایک حصّہ کا انتظام ایک افسر کے سپرد کیا گیا۔ بہت سے پُرانے پتھروں کے کتبے اور کتابوں کا ترجمہ کیا گیا جس سے ہندوستان کی گزشتہ تاریخ لکھنے میں موّرخین کو بڑی مدد ملی۔

مہم تبّت

تبّت کا ملک ابھی تک انگریزی دائرہ اثر سے باہر تھا۔ کئی بار سرکار ہند نے اس ملک کے ساتھ تجارتی رابطہ پیدا کرنا چاہا مگر اس میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ آخر سنہ ۱۹۰۴ء کے قریب جب دلائی لامہ نے روسی ایلچی کو اپنے یہاں رکھا تب لارڈ کرزن نے بھی وہاں پر اتحاد قائم کرنے کی کوششیں کیں اور لاما کے خلاف اصرار کرنے پر لارڈ کرزن نے بھی اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک فوج تبّت روانہ کی۔ ادھر سے دلائی لامہ بھی لڑائی کے لئے تیّار ہو گیا مگر اس کی فوج کا انگریزی فوج کے ساتھ

ؔ Archeal gical Department

کچھ مقابلہ نہ تھا۔ آخر ایک عہدنامہ کی رو سے تبتت والوں نے انگریزی تجارت کے حقوق تسلیم کرلئے۔

استعفا سنہ ۱۹۰۵ء میں کمانڈر انچیف لارڈ کچنر اور وائسراے کے درمیان فوجی محکمہ کی اصلاحات کی نسبت کچھ اختلاف ہوگیا۔ مگر وزیر ہند نے لارڈ کچنر کے مجوزہ نظام کو ترجیح دی۔ اس پر لارڈ کرزن نے استعفا دے دیا اور اس کی جگہ لارڈ منٹو وائسرائے مقرر ہوا۔

باب ۳۳

لارڈ منٹو۔ لارڈ ہارڈنگ

لارڈ منٹو سنہ ۱۹۰۵ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک لارڈ کرزن کی جگہ لارڈ منٹو گورنر جنرل مقرر ہوا۔ یہ گورنر جنرل لارڈ منٹو کا پوتا تھا۔ اس نے ان کاموں کو جاری رکھا جنھیں لارڈ

کرزن نے شروع کیا تھا۔ اس کے سوا اور بھی بہت سی اصلاحیں کیں۔

مارلے منٹو ریفارم

یہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۸۸۵ء میں ملک میں نیشنل کانگریس قائم ہوئی تھی۔ اس جماعت کی لگاتار کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں انتظام سلطنت میں حصہ لینے کی پُر جوش خواہش پیدا ہو گئی اور گاہے بگاہے ملک میں اس غرض سے اجلاس منعقد کئے جانے لگے۔

اس وقت لارڈ مارلے وزیر ہند (سکریٹری آف اسٹیٹ) تھا اس نے یہی مناسب سمجھا کہ لوگوں کو نظام سلطنت میں حصہ دیا جائے اور ان کی خواہشوں کو پورا کیا جائے۔ چنانچہ جو اصلاحات اس نے جاری کیں وہ "منٹو مارلے رفارم" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان اصلاحات کے مطابق وائسرائے کی ایگزیکیٹو[لے] اور لیجسلیٹو[لے] کونسلوں کی ممبری کے لئے

[لے] ایگزیکیٹو کونسل اُس انتظامیہ کمیٹی کو کہتے ہیں جو ہندوستان کی حکومت کا انتظام کرتی ہے۔

[لے] لیجسلیٹو کونسل اُس کمیٹی کو کہتے ہیں جو سارے ہندوستان کے لئے قانون بناتی ہے۔

نئے قواعد نافذ کئے گئے اور سنہ ۱۹۰۹ء میں انڈین کونسل ایکٹ کے مطابق ان دونوں کونسلوں میں ہندوستانیوں کی تعداد بھی بڑھا دی گئی۔ اسی اصول پر ہر ایک صوبہ کی کونسل واضع قوانین کے ممبروں کی تعداد بھی بڑھا دی گئی اور ان میں غیر سرکاری یعنی لوگوں کے نمائندہ ممبروں کی کثرت رائے کر دی گئی۔ یہ بات خاص طور پر نظر میں رکھی گئی کہ ہندو اور مسلمان نمائندے دونوں الگ الگ چنے جائیں۔ سکریٹری آف اسٹیٹ کی کونسل میں بھی دو ہندوستانی ممبر رکھے گئے ایک ہندو اور دوسرا مسلمان۔ بعد کو ایک ہندو ممبر اور مقرر کیا گیا۔

لارڈ ہارڈنگ
سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک

سنہ ۱۹۱۰ء میں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہو گیا اور شہنشاہ جارج پنجم ان کی جگہ تخت نشین ہوئے۔ اُنھوں نے لارڈ منٹو کی جگہ لارڈ ہارڈنگ کو وائسرائے مقرر کیا۔

دہلی دربار اور شہنشاہ کا اعلان

سنہ ۱۹۱۱ء میں شہنشاہ جارج پنجم مع ملکہ میری ہندوستان میں رونق افروز ہوئے اور ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کو دہلی میں تخت پر بیٹھے

ہندوستان کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ انگلینڈ کے بادشاہ خود آکر ہندوستان کے تخت پر رونق افروز ہوئے۔ شہنشاہ نے اپنے اعلان میں فرمایا کہ شہر دہلی پھر ایک مرتبہ ہندوستان کا دارالسلطنت بنا دیا گیا ہے۔

اسی وقت شہنشاہ معظم نے اپنے اعلان میں لارڈ کرزن کے تقسیم بنگال کو بھی منسوخ کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ آئندہ کے لئے بہار اور اڑیسہ کا ایک نیا صوبہ بنایا جاتا ہے۔ جسکا دارلسلطنت شہر پٹنہ ہوگا۔ مشرقی بنگال اور آسام کا صوبہ پھر الگ کیا گیا اور اس کا جنوبی حصہ معہ ڈھاکہ کے پرانے بنگال میں شامل کر دیا گیا۔ آسام صرف ایک چیف کمشنر کے ماتحت رہ گیا۔ اس تبدیلی سے باشندگان بنگال بہت خوش ہوئے اور ہارڈنگ کی تعریف کرنے لگے۔

لارڈ ہارڈنگ نے شہنشاہ کی طرف سے یہ بھی اعلان کیا کہ "وکٹوریہ کراس کا تمغہ جو بہادر سپاہیوں کو لڑائی میں کار نمایاں صلہ میں دیا جاتا ہے۔ آئندہ بغیر کسی طرفداری کے سلطنت انگلشیہ کی سب قوموں کے بہادر لوگوں کو دیا جائے گا۔

یہ دربار دہلی کے گزشتہ سب درباروں میں بڑا تھا۔

اس میں تقریباً ایک لاکھ تو راجہ مہاراجہ اور رئیس ہی شریک ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ گورنمنٹ کے افسروں اور دوسرے صاحبان کی بھی تعداد بے شمار تھی۔

لارڈ ہارڈنگ نے بہت سے اسکول اور ہسپتال کھولے۔ سڑکیں بنوائیں۔ رعایا کی بھلائی کے لئے اور بھی بہت سے کام کئے۔

لارڈ ہارڈنگ پر بم کا گولہ

۲۲ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو دہلی میں لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکا گیا۔ لیکن شکر ہے کہ صاحب تو بچ گئے مگر ان کا چوبدار مارا گیا۔ ایسے وقت میں بھی ان کے خیالات نہیں بدلے اور جب تک ہندوستان میں رہے رعایا کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کرتے رہے۔

جنگ یورپ

انھیں کے زمانے میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہوئی جسکا ذکر اگلے باب میں کیا جائیگا۔

پبلک سروس کمیشن

لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ میں ایک کمیٹی جسکا نام پبلک سروس کمیشن تھا۔ سرکاری نوکریوں کی حالت دریافت کرنے کے لئے مقرر ہوئی۔ اس کے ممبر ہندوستانی اور انگریز دونوں تھے۔ ہندوستان

کے مشہور لیڈر و مُدبّر مسٹر گوکھلے بھی اسکے ممبر تھے۔
اس کمیشن نے ہندوستان کے تمام صوبوں میں دورہ
کرکے مختلف محکموں کے لوگوں سے تبادلۂ خیالات کیا
اپنی رپورٹ میں ممبروں نے نوکریوں کی بہت سی
اصلاحی ترکیبیں بتائیں جن کو گورنمنٹ نے منظور
کرلیا۔ اسی کمیشن کی سفارشوں کا نتیجہ ہے کہ سرکاری
نوکروں کی تنخواہیں اب پہلے کی نسبت زیادہ
ہوگئی ہیں۔

انڈسٹریل کمیشن

لارڈ ہارڈنگ کو رعایا کی
بھلائی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا
اُنھوں نے ہندوستان کی صنعت و حرفت اور تجارت
کی ترقی کے بارہ میں غور کرنے کے لئے ایک کمیشن
مقرر کیا۔ اس کمیشن نے بھی اپنی رپورٹ پیش کی
جس میں تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی کے
مختلف اصول بتلائے گئے۔

لارڈ ہارڈنگ سنہ ۱۹۱۴ء میں انگلینڈ واپس چلے گئے
اور ان کی جگہ لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے مقرر ہوئے لارڈ
ہارڈنگ رعایا کے خیر خواہ اور بڑے رحمدل حاکم تھے۔
ہندوستان کی رعایا ان کا نام کبھی نہیں بھول سکتی۔

باب ۳۴

یورپ کی جنگ عظیم اور ہندوستان

سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک

جنگ عظیم

دنیا کی تاریخ میں ایسی خوفناک جنگ پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ اس میں تقریباً تین کروڑ سے زیادہ آدمیوں نے حصّہ لیا۔ کوئی ملک یا کوئی قوم ایسی نہیں جس نے اس جنگ میں کچھ نہ کچھ حصّہ نہ لیا ہو۔ اس جنگ میں ایک طرف جرمنی۔ آسٹریا ٹرکی اور بلگیریا وغیرہ ممالک تھے اور دوسری طرف انگلینڈ۔ فرانس۔ اٹلی۔ بلجیم امریکہ۔ یونان۔ ان کے علاوہ چند اور چھوٹے چھوٹے ممالک تھے۔ یہ سب جنگ کے ایام میں دول متحدہ یا اتحادی کہلاتے تھے۔

جنگ کے اسباب

جرمنی کے جنوب مشرق میں آسٹریا کا ملک ہے جرمنی کے اشارہ سے

آسٹریا نے جنگ شروع کی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ۲۸ر جولائی ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کے شاہزادے کو سرویا کے چند باشندوں نے جو آسٹریا سے باغی ہو گئے تھے مار ڈالا۔ اس خبر سے آسٹریا کے شہنشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔ اس نے فوراً سرویا کے ساتھ لڑائی کا اعلان کر دیا۔

ملک روس سرویا کی حمایت کرنا چاہتا تھا اسلئے وہ بھی جنگ میں شامل ہو گیا۔ فرانس اور روس میں پہلے ہی یہ بات طے ہو چکی تھی کہ جب کوئی دوسرا ملک ان پر حملہ کرے گا تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اس لئے فرانس کو بھی روس کے ساتھ شامل ہونا پڑا اس کے سوا ایک اور بھی وجہ تھی۔ وہ یہ کہ جرمنی اور فرانس میں بہت عرصے سے عداوت چلی آتی تھی۔ جرمنی فرانس پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور پہلے سے تیار بیٹھا تھا موقع پاتے ہی اُس نے بلجیم میں سے ہو کر اپنی فوج فرانس کے مقابلہ کو روانہ کر دی۔ ملک بلجیم فرانس اور جرمنی کے درمیان واقع ہے اور اس طرف سے ہو کر فرانس کو سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ لیکن بہت عرصہ ہوا کہ جرمنی۔ فرانس اور انگلینڈ کے درمیان ایک عہدنامہ لکھا جا چکا تھا جس کی رو سے بلجیم پر کسی کو حملہ

کرنے کا اختیار حاصل نہ تھا۔ اس عہد نامہ میں یہ
بھی درج تھا کہ اگر کوئی غیر ملک بلجیم پر حملہ کریگا
تو یہ تینوں مل کر اس کی حفاظت کریں گے۔ جرمنی
نے اس عہد نامہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور بلجیم میں سے
ہو کر فرانس پر حملہ کر دیا۔ بلجیم کے بادشاہ نے انگلینڈ اور
فرانس کو خبر دی کہ جرمنی عہد نامہ کے خلاف کام کر رہا ہے۔ انگلینڈ
نے جرمنی کو لکھا کہ بلجیم میں فوج بھیجنا عہد نامہ
کے بالکل خلاف ہے مگر اس نے کچھ بھی پرواہ نہ
کی۔ اس پر انگلینڈ اور فرانس کو ایک ساتھ ہو کر
جرمنی کے خلاف جنگ کرنی پڑی۔

جرمنی کی تیاری

جرمنی نے کئی سال سے
لڑائی کی تیاری کر رکھی تھی۔
اُس کے پاس لڑائی کا بہت زیادہ سامان تھا
اور ایک بہت بڑی مسلح فوج بھی تھی۔ عقلمند
جرمنی والوں نے لڑائی کے ایسے ایسے خوفناک
ہتھیار ایجاد کئے تھے کہ ایک لمحہ میں ہزاروں
آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار سکتے تھے۔
جرمنی نے سو جہازوں کا ایک اچھا جہازی بیڑا
بھی تیار کر لیا تھا۔ یہ سب کام ایسے خفیہ طور
پر کئے گئے تھے کہ انگلینڈ اور فرانس کو اس کا

پورا پتہ بھی نہ چل سکا۔ تمام جرمن قوم جنگ کی خواہشمند تھی شہنشاہ جرمنی نے اپنے اعلانوں سے رعایا کی ہمت کو بہت زیادہ بڑھا دیا تھا۔

اس نے اعلان میں صاف صاف ظاہر کر دیا کہ انگلینڈ اور فرانس جنگ میں بہت جلد مغلوب ہو جائیں گے اور تمام یورپ جرمنی کے قبضہ میں آجائے گا۔ شہنشاہ جرمنی کا خیال یہیں تک نہ تھا بلکہ اُس نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کی بھی خواہش ظاہر کی تھی اور اپنی رعایا سے کہا تھا کہ اگر لڑائی میں فتح نصیب ہوئی تو جرمنی مالامال ہو جائے گا۔ جرمن قوم نے یک زبان ہو کر بادشاہ کی رائے کو پسند کیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔

انگریزی فوج

انگریز لڑائی کے لئے تیار نہ تھے۔ انھیں یہ خیال نہ تھا کہ یکایک ایسی خوفناک جنگ شروع ہو جائے گی۔ جرمنوں نے بلجیم پر حملہ کیا اور تمام ملک کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ بلجیم کے لوگوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن جرمنی کی بے شمار فوج کے مقابلہ میں ان کی کیا حقیقت تھی آخر بلجیم کو انگلینڈ اور فرانس

کی مدد مل گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمن فوج
عرصہ دو ماہ تک بلجیم کی سرحد سے آگے نہ بڑھ
سکی اور ادھر انگریزوں کو فرانس کی مدد کے لئے
پہنچنے کا موقع مل گیا۔

لڑائی شروع ہو چکی تھی اور اس کے انتظام
کے لئے ایک لائق اور تجربہ کار سپہ سالار کی
ضرورت تھی۔ لارڈ کچنر جو پہلے ہندوستان میں
سپہ سالار اعظم رہ چکے تھے متحدہ افواج کے
سپہ سالار اعظم بنائے گئے۔ انھوں نے بہت جلد
بڑے جوش کے ساتھ لڑائی کے واسطے سامان جنگ
یعنی گولہ بارود۔ توپیں اور بم کے گولے وغیرہ
تیار کرائے اور نہایت جلد ایک بہت بڑی فوج
جمع کرلی۔ لڑائی کا اعلان ہوتے ہی انگریزی
قوم نے اپنی ملکی ہمدردی کا بڑے جوش کے
ساتھ اظہار کیا۔ سترہ برس کے نوجوان سے لیکر
پچاس برس کے بڈھے تک لڑائی کے لئے تیار
ہو گئے۔ طالب علموں نے اسکول اور کالج
چھوڑ دئے۔ کسانوں نے کھیتی باڑی چھوڑ دی
محرروں نے نوکری سے استعفاء دے دیا۔ اُستادوں
نے پڑھانے کا کام ترک کر دیا۔ سوداگروں نے

تجارت بند کردی اور سب نے ملکی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے جنگ میں پورا پورا حصّہ لیا۔ انگلینڈ اور دیگر چھوٹے چھوٹے ملکوں کی خود مختاری قائم رکھنے کے لئے جان دینے پر مستعد ہو گئے۔ بڑے بڑے امیر لوگ بھی جو آرام میں زندگی بسر کر رہے تھے اور جن کو بظاہر اصول جنگ سیکھنے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی ڈرل (قواعد) سیکھنے لگے۔ عورتوں نے بھی بڑے تعجب خیز طریقوں سے قومی ہمدردی کا اظہار کیا۔ تمام کارخانوں میں گولہ بارود اور دیگر سامانِ حرب کے تیار کرنے میں بہت مدد دی خود کھیتی کیاری کا کام کرنے لگیں اور بڑی خوشی سے اپنے شوہروں اور بیٹوں کو میدان جنگ میں لڑنے کے لئے بھیج دئیے۔ ہزاروں عورتوں نے مرہم پٹی کرنا سیکھا اور خوشی خوشی زخمی سپاہیوں کی دیکھ بھال کی عورتوں نے ہسپتالوں میں بھی بڑی محنت سے کام کیا۔ انگلینڈ میں شاید کوئی ایسا گھر نہ تھا جس کا کوئی آدمی میدان جنگ میں موجود نہ ہو۔

ہندوستان کی مدد لڑائی کی خبر پاتے ہی

ہندوستان بھی مدد کے لئے تیار ہو گیا ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ آواز گونج اُٹھی کہ شہنشاہ کی مدد کے لئے آدمی اور روپیہ دو۔ راجاؤں۔ تعلقداروں۔ زمینداروں اور دولت مند سوداگروں نے بہت سا روپیہ دیا۔ اوسط درجہ کے لوگوں نے سرکار کی مدد سے مُنھ نہ موڑا۔ بہت سے لوگوں نے لکچر دے کر لوگوں کو سمجھایا کہ لڑائی میں سرکار کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ غرض ہر طبقہ کے لوگوں نے حتی الامکان مدد کی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں جلسے ہوئے جن میں نامی لیڈروں اور مشہور ملکی و مذہبی پیشواؤں نے لکچر دئے اور صاف صاف لفظوں میں کہا کہ ہم ہر طرح شہنشاہ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ہندوستان کی جنگ جو قوموں نے بھی خوب اپنی بہادری اور ہمت کا اظہار کیا۔ سکھ۔ راجپوت جاٹ۔ پٹھان۔ گورکھے۔ بلوچی۔ افغان۔ ہندو۔ مسلمان اور عیسائی سب لڑائی میں حصّہ لینے کے لئے تیار ہو گئے اور قواعد سیکھنے لگے۔ ہندوستان کی فوجوں نے اپنے افسروں سے التجا کی کہ ہمیں

میدان جنگ میں جانے کی اجازت دی جاے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ پڑھے لکھے لوگوں میں بھی بڑا جوش پھیل گیا۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے استاد اور طالب علم بھی لڑائی میں حصّہ لینے کے لئے تیار ہوگئے اور قواعد سیکھنے لگے۔ ہندوستان کی حفاظت کے لئے ایک فوج بنائی گئی جس میں بہت سے ہمارے نوجوان جنھوں نے کبھی بندوق ہاتھ میں بھی نہ لی تھی آکر داخل ہوگئے۔ ہر قوم کے لوگ اپنی اپنی بہادری اور قومی ہمدردی کا اظہار کرنے کے لئے ہندوستان کے باہر جانے پر آمادہ ہوگئے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ جرمنی کی فوجی طاقت بہت زبردست ہے اور اس کے پاس بہت ہی مہلک اور خوفناک ہتھیار ہیں لیکن اُنھوں نے اس کی بھی ذرا پروا نہ کی۔ دیہاتی لوگوں نے کاشتکاری چھوڑ کر رنگروٹوں میں نام لکھا لیا اور قواعد سیکھنے لگے۔ سرکار نے ان سب لوگوں کے ساتھ بڑی محبت کا برتاؤ کیا۔ ان کے کھانے وغیرہ کا اچھا انتظام کیا اور تنخواہ بھی دی۔

ہمارے ملک کی دیسی ریاستوں کے راجاؤں نے بھی آڑے وقت میں بڑا قابل تعریف کام کیا۔ بہت سے راجاؤں

نے جنگ کے لئے سپاہی دئے۔ روپیہ دیا اور لڑائی کا
سامان دیا اور بہتوں نے خود لڑائی پر جانے کی خواہش
ظاہر کی۔ جودھپور۔ بیکانیر۔ پٹیالہ۔ رتلام۔ کشن گڑھ
وغیرہ ریاستوں کے راجہ میدان جنگ میں گئے اور دشمن
سے لڑے۔ ان کے ساتھ راٹھور خاندان کے مشہور راجپوت
کرنل مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بھی تھے۔ ان کی عمر
اس وقت ستر برس سے زیادہ تھی۔ مگر ان میں جوش
بہت تھا اور وہ سب سے پہلے میدان جنگ میں جانے
کو تیار ہوگئے۔ ان کے ساتھ اُن کے بھتیجے جودھپور کے
راجہ بھی تھے۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ ایک فوج کے سپہ سالار
بنائے گئے اور لڑائی میں ایسی بہادری دکھائی کہ بڑی
بڑی فوجوں کے سپہ سالار دنگ رہ گئے۔ ہندوستان
میں کوئی راجہ ایسا نہ تھا جس نے لڑائی میں سرکار کی
مدد نہ کی ہو۔ مہاراجہ میسور نے پچاس ہزار روپیہ
دیا۔ اور کشمیر۔ گوالیار۔ بھوپال۔ حیدر آباد۔ بیکانیر
جے پور۔ پٹیالہ اور اودے پور وغیرہ ریاستوں کے
راجاؤں اور امیروں نے بھی روپیہ دیا اور اکثر
ریاستوں نے فوجیں بھی بھیجیں۔ نیپال۔
افغانستان۔ بلوچستان۔ قلات۔ تبت وغیرہ
ممالک سے بھی مدد ملی۔ دراصل ہندوستان کے

لوگوں نے کبھی پہلے کسی لڑائی میں ایسی دلیری سے حصّہ نہیں لیا تھا۔

لڑائی میں حصّہ

لڑائی چھڑنے کے صرف ایک ہی سال بعد اسّی ہزار انگریز افسر اور سپاہی اور دو لاکھ دس ہزار ہندوستانی افسر اور جنگی سپاہی ہندوستان سے باہر سمندر عبور کر کے فرانس کے میدان میں جا پہنچے۔ انھوں نے سردی کی وجہ سے بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ کبھی برف پڑتی تھی۔ کبھی بارش ہوتی تھی۔ کبھی انھیں دلدل میں چلنا پڑتا تھا۔ اُدھر دشمن حملہ کرتے تھے۔ پانی میں اور خشکی پر کوئی مقام ایسا نہیں تھا جہاں دشمن کے مخبر نہ گھومتے ہوں اور ان کے سپاہی حملہ کرنے کو نہ پھرتے ہوں۔ اوپر سے بم کے گولے برستے تھے۔ توپوں اور بندوقوں سے گولیوں کی بوچھار ہوتی تھی۔ لیکن ہندوستانی سپاہی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے تھے۔ اتنی مصیبتوں کا سامنا کرتے ہوئے بھی انھوں نے جنگجو دلیر جرمنوں کا مقابلہ ایسی بہادری کے ساتھ کیا کہ اس کی تعریف احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ بہتیروں کو وکٹوریہ[1] کراس تمغے ملے جو پہلے کبھی کسی ہندوستانی

---

[1] وکٹوریہ کراس ایک تمغہ ہے جو لڑائی میں نہایت بہادری سے لڑنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ اس جنگ عظیم میں یہ تمغہ دس ہندوستانی سپاہیوں کو ملا تھا۔

کو نہیں ملے تھے۔ ان فوجوں کے علاوہ ہندوستان نے آٹھ لاکھ لڑنے والے سپاہی اور چار لاکھ رنگروٹ اور دئے اور دس لاکھ پونڈ نقد دیا۔

ہندوستانی فوجیں صرف یورپ ہی میں نہیں لڑیں وہ گیلی پولی۔ ٹرکی۔ مصر۔ عرب۔ عراق اور افریقہ وغیرہ ممالک میں بھی لڑیں اور وہاں بھی دشمن کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔

مارچ سنہ ۱۹۱۷ء میں ٹرکی کا قدیم دارالخلافہ بغداد انگریزوں کے قبضہ میں آگیا اور اسی سال جنرل ایلنبائی کی سپاہ نے جس میں کثیر تعداد میں ہندوستانی سپاہی موجود تھے نہر سویز میں سے فلسطین میں داخل ہوکر یروشلم اور دمشق دونوں کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد ٹرکی کی طاقت بالکل کم ہوگئی اور ٹرکی کا زوال ہوتے یورپ کی حالت میں حیرت انگیز تبدیلیاں واقع ہوگئیں۔

بالآخر ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء میں یہ جنگ عظیم ختم ہوا۔ جرمنی اور اُس کے ہمراہیوں نے شکست فاش کھائی اور صلح کے ملتجی ہوئے۔ چنانچہ صلح کی بات چیت شروع ہوگئی اور اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ جرمنوں کو کیا سزا دی جائے یورپ

میں مجلسیں کی گئیں ۔ بہت زیادہ بحث و مباحثہ کے بعد صلح ہوئی اور ٹرکی کی طاقت کم کرکے ان سے لڑائی کا صرفہ طلب کیا گیا ۔

لڑائی ختم ہونے پر ہندوستان میں بھی خوشی منائی گئی ۔ غریب لوگوں کو کھانا کھلایا گیا اور کپڑے دئے گئے ۔ انگلستان کے مدبران سلطنت اور گورنمنٹ ہند نے ہندوستانی رعایا کی بڑی تعریف کی اور بہت سے مشہور لوگوں کو خطابات اور طلائی تمغے عطا کئے ۔

باب ۳۵

لارڈ چیمسفورڈ ۔ چودھواں وائسرائے

سنہ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۱ء تک

مونٹیگو ۔ چیمسفورڈ رپورٹ دورانِ جنگ ہی میں یعنی سنہ ۱۹۱۶ء میں لارڈ ہارڈنگ انگلستان واپس چلے گئے اور اُن کی جگہ لارڈ چیمسفورڈ گورنر جنرل

مقرر ہوئے۔ اس وقت لڑائی بڑے زور میں ہو رہی تھی چنانچہ انھوں نے آتے ہی جنگ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر بہت سی سپاہ اور جنگ کا سامان ہندوستان سے میدان جنگ میں روانہ کیا۔

ہندوستان کے اس رویہ کو دیکھ کر انگلستان کے لوگ بہت خوش ہوئے اور وہاں کی سرکار نے یہ اعلان[1] کیا کہ حکومت برطانیہ کا ارادہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان میں سوراج یعنی ذمّہ دارانہ طرز حکومت قائم کیا جائے تاکہ ہندوستانی ہندوستان پر حکومت کریں جس طرح انگریز اپنے ملک انگلستان پر حکمران ہیں۔ چنانچہ انگلستان کی سرکار نے مسٹر مانٹیگو کو جو اس وقت وزیر ہند تھے۔ ہندوستان میں اس بات کی جانچ کرنے کو بھیجا کہ ہندوستانیوں کو اس وقت حکومت کے معاملے میں کہاں تک مزید اختیارات دینا مناسب ہے۔ مسٹر مانٹیگو اور لارڈ چیمسفورڈ سینکڑوں ہندوستانی راجاؤں تعلقداروں اور دوسرے معزز اور مشہور آدمیوں

---

[1] یہ اعلان ۲۰ر اگست ۱۹۱۷ء میں مسٹر مانٹیگو نے پارلیمنٹ میں اپنی تقریر کرتے ہوئے کیا تھا۔

سے ملے اور اُن سے اس معاملہ میں رائے لی۔ انھوں نے بڑے بڑے شہروں میں دورہ بھی کیا۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ حکومت کے انتظام میں کن کن باتوں کی ترمیم کی جائے۔ انھوں نے جو رپورٹ تیار کی وہ مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ کہلاتی ہے۔ اس رپورٹ میں اُنھوں نے سفارش کی کہ ہندوستانیوں کو اپنے ملک کی حکومت میں زیادہ حصّہ دیا جائے اور کونسل۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ وغیرہ محکمہ جات میں رعایا کے چُنے ہوئے ممبروں کی تعداد بڑھائی جائے۔ اس کے سوا اس رپورٹ میں اور بھی بہت سی ترمیمات کا ذکر کیا گیا جن پر بعد میں عملدرآمد کیا گیا اور جن کا مفصل ذکر اگلے باب میں کیا جائے گا۔ یہاں پر صرف اتنا بتلا دینا کافی ہے کہ جو نئے نظام پر رپورٹ تیار کی گئی اس پر پارلیمنٹ نے اچھی طرح غور کیا اور بعد میں اسی رپورٹ کی بنا پر نئے قواعد حکومت بنائے گئے جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سنہ ۱۹۱۹ء کے نام سے مشہور ہیں۔

سنہ ۱۹۱۹ء کے قانون نے انتظام حکومت میں

بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دی - اب ہندوستانی

ہندوستانی گورنر

لوگ گورنری کے عہدے پر بھی مقرر ہونے لگے - اس قانون کے مطابق لارڈ سنہا صوبہ بہار اور اڑیسہ کے گورنر مقرر ہوئے۔

رولٹ ایکٹ ایجیٹیشن

مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ شائع ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد رولٹ کمیٹی نے بھی اپنی رپورٹ شائع کر دی جس کی بنا پر مارچ ۱۹۱۹ء میں جرائم باغیانہ کے انسداد کی غرض سے ایک نیا قانون پاس کیا گیا جو کہ عام زبان میں رولٹ[۱] ایکٹ کے نام سے مشہور ہوا - اس قانون کے پاس ہوتے ہی لوگوں نے اس کی مخالفت شروع کر دی اور اسکی منسوخی کے لئے جگہ جگہ جلسے ہونے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بہت بے چینی پھیل گئی - دہلی لاہور - امرتسر اور گوجرانوالہ وغیرہ مقامات پر

---

[۱] جرائم باغیانہ کی تحقیقات کے لئے جو کمیٹی مقرر ہوئی تھی اُس کے صدر انگلینڈ کے ایک جج رولٹ صاحب تھے اسی لئے اس کمیٹی کا نام رولٹ کمیٹی اور اس قانون کا نام رولٹ ایکٹ مشہور ہوا۔

فسادات بھی ہوئے جن کو بند کرنے کے لئے گورنمنٹ کو فوج سے بھی مدد لینی پڑی اور ماہ اپریل میں لاہور امرتسر۔ گوجرانوالہ۔ گجرات اور لائل پور کے اضلاع میں، مارشل لا جاری کیا گیا۔

افغانوں کی چوتھی لڑائی سنہ ۱۹۱۹ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک

اس لڑائی کی خاص وجہ امیر حبیب اللہ خاں کی وفات تھی۔ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۱۹ء کو دشمنوں نے امیر مذکور کو قتل کرا دیا۔ امیر کی وفات کے بعد سلطنت کے لئے جھگڑا ہوا مگر امیر کے بڑے بیٹے عنایت اللہ خاں نے اپنے چچا نصر اللہ خاں کے لئے اپنا حق سلطنت چھوڑ دیا۔ نصر اللہ خاں کو مُلّا بہت چاہتے تھے اسی لئے وہ امیر بنایا گیا مگر یہ بات امیر حبیب اللہ کے چھوٹے لڑکے کو ناگوار ہوئی۔ اس نے اپنے والد کے قاتلوں کی تفتیش کے لئے بڑا شور مچایا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ امیر مرحوم کے قتل میں نصر اللہ خاں کی سازش تھی۔ نصر اللہ خاں اس بات سے ڈر گیا اور اس نے امان اللہ خاں کو جو حبیب اللہ کے چھوٹے بیٹوں میں سے تھا امیر بنا دیا۔

امان اللہ کا امیر ہونا

امان اللہ کو افغانستان کی

فوج بہت چاہتی تھی۔ اسے امیر کا تخت فوج ہی
کی مدد سے ملا اس لئے وہ بھی اپنی فوج کو خوش
کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے ایک دربار کیا
اور اس میں نصر اللہ اور اپنے بڑے بھائی عنایت اللہ
کے مددگاروں کو مجرم قرار دے کر حبس دوام کی
سزا دی۔ اس سزا سے ملّا لوگ ناراض ہو گئے
اور انھوں نے بڑا شور مچایا۔ اس وقت ہندوستان
میں رولٹ بل کی وجہ سے بڑی ہل چل مچ رہی
تھی جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے خاصکر پنجاب
میں امرتسر و گوجرانوالہ وغیرہ بہت سی جگہوں
پر بلوہ ہو گیا تھا۔ اس ہل چل کی بابت جھوٹی
خبریں افغانستان میں پہنچنی شروع ہو گئیں اور فوج
نے امیر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے
ترغیب دی۔

افغانوں کی شکست اور صلح

چنانچہ امیر نے اپنی
فوج انگریزی علاقہ میں
بھیجنی شروع کر دی۔
سرکار انگریزی نے بھی اپنی فوج اور کئی ہوائی
جہاز روانہ کئے جنھوں نے جلال آباد اور کابل پر
حملہ کیا۔ آخر انگریزوں کا پلّہ بھاری رہا اور افغانوں

کو شکست ہوئی - نومبر ۱۹۲۱ء کو صلح ہوگئی اور
صلحنامہ کی رو سے جو روپیہ سالانہ بطور امداد امیر
کو سرکار ہند سے ملتا تھا وہ بند کر دیا گیا اور
امیر افغانستان بالکل خود مختار حکمران تسلیم کیا گیا
اب اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ دنیا کی جس طاقت
سے چاہے رابطہ اتحاد پیدا کرے۔

تعلیمی ترقی

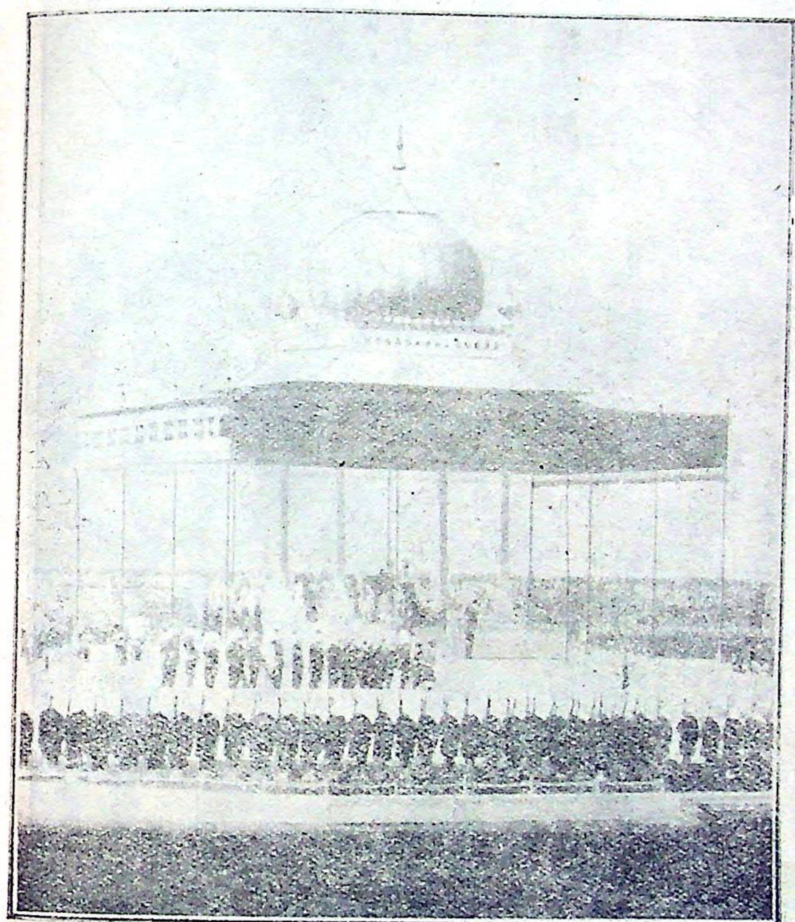
لارڈ چیمسفورڈ بڑے علم دوست
تھے انھوں نے اعلیٰ تعلیم کی ترقی
کے لئے بڑی کوشش کی باوجودیکہ اُن کے عہد
حکومت میں گورنمنٹ کی توجہ جنگ یورپ اور جنگ
افغانستان کی طرف تھی تاہم لارڈ موصوف نے
ترقی تعلیم میں بہت دلچسپی ظاہر کی ملک میں دو
نئی یونیورسٹیاں قائم کی گئیں ایک علی گڑھ میں
مسلم یونیورسٹی اور دوسری ڈھاکہ یونیورسٹی۔

ڈیوک آف کوناٹ کی تشریف آوری

فروری ۱۹۲۰ء میں
گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ
پر عملدرآمد شروع ہوگیا
اور اس ایکٹ کے مطابق جو نئی کونسلیں مقرر ہوئی
تھیں انھوں نے اپنے کام کو ہاتھ میں لے لیا مگر
ان کونسلوں کا باقاعدہ افتتاح فروری ۱۹۲۱ء میں



شاهي خاندان



شاهی دربار

ہوا جس وقت کہ ہز رائل ہائنس ڈیوک آف کوناٹ ہندوستان میں تشریف لائے۔ اُن کی آمد پر دارالسلطنت دہلی میں ایک شاندار دربار منعقد کیا گیا جس میں انھوں نے انگریزوں اور ہندوستانیوں کو ہندوستان کی بہبودی کے واسطے مل کر کام کرنے کی نصیحت کی۔

لارڈ ریڈنگ
سنہ ۱۹۲۱ء سے سنہ ۱۹۲۶ء تک

اپریل سنہ ۱۹۲۱ء میں لارڈ چیمسفورڈ انگلستان واپس گئے اور اُن کی جگہ لارڈ ریڈنگ وائسرائے مقرر ہوئے۔

شاہزادہ ویلز کی تشریف آوری

ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء میں ہمارے شہنشاہ کے بڑے بیٹے پرنس آف ویلز شاہزادہ ولی عہد ہندوستان میں تشریف لائے رعایا نے اُن کا استقبال کیا اور اُن کے آنے پر طرح طرح کے جلسے اور خوشیاں۔ منائی گئیں۔

تحریک عدم تعاون اور تحریک خلافت

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ کے پاس ہونے کی وجہ سے ملک میں بے چینی پھیل گئی تھی اور بعض شہروں میں فسادات بھی ہوگئے

تھے - اس ہلچل کا ابھی خاتمہ نہ ہوا تھا کہ ۱۹۱۹ء کے نئے پاس شدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پر عملدرآمد شروع ہوگیا - گو اس ایکٹ کے جاری ہونے سے ہندوستانیوں کو نظام سلطنت میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ حصہ ملنے لگا - تاہم تمام ہندوستانی ان اصلاحات سے خوش نہ ہوئے - تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے ان اصلاحات کو غیر تسلی بخش قرار دے دیا - اور مہاتما گاندھی کی سرکردگی میں گورنمنٹ کے ساتھ عدم تعاون کی تحریک جاری کردی اور عوام کو سرکاری ملازمت - سرکاری طریقہ تعلیم اور غیر ملکوں کے تجارتی مال کے استعمال کے اختلاف کی ترغیب دینی شروع کردی - یہ تحریک ایک سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہی گو بعد میں رفتہ رفتہ اس کا زور کم ہوتا گیا -

عدم تعاون کی تحریک کے ساتھ ہی ساتھ تحریک خلافت بھی جاری تھی - اس تحریک کے جاری ہونے کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ جنگ یورپ کے ختم ہونے پر جو شرائط صلح ترکوں

کو پیش کی گئیں اس سے مسلمان ناخوش تھے۔

اکالی تحریک

اسی اثنا میں سکھوں میں بھی ایک مذہبی تحریک جاری ہوگئی جو کہ اکالی تحریک کے نام سے مشہور رہی ہے۔ سکھوں کی تعلیم یافتہ پارٹی یہ چاہتی تھی کہ سکھ گوردواروں کے بگڑے ہوئے انتظام کو درست کریں مگر ان گوردواروں کے گدی نشین اور مہنت ان تبدیلیوں کے برخلاف تھے چنانچہ ان دونوں میں کچھ عرصہ تک کشمکش جاری رہی۔ ننکانہ صاحب اور دو ایک دوسرے مقامات پر فسادات بھی ہوئے جس سے گورنمنٹ دست اندازی کے لئے مجبور ہو گئی۔ اخیر گوردوارہ ایکٹ بنایا گیا جس سے سکھوں کی کچھ شکایات رفع کی گئیں۔

موپلوں کی بغاوت

اگست سنہ ۱۹۲۱ء میں ساحل مالابار کے ارند اور ولوند وغیرہ تعلقات میں موپلوں نے بغاوت کی جو کہ دو ماہ کے عرصہ میں فرو کر دی گئی۔ اور بہت سے باغی گرفتار ہو کر جزائر انڈمان میں بھیجے گئے۔

لارڈ ریڈنگ کی واپسی

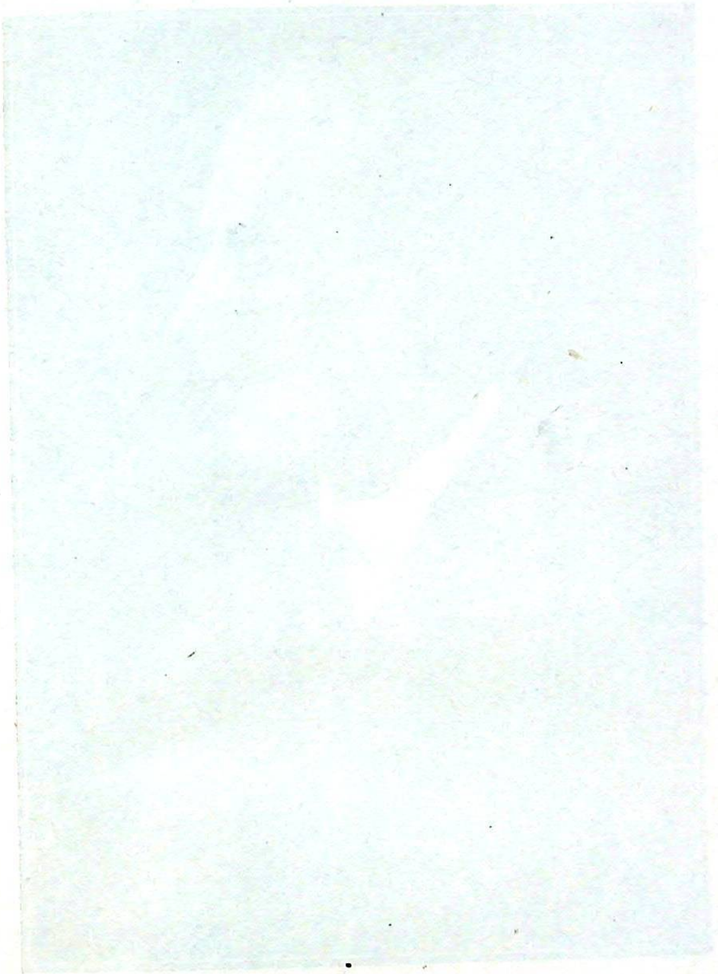
۱۹۲۶ء میں لارڈ ریڈنگ کے عہدے کی میعاد ختم ہوگئی اور وہ واپس انگلستان چلے گئے۔ لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہونے سے پہلے انگلینڈ کے چیف جسٹس یعنی سب سے بڑے جج رہ چکے تھے اور اپنی لیاقت۔ عقلمندی اور انصاف پسندی کی وجہ سے شہرت حاصل کر چکے تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں آکر بھی اُنھوں نے بڑی عالی حوصلگی اور بردباری کا ثبوت دیا۔ جس وقت یہ وائسرائے ہو کر تشریف لائے اس وقت جیسا کہ مندرجہ بالا واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ملک میں عدم تعاون وغیرہ تحریکات کی وجہ سے نہایت ہی بے چینی پھیل رہی تھی ایسے حالات میں امن قائم رکھنا انھیں کا کام تھا۔

لارڈ اردن ۱۹۲۶ء

لارڈ ریڈنگ کی جگہ لارڈ اردن ہندوستان کے وائسرائے ہو کر تشریف لائے۔ آپ زراعتی معاملات میں خاص طور پر ماہر ہیں۔ ہمارے ملک کو ان کے عہد حکومت میں خاص طور پر ترقی کی امید ہے۔



ھندوستان کے وائسرائے - لارڈ اروِن



باب ۳۶

ہندوستان کی حکومت اور انتظام

وزیر ہند

ہندوستان سلطنت برطانیہ کا ایک حصہ ہے اس لئے یہاں کی سرکار انگلستان کی پارلیمنٹ کے ماتحت ہے۔ پارلیمنٹ دو بڑی بڑی مجلسوں کو کہتے ہیں جس میں ایک ہاؤس آف لارڈز (دارالامراء) اور دوسری ہاؤس آف کامنز (دارالعلوم) کے نام سے موسوم ہے۔ دارالامراء کے ممبر انگلینڈ کے بڑے بڑے امیر اور دولتمند آدمی ہوتے ہیں اور دارالعوام میں معمولی درجہ کے آدمی ہوتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے اختیارات بہت زیادہ ہیں کل قوانین پارلیمنٹ ہی میں بنتے ہیں اور برطانیہ کی حکومت پارلیمنٹ ہی کے سے ہوتی ہے۔ سلطنت کے انتظام کے لئے پارلیمنٹ کے ممبروں میں سے جو پبلک کے نمائندے ہوتے ہیں وزیر اعظم منتخب کیا جاتا ہے

یہ وزیر اپنی مدد کے لئے اپنے رفقا میں سے دیگر وزرا کو منتخب کر لیتا ہے۔ ان کل وزیروں کی جماعت ایک چھوٹی سی مجلس کابینہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس کو کیبنٹ یا مجلس وزرا کہتے ہیں۔ حکومت کا کل انتظام یہی مجلس کرتی ہے۔ ہندوستان کی سلطنت کا کاروبار بھی انہی وزیروں میں سے ایک وزیر کے سپرد کیا جاتا ہے جسے وزیر ہند کہتے ہیں وہ ہندوستان کے کل اعلےٰ افسروں سے ادنیٰ درجہ کے ملازموں تک کو حکم دے سکتا ہے وائسرائے اُس کے ماتحت ہوتا ہے اور اُس کو وزیر ہند کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ وزیر ہند کی مدد کے لئے ایک کونسل ہوتی ہے جس کو (انڈیا کونسل) ہندوستانی کونسل کہتے ہیں۔ اس کونسل یعنی مجلس میں زیادہ سے زیادہ ۱۲ ممبر ہو سکتے ہیں جس میں نصف ایسے ہوتے ہیں جو کم از کم دس سال تک ہندوستان میں رہ چکے ہوں اور وہاں کی حالت سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں کچھ عرصہ سے ہندوستانی بھی اس مجلس کے ممبر ہونے لگے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں اس مجلس کے تین ہندوستانی ممبر تھے۔ وزیر ہند

ہندوستان کی حکومت میں بہت کم دست اندازی کرتا ہے۔ وہ زیادہ تر وائسرائے کو مشورہ دیتا ہے اور اس کی رائے لیتا ہے۔ مگر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اس کے اختیارات بہت زیادہ ہیں اور ہندوستان کے بڑے بڑے حاکموں کا تقرر وہی کرتا ہے۔ وزیر ہند اور اس کی کونسل ولایت کے دارالسلطنت لنڈن میں مقیم ہے۔

سرکار ہند

۱۷۷۳ء میں جب ریگولیٹنگ ایکٹ پاس ہوا تھا تو بنگال کا گورنر کل انگریزی مقبوضات کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا تھا۔ گورنر جنرل کے اختیارات پہلے زیادہ نہیں تھے مگر بعد میں بڑھا دئے گئے آخر ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد جب ہندوستان کی عنان حکومت کمپنی کے ہاتھ سے نکلکر ملکہ انگلستان کے ہاتھ میں چلی گئی اسوقت گورنر جنرل وائسرائے کے لقب سے ملقب ہوا۔ اور ہندوستان کے ملکی انتظام میں بھی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ۱۸۶۱ء میں ایک نیا قانون پاس ہوا جس کی رو سے سلطنت کے کاروبار میں وائسرائے کی مدد کے لئے دو کونسلیں علیحدہ کردی گئیں۔ ایک کا نام ایگزیکیٹو کونسل یعنی مجلس انتظامیہ اور دوسری کا لیجسلیٹو کونسل یا مجلس واضع قوانین

یعنی قانون بنانے والی مجلس تجویز ہوا۔ پہلی مجلس ملکی انتظام کرتی تھی اور دوسری کل ہندوستان کے لئے قوانین بناتی تھی۔ مگر جیسا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ملک میں آئے سال سکول کالج اور یونیورسٹیاں کھلنے لگیں اور انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہندوستانیوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ اُن کو بھی نظامِ سلطنت میں خاصہ حصہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ یہ تحریک دن بدن زور پکڑتی گئی۔ اس پر اہل ہند کی خواہشوں کو پورا کرنے کی غرض سے سرکار انگلشیہ نے وقتاً فوقتاً دوسرے[1] قانون بھی پاس کئے جن کی رو سے کونسلوں میں بہت کچھ اصلاحیں کی گئیں۔ ان کے ممبروں کی تعداد بھی بڑھائی گئی اور عوام کے نمائندے ان مجلسوں میں شامل ہونے لگے اور مجلس انتظامیہ میں بھی ہندوستانی مقرر کئے گئے۔ مگر سب سے اہم تبدیلی سنہ ۱۹۱۹ء میں واقع ہوئی جبکہ گورنمنٹ آف

---

[1] ہماری مراد سنہ ۱۸۹۲ء اور سنہ ۱۹۰۹ء کے ایکٹ سے ہے جن کا ذکر اس کتاب میں پہلے کیا جا چکا ہے۔



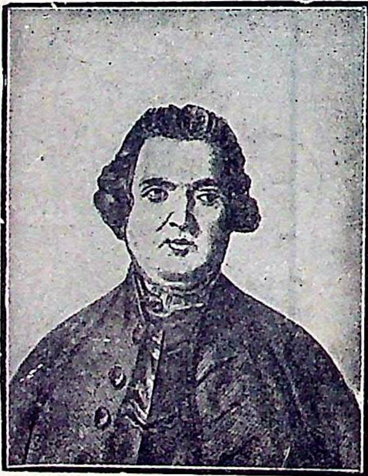
البو قرق



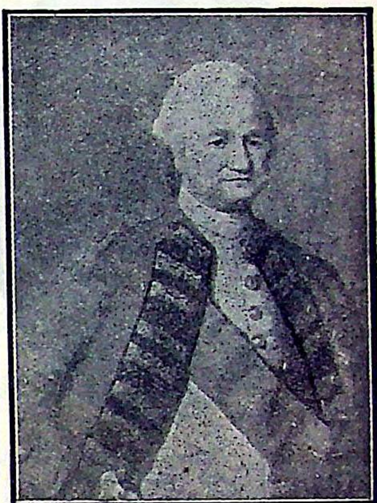
واسکو ڈي گاما



ڈوپلے



میجر لارینس



لارڈ کلائیو



سراج الدولہ



حیدر علی



شجاع الدولہ

انڈیا ایکٹ منظور ہوا۔ یہ ایکٹ مونٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ کا نتیجہ تھا جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ اس ایکٹ کے عمل میں آنے سے سنٹرل گورنمنٹ اور صوبجات کے طرز حکومت میں بڑی تبدیلی واقع ہوئی۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء

اس قانون کے مطابق سرکار ہند کی ایگزیکٹو کونسل یعنی انتظامی مجلس میں ہندوستانی ممبروں کی تعداد بڑھ گئی اور آجکل اس مجلس میں تین ہندوستانی ممبر ہیں۔

قانونی مجلس اب دو حصوں میں منقسم ہوگئی ایک تو لیجسلیٹو اسمبلی اور دوسری کونسل آف اسٹیٹ۔ اسمبلی کے ممبروں کی تعداد نئے قانون کے مطابق ۱۴۳ ہوگئی جن میں سے ۱۰۳ ممبر رعایا کے منتخب کئے ہوئے ہوتے ہیں اور باقی ۴۰ ممبروں کو وائسرائے نامزد کرتا ہے۔ قانونی مجلس کا پہلے وائسرائے ہی صدر مجلس ہوا کرتا تھا۔ مگر اب نئے قانون کے مطابق مجلس اپنا صدر خود ہی منتخب کرتی ہے۔ ہر تیسرے سال کے بعد اس مجلس کے ممبروں کا انتخاب ہوتا ہے۔

کونسل آف اسٹیٹ میں کل ۶۰ ممبر ہیں جن میں
۳۳ یعنی نصف سے کچھ زیادہ منتخب کئے ہوئے ہوتے
ہیں اور بقیہ ۲۷ کو وائسرائے نامزد کرتا ہے۔ اس
مجلس کے صدر کو گورنر جنرل ہی ممبروں میں سے
مقرر کرتا ہے۔ کونسل آف سٹیٹ کا انتخاب ہر
پانچویں سال کے بعد ہوتا ہے یہ ہر دو کونسلیں
یعنی اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ تو قانون بنانے
کا کام کرتی ہیں مگر حکومت کا انتظام وائسرائے
اپنی مجلس انتظامیہ کی امداد سے کرتا ہے۔ اس کا
انعقاد ہفتہ میں کم سے کم ایک مرتبہ ضرور ہونا چاہیئے
ایام گرما میں جب ہندوستان کی گورنمنٹ شملہ
چلی جاتی ہے تو اس وقت اس مجلس کی کارروائیاں
وہیں ہوتی ہیں۔ اور موسم سرما میں نومبر سے اپریل
تک دہلی میں جو اب ہندوستان کا دارالسلطنت ہے
کل معاملے اس مجلس میں پیش ہوتے ہیں سب
اتفاق رائے (ووٹ) سے طے کئے جاتے ہیں لیکن
وائسرائے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دیگر ممبران
کی رائے کو خاص وجوہ کی بنا پر مسترد کردے اور
اسکے خلاف عمل پیرا ہو۔ کام کو آسان کرنے کی غرض
سے اس مجلس کے ہر ایک ممبر کو ایک ایک محکمہ

سپرد کر دیا گیا ہے لیکن بعض ممبروں کے پاس دو دو محکمے بھی ہوتے ہیں۔

۱- فارن ڈپارٹمنٹ محکمہ امور خارجہ - اس محکمہ کا تعلق ہندوستان کے باہر کی سلطنتوں اور دیسی ریاستوں سے ہے۔ افغانستان تبت - چین - فارس وغیرہ ممالک سے جو خط و کتابت ہوتی ہے - وہ اسی محکمہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے - وائسرائے خود اس محکمہ کا کام کرتا ہے -

۲- ہوم ڈپارٹمنٹ محکمہ امور داخلہ - اس محکمہ کا تعلق زیادہ تر ملک کی اندرونی حکومت سے ہے - عدالت - پولیس - جیل وغیرہ کے کام اسی محکمہ کے سپرد ہوتے ہیں۔

۳- محکمۂ مالگزاری و زراعت اس محکمہ کی بنیاد ۱۸۷۱ء میں پڑی تھی - اسی محکمہ کا کام مالگزاری اور زراعت کے متعلق دیکھ بھال کرنا اور قحط کے زمانہ میں محتاج اور غریب رعایا کی مدد کرنا ہے۔

۴- محکمۂ مال یہ محکمہ خزانہ - ٹکسال - بنک - نوٹ - افیون اور نمک کا محصول - سرکاری ملازموں کی تنخواہ اور پنشن وغیرہ کا انتظام

کرتا ہے۔ سرکار ہند کی آمدنی اور خرچ کا حساب اسی محکمہ میں رہتا ہے۔

۵۔ محکمۂ تجارت اور صنعت و حرفت

اس محکمہ کا تعلق ملک کی تجارت ریل۔ تار ڈاک۔ بندرگاہوں اور جہازوں وغیرہ کے بندوبست سے ہے۔

۶۔ محکمۂ قانون

یہ محکمہ قانون کے مسودے بناتا ہے۔ جس پر بعد کو لیجسلیٹو اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ غور کرتی ہیں۔

۷۔ محکمۂ تعمیرات

سرکاری عمارتوں۔ نہروں اور سڑکوں کا کام اس محکمہ کی ماتحتی میں ہوتا ہے اس محکمہ کا و نیز مالگزاری اور زراعت کے محکمہ کا بندوبست ایک ہی ممبر کرتا ہے۔

۸۔ محکمۂ تعلیم

یہ محکمہ رعایا کی تعلیم و حفظان صحت کے تمام معاملات کی نگرانی اور انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

۹۔ محکمۂ فوج

یہ محکمہ فوج کے متعلق کل اُمور کا انتظام کرتا ہے اور اسکا انچارج کمانڈر انچیف ہوتا ہے۔

قانون کیسے بنتا ہے

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مجلس واضع قوانین یعنی لیجسلیٹو کونسل ہندوستان کے لئے قانون بناتی ہے۔
جب کوئی نیا قانون بنتا ہے تو پہلے وہ انگریزی اور ہندوستانی زبانوں میں سرکاری گزٹ میں چھاپ دیا جاتا ہے تاکہ عام لوگ اس پر غور کر سکیں اور اپنی رائے دے سکیں۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بل یعنی مسودہ اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے اور بحث و مباحثہ کے بعد اسی مجلس کی ایک چھوٹی سی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اس کمیٹی کے ممبر اس پر غور کرتے ہیں اور اگر ضرورت ہوتی ہے تو اس میں اصلاح بھی کرتے ہیں۔ اسکے بعد تیسری دفعہ وہی بل اسمبلی میں پیش ہوتا ہے اور ممبران اس پر بحث کرتے ہیں۔ ممبروں کو اختیار ہے کہ چاہے وہ اُس سے موافقت کریں یا مخالفت۔ بل کے پاس ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ممبران کی کثرت رائے سے منظور ہو۔ اسمبلی سے منظور ہونے کے بعد بل کونسل آف سٹیٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ کونسل آف سٹیٹ کو اختیار ہے کہ وہ اسمبلی کے فیصلہ

سے موافقت کرے یا مخالفت - کونسل آف سٹیٹ
سے منظور ہوکر یہ بل وائسرائے کے پاس بھیجا جاتا
ہے - وہ اس پر اپنی منظوری کی مہر ثبت کرتا
ہے جب جاکر وہ قانون کی صورت اختیار کرتا ہے
اور ملک میں نافذ ہوتا ہے - یہ یاد رکھنا چاہئے
کہ وائسرائے کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ کسی
معاملے میں مناسب جانے تو اسمبلی یا کونسل
آف سٹیٹ یا دونوں کی مخالفت کے باوجود
بھی کسی قانون کو نافذ کردے۔

صوبہ جات کی حکومت

سنہ ۱۹۱۹ء کے ایکٹ جاری
کئے جانے سے سب سے زیادہ
تبدیلیاں صوبہ جات کی طرز
حکومت میں ہوئیں - اس ایکٹ کا منشا یہ تھا کہ
ہندوستان کی حکومت کے لئے ہندوستانیوں کو
تیار کیا جائے چنانچہ اس کام سے واقف کرنے کی
غرض سے پہلے صوبہ کی حکومت میں ہندوستانیوں
کو حصہ دیا گیا - ہر ایک بڑے صوبہ میں گورنر کی
امداد کرنے کے لئے دو کونسلیں مقرر ہوگئیں -
(۱) ایگزیکیٹو کونسل یعنی مجلس انتظامیہ - (۲) گورنر
کے ہندوستانی وزراء - ایگزیکیٹو کونسل کے دوسے

لے کر چار تک ممبر ہوتے ہیں جن میں سے آدھے ہندوستانی ہوتے ہیں[1]۔ حکومت کے کچھ محکموں کا انتظام اس کونسل کے سپرد ہوتا ہے۔ مثلاً جیل پولیس اور محکمہ مال وغیرہ کا کل انتظام یہی کونسل کرتی ہے اور دوسرے محکمہ جات مثلاً تعلیم۔ زراعت تجارت اور لوکل سیلف گورنمنٹ وغیرہ کے انتظام کا کام گورنر کے منسٹر یعنی وزراء سر انجام دیتے ہیں۔ ہندوستانی وزیروں کا درجہ مجلس انتظامیہ کے ممبروں کے برابر ہے۔ ہر ایک صوبہ میں دو سے لے کر چار تک وزیر مقرر کئے جاتے ہیں۔ تمام وزراء ہندوستانی ہوتے ہیں اور لیجسلیٹو کونسل کے منتخب شدہ ممبروں میں سے چنے جاتے ہیں اور وہ اپنے عہدہ پر اس وقت تک رہ سکتے ہیں جب تک صوبہ کی لیجسلیٹو کونسل کی ایک کثیر تعداد اُن کی مدد پر رہے۔ جونہی کونسل کے ممبران کی کثیر تعداد اُن کی مدد سے کنارہ کش ہو جاتی ہے وزرأ اپنے عہدہ سے استعفا دینے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔

قانون سازی کے متعلق یہ ہے کہ ہر ایک صوبہ کی ایک

---

[1] صوبہ پنجاب میں مجلس انتظامیہ کے دو ممبر ہیں۔

علیحدہ لیجسلیٹو کونسل (مجلس قانون) ہوتی ہے۔ گزشتہ سالوں کی نسبت اب اس کونسل میں رعایا کے منتخب شدہ ممبروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور پیشتر کی نسبت اب صوبہ کی کونسل کے حقوق بھی بہت زیادہ بڑھا دئے گئے ہیں۔ اس مجلس کے ممبروں کو ان کے اپنے اپنے صوبہ کے باشندے بذریعہ (ووٹ) اتفاق رائے منتخب کرتے ہیں۔ انتخاب میں حق رائے دہندگان کے لئے مختلف صوبہ جات میں مختلف شرطیں ہیں۔ پنجاب میں ان سب باشندگان کو جو جنگ عظیم کے دنوں میں فوج میں نوکر تھے حق رائے دہندگی حاصل ہے اس کے سوا انکم ٹکس دینے والے بھی ووٹ دینے کا حق رکھتے ہیں۔ ۲۵ روپیہ سالانہ معاملہ زمین کے ادا کرنے والے بھی رائے دینے کے حقدار ہیں۔ وہ لوگ بھی جن کو بی۔اے کی ڈگری لئے ہوئے ۷ سال ہو چکے ہیں ووٹ دینے کا حق رکھتے ہیں۔ یورپ کی طرح ابھی یہاں عورتوں کو رائے دینے کا اختیار نہیں دیا گیا ہے لیکن اگر کسی صوبے کی گورنمنٹ چاہے تو اپنے یہاں کی عورتوں کو بھی رائے دینے کا اختیار دے سکتی ہے چنانچہ حال

ہی میں پنجاب - بنگال اور یوپی (آگرہ اور اودھ) وغیرہ کی کونسلوں نے اتفاق رائے سے اپنے اپنے صوبہ کی عورتوں کو یہ حق دے دیا ہے۔ کونسل کا انتخاب ہر تیسرے سال کے بعد ہوتا ہے۔ انتخاب سے پہلے رائے دہندگان کے نام چھاپ دئے جاتے ہیں تاکہ ممبری کے امیدواروں کو معلوم ہو جائے کہ (ووٹ) رائے دینے کا حق کن کن لوگوں کو حاصل ہے۔ رائے دینے اور نہ دینے کی ہر ایک رائے دہندہ کو کامل آزادی ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنی رائے کسی کے لئے ظاہر نہ کرے۔ ممبری کے امیدوار رائے حاصل کرنے کے لئے رائے دہندگان سے درخواست کر سکتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی بابت یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے ووٹ دینے والوں کو رشوت دی ہے یا اُس پر کسی قسم کا جبر کیا گیا ہے تو قانونی طور پہ وہ سزا کا مستوجب ہو جاتا ہے۔ ہر ایک رائے دہندہ ممبری کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔ مگر کوئی سرکاری ملازم رعایا کی طرف سے ممبر نہیں ہو سکتا۔ رائے دینے کا اختیار محض اس غرض سے دیا گیا ہے کہ لوگ حکومت کے امور پر غور کریں اور اپنے آپ پر خود حکومت کرنے کی قابلیت حاصل کریں۔ اگر تین سال کے

بعد اُن کو معلوم ہو جائے کہ ان کے منتخب کردہ ممبر اپنے فرائض کی ادائیگی میں قاصر رہے ہیں تو اُن کے حق میں آئندہ انتخاب کے موقع پر دوبارہ رائے نہ دیں۔

صوبہ کی گورنمنٹ انہی کاموں کا انتظام کرتی ہے جن کا تعلق صوبہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً مالگزاری کا وصول کرنا اور تعلیم و شفاخانوں کا انتظام تالاب۔ نہریں۔ سڑکیں اور پل وغیرہ بنانا پولیس اور جیل وغیرہ کا انتظام کرنا صوبہ کی گورنمنٹ ہی کے سپرد ہیں۔ لیکن ایسے معاملات جو صرف ایک صوبہ سے نہیں بلکہ تمام ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں اُن کا انتظام وائسرائے اور اُس کی کونسل سرانجام دیتی ہے۔ مثلاً فوجوں کا انتظام۔ ریلوے۔ ڈاک اور تار کا انتظام۔ تجارت۔ جہازرانی اور دیسی ریاستوں کا انتظام گورنمنٹ آف انڈیا کے ہاتھ میں ہے۔

ضلع کی حکومت

ہر ایک صوبہ میں کئی ضلعے ہوتے ہیں۔ ضلع کے سب سے بڑے حاکم کو کلکٹر کہتے ہیں اور وہ زیادہ تر سول سروس کے افسروں میں سے منتخب کیا جاتا ہے۔ پنجاب

ہیں اُس کو ڈپٹی کمشنر کہتے ہیں ۔ یہ افسر ضلع کا انتظام کرتا ہے اور ضلع میں جتنے دیگر محکموں کے افسر ہوتے ہیں اُن کے کام کی نگرانی کرتا ہے ۔ اس کی مدد کے لئے اس کے ماتحت اور بھی حاکم ہوتے ہیں ۔ مثلاً اسسٹنٹ کلکٹر یا ڈپٹی کلکٹر ۔ سپرنٹنڈنٹ جیل ۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس ۔ انجینیر ۔ سول سرجن ۔ انسپکٹر مدارس وغیرہ وغیرہ ۔ ان کا شمار ضلع کے اعلےٰ افسروں میں ہوتا ہے ۔ ان عہدوں پر ہندوستانی اور انگریز دونوں مقرر کئے جاتے ہیں ۔

افسر ضلع کئی کام کرتا ہے ۔ وہ مالگزاری وصول کرتا ہے ۔ مقدمات فیصل کرتا ہے اور ضلع میں امن قائم رکھتا ہے ۔ وہ پولیس ۔ جیل ۔ ہسپتال ۔ مدرسے وغیرہ کا کام بھی دیکھتا ہے ۔ جاڑے کے ایام میں وہ دیہات میں دورہ کرتا ہے ۔ پیداوار کو دیکھتا ہے اور لوگوں کے حالات معلوم کرتا ہے اس کو ہر سال اپنے ضلع کے انتظام کی ایک رپورٹ لکھ کر اعلےٰ حکام کے پاس بھیجنی پڑتی ہے ۔

ضلع میں کئی تحصیلیں ہوتی ہیں جو تحصیلداروں کی ماتحتی میں ہوتی ہیں ۔ تحصیلدار کا خاص کام مالگزاری وصول کرنا ہے ۔ مگر وہ فوجداری اور مال کے چھوٹے

چھوٹے مقدمے بھی فیصل کرتا ہے۔ جن کی اپیل ضلع کے حاکم کے پاس ہو سکتی ہے اس کے ماتحت نائب تحصیلدار۔ قانون گو اور پٹواری وغیرہ ہوتے ہیں۔ تحصیلدار اپنے حلقہ میں وہی کام کرتا ہے جو کلکٹر ضلع میں کرتا ہے۔ اس کے اختیارات کم نہیں ہوتے۔ وہ دیہاتی لوگوں کو بہت نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ وہ بھی جاڑے کے ایام میں اپنے حلقہ میں دورہ کرتا ہے اور لوگوں کے حالات دریافت کرتا ہے۔

کئی ضلعوں کی ایک کمشنری ہوتی ہے جس کا حاکم کمشنر کہلاتا ہے۔ کمشنر ضلع کے افسروں کے کام کی نگرانی کرتا ہے اور ان کے مقدمہ کی اپیلوں کی سماعت کرتا ہے۔ وہ سول سروس کے افسروں میں سے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس عہدے پر اکثر بڑے زود فہم نکتہ رس اور تجربہ کار آدمی کو مقرر کیا جاتا ہے۔

مقامی سوراج
لوکل سیلف گورنمنٹ

بڑے بڑے شہروں کے انتظام کے لئے سرکار نے میونسپلٹیاں قائم کردی ہیں۔ بڑے بڑے کام مثلاً مالگزاری وصول کرنا قانون بنانا۔ تجارت کی ترقی میں کوشش کرنا اور اعلےٰ تعلیم کا انتظام کرنا صوبہ کی گورنمنٹ کے اختیار میں

ہے۔ لیکن بہت سے کام ایسے ہیں جن کو لوگ خود اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ مثلاً شہر کی صفائی رکھنا روشنی کا انتظام کرنا۔ صاف پانی بہم پہنچانا۔ بچوں کی تعلیم کے لئے اسکول کھولنا اور ہسپتال وغیرہ کھولنا۔ اسی غرض سے یہ کمیٹیاں بنائی گئیں تاکہ عام لوگ خود اپنے نمائندوں کے ذریعے ان کاموں کو انجام دے سکیں۔ پہلے پہل یہ کمیٹیاں بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں قائم ہوئی تھیں۔ مگر اب یہ تمام شہروں میں جاری ہو گئی ہیں۔

میونسپل کمیٹیوں کے ممبر میونسپل کمشنر کہلاتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر رعایا کی جانب سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ کچھ ممبران ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو سرکار نامزد کر دیتی ہے۔ قریب قریب ۹۰ فی صدی ممبر ہندوستانی ہوتے ہیں اور وہ اپنا صدر خود منتخب کرتے ہیں۔

سنہ ۱۹۲۱ء میں برٹش ہند میں سات سو اُنتالیس میونسپلٹیاں قائم تھیں۔ میونسپلٹیوں کی آمدنی اُن محصولوں سے ہوتی ہے جو وہ خود

وصول کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو سرکار سے بھی مالی امداد ملتی ہے۔ یہ سب روپیہ رعا کے مفید کاموں میں صرف کیا جاتا ہے۔ لوگ میونسپلٹی کا ممبر ہونا باعث فخر سمجھتے ہیں اور انتخابات کے موقع پر اس کے لئے بڑی جد و جہد کرتے ہیں۔

جیسا کہ بڑے شہروں کے انتظام کے لئے میونسپل کمیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ ویسے ہی دیہاتوں کے انتظام کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ جاری کئے گئے ہیں۔ ہر ایک ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ بورڈ ہے اس کے بہت سے ممبر ایسے ہوتے ہیں جن کا دیہات سے تعلق ہوتا ہے۔ میونسپل کمیٹیوں کی طرح ڈسٹرکٹ بورڈوں کا کام بھی سڑکوں کی مرمت کرانا۔ مدرسے کھولنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا۔ ہسپتال کھولنا اور رعایا کے حفظانِ صحت کا خیال رکھنا ان کا کام ہے۔ بہت سے صوبوں میں اور ممالک کا نئی اصلاحات کے مطابق انتخاب شروع ہو گیا ہے۔ ان میں اب زیادہ تر ممبران رعایا کے منتخب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ان کو اپنا صدر بھی منتخب کرنے کا اختیار ہوتا

ہے۔ بہت سی جگہوں میں بورڈوں کو اپنے علاقہ میں ٹیکس لگانے کی بھی اجازت مل گئی ہے۔

۱۹۲۱ء میں کل برٹش ہند میں ۲۷۰ ڈسٹرکٹ بورڈ اور ۵۳۲ لوکل بورڈ تھے۔

کئی صوبوں کے دیہاتوں میں سرکار نے اب پنچائتیں قائم کردی ہیں۔ یہ پنچائتیں گاؤں والوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتی ہیں اور امن و امان قائم رکھتی ہیں۔ پنچ گاؤں ہی کے باشندے ہوتے ہیں اور سب ذاتوں کے لوگوں میں سے منتخب کئے جاتے ہیں وہ دیوانی اور فوجداری کے چھوٹے چھوٹے مقدمات بھی فیصل کرتے ہیں۔ اس سے سرکار کی یہی غرض ہے کہ لوگ رفتہ رفتہ اپنا انتظام کرنا خود سیکھ جائیں۔

پولیس۔ فوج اور جیل

رعایا کے جان و مال کی حفاظت شہروں اور دیہات میں امن و امان رکھنے کی غرض سے سرکار نے پولیس کا محکمہ قائم کیا ہے۔ پولیس کا فرض منصبی رعایا کی حفاظت کرنا اور چوروں ڈاکوؤں اور لٹیروں وغیرہ کو گرفتار کرکے سزا دلوانا ہے۔ ہر ایک ضلع میں اس محکمہ کا ایک افسر اعلیٰ ہوتا ہے

جس کو سپرنٹنڈنٹ پولیس کہتے ہیں اور اس کی مدد کے لیئے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ۔ انسپکٹر اور سب انسپکٹر ہوتے ہیں۔ ضلع میں کئی تھانے ہوتے ہیں۔ ہر ایک تھانہ میں ایک تھانہ دار ہوتا ہے اور تھوڑے سے سپاہی بھی رہتے ہیں۔ دیہات میں بھی تھانے ہوتے ہیں۔ گاؤں میں پولیس کا کام چوکیدار کرتا ہے۔ جب کوئی چوری وغیرہ گاؤں میں ہو جاتی ہے تو وہ اُس کی خبر نزدیک کے تھانہ میں کہہ دیتا ہے۔

چوری۔ ڈاکہ زنی یا دیگر قسم کے فسادات کو روکنے کے لئے تو پولیس کا انتظام کافی ہے مگر بھاری بلوؤں کو فرو کرنے اور مُلک کو بیرونی حملوں سے بچانے کے لئے فوج کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ اس کام کے لئے سرکار نے ایک بہت بڑی فوج جمع کر رکھی ہے۔ اس فوج میں آجکل تقریباً ڈھائی لاکھ سپاہی ہیں۔ ان کے علاوہ چھتیس ہزار آدمی ایسے ہیں جن کو فوجی تعلیم تو دی گئی ہے لیکن وہ فوج میں بھرتی نہیں ہوئے۔ ضرورت کے وقت یہ لوگ کام کے لئے بُلائے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ شمال مغربی سرحد میں ایک علیحدہ

فوج مقیم رہتی ہے۔

بری فوج کے علاوہ بحری حملوں سے ملک کو بچانے کے لئے برطانوی جنگی جہازی بیڑہ موجود ہے جو ہر وقت ہماری مدد کے لئے تیار ہے۔

پُرانے زمانے کی نسبت اب جیلخانوں کی حالت بدرجہا بہتر ہے۔ زمانۂ سابق میں جیلخانوں میں بے اندازہ قیدی بھر دئے جاتے تھے۔ نہ انھیں وقت پر کھانا ملتا تھا اور نہ اُن کی تندرستی کی حفاظت کے لئے کوئی معقول انتظام ہوتا تھا اور ان سے اُتنا کام لیا جاتا تھا کہ بہت سے قیدی بیچارے جیل ہی میں لقمۂ نہنگ اجل ہو جاتے تھے۔ مگر اب جیلخانوں کی حالت ویسی نہیں رہی۔ جیلخانوں کی نگرانی کے لئے علٰحدہ حاکم ہوتے ہیں اور انکے علاوہ ضلع کا ڈاکٹر یعنی سول سرجن بھی جیلخانوں کی نگرانی کرتا ہے۔ چنانچہ قیدیوں کی تندرستی کا خیال کافی طور پر رکھا جاتا ہے۔

قیدیوں کو جیل میں رکھنے سے سرکار کا یہ منشا نہیں ہے کہ انھیں صرف تکلیف ہی دی جائے بلکہ یورپ کے ملکوں کی طرح یہاں بھی ان کی عادات بدلنے اور چال چلن درست کرنے کی

کوشش کی جاتی ہے۔ قیدیوں کو جیل میں بہت سے کام سکھائے جاتے ہیں جیسے قالین بننا۔ دری بننا۔ چھپائی۔ درزی۔ بڑھئی اور لوہاری وغیرہ۔ بہت سے قیدی جیلخانہ سے دستکاری میں ماہر ہو کر نکلتے ہیں اور پھر آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

جیلخانوں کے اندر عورتوں کے کمرے بالکل علیحدہ ہوتے ہیں اور ان سے بھی مردوں کی طرح کام لیا جاتا ہے۔

کم عمر مجرم عام جیلخانوں میں نہیں رکھے جاتے انھیں بڑی عمر کے قیدیوں سے الگ رکھا جاتا ہے اور اُن کے لئے اسکول بنا دئے گئے ہیں۔ جہاں انھیں معمولی تعلیم دی جاتی ہے اور دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے۔

عدالتوں کا انتظام

ہندوستان کے گذشتہ زمانے میں آجکل کی ایسی عدالتیں نہیں تھیں۔ ہندؤوں کے زمانہ میں راجہ انصاف کرتا تھا اور مذہبی قانون کے مطابق عملدرآمد ہوتا تھا۔ لوگ زیادہ تر مقدمہ بازی نہیں کرتے تھے اور جھگڑوں کو اکثر آپس ہی میں طے کر لیتے تھے۔ مسلمانوں کے زمانہ میں قاضی

انصاف کرتا تھا۔ جب انگریزی سلطنت ہندوستان میں قائم ہوئی تو پُرانی عدالتوں میں چند اصلاحیں ہوئیں اور انگریزی حاکم مقدمہ فیصل کرنے لگے۔ ہندو اور مسلمانوں کے قواعد و رسوم پر غور کیا گیا کہ ان میں کون کون سے قابل عمل ہیں۔

آجکل کی عدالتیں ۱۸۶۱ء میں قائم ہوئی تھیں اسی سال صوبہ بمبئی اور مدراس میں بھی عدالت عالیہ یعنی ہائی کورٹ قائم کی گئی اور اس وقت تقریباً ہر ایک اوسط درجہ کے صوبہ میں ہائیکورٹ قائم ہو چکی ہے۔ ہر ایک بڑے شہر اور قصبہ میں دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلہ کرنے کو علیحدہ علیحدہ عدالتیں مقرر ہیں اور ان چھوٹی عدالتوں کے اوپر بڑے طبقہ کی عدالتیں ہیں جن میں ان کے فیصلہ کئے ہوئے مقدمات کے خلاف اپیل ہو سکتی ہے۔ ان سب کے اوپر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ہر ایک صوبہ میں عدالت عالیہ یعنی ہائی کورٹ موجود ہے جو کل عدالت ہائے ماتحت کے کاموں پر نگرانی کرتی ہے اور ان کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں سنتی ہے۔

تعلیم

انگریزی حکومت کے قائم ہونے سے پیشتر

ہمارے ملک میں تعلیم پاٹھ شالاؤں اور مکتبوں میں
ہوتی تھی۔ پنڈت اور مولوی طلبا سے تھوڑی بہت
اُجرت لے کر اُنھیں پڑھاتے تھے۔ جب وارن ہیسٹنگز
گورنر جنرل ہوا تو اس نے سنہ ۱۷۸۱ء میں کلکتہ مدرسہ
کی بنیاد ڈالی اس کے دس برس بعد بنارس میں
ایک سنسکرت کالج قائم کیا گیا۔ اس کے بعد لارڈ
بینٹنگ کے عہد میں سنہ ۱۸۳۳ء میں یہ طے ہوا کہ تعلیم
بذریعہ زبان انگریزی ہونی چاہئے اور اس غرض سے
ملک میں کئی اسکول قائم ہوئے۔ سنہ ۱۸۵۴ء میں تعلیم
کا ایک محکمہ بنا اور نئے مدرسے کھولنے اور تعلیم
کی ترقی کے بارے میں رپورٹ لکھنے کے لئے افسر
مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۸۵۸ء میں کلکتہ۔ مدراس اور بمبئی
کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اور کالج کھولے گئے۔

ہندوستان میں آجکل کئی یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ الہ آباد
بنارس۔ ڈھاکہ۔ پٹنہ۔ رنگون۔ علی گڑھ۔ لکھنؤ۔ دہلی۔
پنجاب۔ میسور وغیرہ وغیرہ۔

گورنمنٹ نے تعلیم نسواں کی طرف بھی بہت
توجہ کی ہے۔ ایسے اسکول اور کالج کھول دئے گئے
ہیں جہاں لڑکیوں کو عورتیں ہی تعلیم دیتی ہیں۔
ہر معلمہ کو معقول تنخواہ ملتی ہے اور اُسے ترقی

کرنے میں محکمۂ تعلیم پوری مدد دیتا ہے لیکن ہندوستان کے لوگوں کے رسم و رواج ایسے ہیں کہ تعلیم نسواں میں ابھی زیادہ ترقی نہیں ہوتی۔ ۱۹۲۱ء میں سارے ہندوستان میں کل دس لاکھ لڑکیاں پڑھتی ہیں۔

ان اسکولوں کے سوا اور بھی کئی قسم کے مدرسے ہیں۔ کچھ مدرسے دستکاری سکھانے کے لئے کھولے گئے ہیں جن میں درزی۔ رنگریز موچی۔ بڑھئی۔ لوہار اور جولاہے وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہے۔ بڑے شہروں (آرٹ اسکول) صنعت و حرفت کے مدرسے بھی کھول دئے گئے ہیں جہاں تصویر بنانا اور نقاشی کرنا۔ چینی کے برتن اور کھلونے بنانا سکھایا جاتا ہے۔

آجکل تعلیم کا اتنا شوق ہو گیا ہے کہ تقریباً ہر ایک ضلع میں ایک سرکاری ہائی سکول موجود ہے جس کا تمام خرچ گورنمنٹ دیتی ہے۔ ان کے علاوہ ہر ایک بڑے شہر میں نیم سرکاری و غیر سرکاری سکول بھی ہیں جن کا خرچ مختلف کمیٹیاں سوسائٹیاں مثلاً عیسائی مشن۔ آریہ سماج۔ سکھ سبھا۔ انجمن اسلامیہ وغیرہ خود چندہ جمع کرکے برداشت کرتی ہیں۔

حفظ صحت

قسم قسم کی بیماریاں مثلاً طاعون ہیضہ - تپ لرزہ - تپ دق - موسمی بخار وغیرہ کے دور کرنے اور ان سے لوگوں کو بچانے کے لئے گورنمنٹ نے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ یا محکمۂ طبیہ کھول رکھا ہے - ہر بڑے شہر میں ایک ہسپتال ہوتا ہے اور اسی طرح ہر بڑے قصبہ میں بھی ایک ہسپتال قائم کیا گیا ہے - یہاں پر بیماریوں کا علاج ہوتا ہے - بالعموم ان ہسپتالوں میں دوائیاں مفت تقسیم کی جاتی ہیں - اور غریبوں کو دوا کے علاوہ کھانا اور کپڑا بھی مفت دیا جاتا ہے -

اس کے علاوہ کسی کسی صوبہ میں گشتی ہسپتال بھی ہیں - ان کے ڈاکٹر مع متفرق ادویات کے ضلع میں دورہ کرتے ہیں اور مریضوں کا مفت علاج کرتے ہیں - عورتوں کے لئے بڑے شہروں میں الگ زنانہ ہسپتال لارڈ ڈفرن کی بیگم، لیڈی ڈفرن صاحبہ نے ہندوستانی عورتوں کی تکلیف رفع کرنے کی خاطر جاری کئے تھے -

جانوروں کے علاج کے لئے بھی سرکار نے

ایک محکمہ کھول دیا ہے جسے ویٹرینری ڈیپارٹمنٹ یا محکمہ بیطاری کہتے ہیں۔

سرکاری ہسپتالوں کے علاوہ اب بڑے بڑے شہروں میں غیر سرکاری ہسپتال بھی جاری ہو رہے ہیں جن کا خرچ مختلف سوسائٹیوں نے اور دیگر آدمیوں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ مثلاً لاہور میں سر گنگا رام کا ہسپتال اور آریہ سماج کے دوائی خانے اسی قسم کی قابل ذکر مثالیں ہیں۔

قحط

ہندوستان زراعتی ملک ہے۔ تقریباً ستر فی صدی باشندے زراعت پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب بارش نہیں ہوتی تو غلّہ نہیں پیدا ہوتا اور مُلک میں قحط پڑ جاتا ہے۔ دیہات کے رہنے والے سب بیکار ہو جاتے ہیں اور بھوکے مرنے لگتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں بھی قحط پڑتا تھا اور ہزاروں جانیں تلف ہو جاتی تھیں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ پاس ہی کے دو صوبوں میں سے ایک میں قحط پڑتا تھا اور دوسرے صوبہ والے ان کی بہت امداد نہ کر سکتے تھے کیونکہ ریل تو تھی ہی نہیں جو غلّہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بآسانی جا سکتا۔ اسی وجہ سے قحط زدہ علاقہ

میں رعایا کو بہت سخت مصیبت کا سامنا ہوتا تھا۔ اور ملک کے دوسرے حصّوں میں باوجود غلّہ موجود رہنے کے بھی۔ ہزاروں آدمی بھوک کے مر جاتے تھے۔

مگر اب قحط میں پہلے کی سی مصیبت اور تکلیف اُٹھانی نہیں پڑتی کیونکہ سڑکیں ایسی بن گئی ہیں۔ کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لوگ بآسانی آجا سکتے ہیں۔ ریلیں بھی بن گئی ہیں جن کے ذریعہ سے غلّہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو آجا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ قحط سے رعایا کی تکلیف دور کرنے کے لئے بہت سی ترکیبیں نکالی گئی ہیں جن میں سے کچھ نیچے لکھی جاتی ہیں:۔

(۱) ۱۸۷۸ء سے سرکار ہر سال ڈیڑھ کروڑ روپیہ علیحدہ رکھ لیتی ہے۔ جس سے اگر کسی حصّہ ملک میں قحط پڑتا ہے تو مدد دی جاتی ہے۔

(۲) قحط کے زمانے میں امداد پہنچانے کے لئے کام جاری کئے جاتے ہیں۔ مثلاً نہروں۔ سڑکوں اور تالابوں کا بنانا۔ جو آدمی مضبوط ہوتے ہیں وہ ان پر کام میں لگا دئے جاتے ہیں۔ وہاں ان کو مزدوری دی جاتی ہے۔ جس سے اُن کی بسر اوقات ہوتی ہے۔ مزدوری تو

بہت نہیں ملتی - لیکن پھر بھی اس قدر ضرور مل جاتی ہے جس سے ان کے کھانے پینے کا کام چل جاتا ہے - جو کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے انھیں بغیر کام کئے ہی امداد دی جاتی ہے -

(۳) سرکار نے کھیتی کی ترقی کے لئے ہر ایک صوبہ میں محکمۂ زراعت کھول دیا ہے ان کا کام ایسے افسروں کی مدد سے ہوتا ہے جو زراعت کے فن میں ماہر ہوتے ہیں - وہ نئے طریقوں سے کسانوں کو زراعت کرنا بتاتے ہیں - اور کسانوں کو مشورہ دیتے ہیں -

(۴) سرکار جنگلوں کی حفاظت کرتی ہے تاکہ قحط کے زمانہ میں مویشی اُن میں چر سکیں - بعض اوقات آدمی بھی تکلیف کے موقعوں پر جڑ اور پھل پھول کھا کر اپنی زندگی بسر کر سکتے ہیں -

(۵) قحط کے زمانہ میں سرکار کی طرف سے کسانوں کو مویشی - تخم اور چارہ خریدنے کے لئے تقاوی دی جاتی ہے - یہ روپیہ کسان سرکار کو رفتہ رفتہ ادا کر دیتے ہیں - تقاوی سے بڑا فائدہ ہوتا ہے - جن کسانوں کو کوئی مہاجن ایک روپیہ تک اُدھار نہیں دیتا اُنھیں بھی روپیہ

مل جاتا ہے اور ان کا کام چل جاتا ہے۔ تقاوی پر فی صدی ایک روپیہ سود لیا جاتا ہے۔

(۶) تقاوی سے کاشتکاروں کو امداد تو ملتی ہے لیکن اتنا روپیہ نہیں ملتا کہ کھیتی کے لئے کافی ہو۔ مگر ساتھ ہی سرکار یہ بھی نہیں چاہتی کہ بیچارہ کسان مہاجن کے پنجہ میں پھنسا رہے اور زیادتی سود کی وجہ سے قرضہ ادا نہ کر سکے۔ اس لئے وقت ضرورت اس کی روپیہ سے مدد کرنے کے واسطے سرکار نے گاؤں میں زمینداری بنک کھول دئے ہیں جو بہت ہی تھوڑے سود پر قرضہ دیتے ہیں اور فصل تیار ہونے پر وصول کر لیتے ہیں۔ ان بنکوں کے وجود سے زمیندار طبقہ کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔

(۷) سرکار نہریں کھدواتی ہے جس سے کھیتوں کی آبپاشی ہوتی ہے۔ بہت سی جگہوں میں بارش نہ ہونے کے باوجود بھی نہروں کے ذریعہ سے کھیتی ہو جاتی ہے اور ایام قحط میں کچھ زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔

(۸) خشک سالی کے ایام میں سرکاری حکام دیہات میں دورہ کرتے ہیں اور کھیتی کی حالت

کی جانچ کرتے ہیں۔ جب پیداوار کچھ بھی نہیں ہوتی تو مالگزاری کل معاف ہو جاتی ہے۔ زمینداروں کو بھی ان کی گزر اوقات کے لئے تقاوی دی جاتی ہے۔

تجارت و زراعت

یوں تو ہمارا ملک تجارت کے لئے ہمیشہ سے مشہور رہا ہے۔ یہاں سے ڈھاکہ کی ململ اور گرم مصالحہ وغیرہ غیر ممالک میں بہت جاتا تھا۔ مگر انگریزوں کے یہاں آنے پر تجارت بہت ہی با رونق ہو گئی ہے۔ کیونکہ ان کے عہد میں نہایت ہی عمدہ سڑکیں بن گئی ہیں اور تمام ملک میں ریلوں کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ انکے ذریعہ سے تجارت میں بڑی آسانی ہو گئی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ بڑی آسانی سے ریلوں میں لاد کر مال اسباب جا سکتا ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں اچھے بندرگاہ بہت کم ہیں کیونکہ یہاں کا سمندری کنارہ بہت کٹا پھٹا اور دندانہ دار ہے۔ تاہم بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس۔ کراچی۔ چٹاگاؤں اور رنگون کے بندرگاہوں کا شمار دنیا کے بڑے بڑے بندرگاہوں میں ہے۔ بندرگاہوں

میں بڑے بڑے جہاز آ جا سکتے ہیں - وہ یہاں کا مال باہر لے جاتے ہیں اور باہر کا مال یہاں لاتے ہیں - تار کا سلسلہ سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے - اس کے ذریعہ سے سوداگر فوراً ایک دوسرے مقام کا حال بھی دریافت کر سکتے ہیں۔ محکمۂ ڈاک سے بھی تاجروں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے -

ہندوستان کا مال برآمد دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو کچا مال اور دوسرے تیار کی ہوئی چیزیں سن - کپاس - غلہ - آٹا - تلھن - چائے - قہوہ چمڑا اور لاکھ وغیرہ اشیا برآمد میں سے ہیں - یہ مال برطانیہ عظمیٰ اور دوسرے ممالک میں جو برطانیہ عظمیٰ کے زیر حکومت اور ممالک متحدہ امریکہ اور جاپان وغیرہ ملکوں میں جاتا ہے -

ہندوستان کی اشیاء درآمد میں زیادہ تر تیار کیا ہوا مال ہوتا ہے - سوتی کپڑے - لوہا، فولاد کا مال - مشین - شکر - ریلوں کا سامان - مٹی کا تیل اور ریشم وغیرہ برطانیہ عظمیٰ - ممالک متحدہ امریکہ - جاپان - جاوا - فرانس اور جرمنی وغیرہ سے آتا ہے -

گو آئے دن یہاں تجارت میں ترقی ہو رہی ہے تاہم ہندوستان زراعتی ملک ہے اور یہاں کے تین چوتھائی باشندے کاشتکاری پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ اس لئے اس کی ترقی اور محافظت کرنا سرکار اپنا فرض سمجھتی ہے:

اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے گورنمنٹ نے محکمۂ زراعت کھول رکھا ہے۔ ۱۹۱۹ء کے نئے "گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے مطابق محکمہ زراعت بھی سررشتہ تعلیم کی طرح رعایا کے منتخب کئے ہوئے وزیروں کے ہاتھ میں ہے۔

محکمۂ زراعت کسانوں کو زراعتی علوم و فنون کی تعلیم دیتا ہے اس کے علاوہ انواع و اقسام کے ہلوں اور مشینوں کا استعمال بھی سکھاتا ہے جو آجکل یورپ اور امریکہ میں ایجاد ہو رہی ہیں۔ علم طبعیات کی مدد سے اراضی کو زیادہ زرخیز بنانے کے لئے کئی قسم کی کھاد تیار کی گئی ہے۔ نیز یہ محکمہ جانوروں کے پرورش و آسائش کے لئے بھی نئے نئے طریقے نکالتا رہتا ہے۔ جگہ جگہ پر زراعتی کالج اور اسکول کھول دئے گئے ہیں جن میں زمینداروں

اور عوام الناس کے لڑکے فن زراعت کی تعلیم پاتے ہیں۔

پنجاب۔ ممالک متحدہ۔ سندھ اور مدراس کے صوبوں میں آبپاشی کے لئے بہت سی نہریں ہیں جن سے قحط سالی اور خوش حالی دونوں حالتوں میں کھیتی کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

دیسی ریاستیں

ہندوستان میں کُل ملاکر تقریباً سات سو دیسی ریاستیں ہیں یہ سب ایک سی نہیں ہیں۔ ان میں کچھ بہت بڑی ہیں اور کچھ چھوٹی ہیں۔ حیدرآباد۔ بڑودہ اور گوالیار کی ریاستیں بڑی بڑی ہیں۔ اور ان کا انتظام حکومت برٹش ہندوستان کی طرز حکومت کی طرح ہے۔ یہ ریاستیں انگریزی سرکار کے ماتحت ہیں اور بہت سی باتوں میں اس کے مشورہ سے کام کرتی ہیں۔

ہر ایک ریاست میں ایک انگریز ریذیڈنٹ رہتا ہے جس کے ذریعہ سے اُس ریاست کا حکمران سرکار ہند سے خط و کتابت کرتا ہے۔

دیسی ریاستوں کے ساتھ سرکار ہند کا دوستانہ سلوک ہے۔ انھیں اپنی ریاست کے اندرونی

انتظامات میں پوری آزادی ہے۔ وہ اسکول اور کالج قائم کر سکتے ہیں۔ سڑکیں۔ نہریں۔ ہسپتال اور کتب خانے وغیرہ بنا سکتے ہیں۔ تجارتی ترقی کے لئے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے حکمران اپنی رعایا پر ٹیکس لگاتے ہیں۔ اپنا سکّہ چلاتے ہیں اور مجرموں کو سزائے موت تک دے سکتے ہیں۔ سرکار ان کے انتظام حکومت میں دست اندازی نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ راجہ اور نواب لوگ ہمیشہ آرام و تکلیف کے وقت سرکار کا ساتھ دینے کے لئے تیّار رہتے ہیں۔

لیکن دیگر سیاسی معاملات میں سرکار ہند کو پورا اختیار حاصل ہے۔ اگر کوئی راجہ رعایا پر ظلم کرتا ہے یا سلطنت کا انتظام ٹھیک نہیں کرتا جس سے رعایا کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گدّی سے اُتار دیا جاتا ہے۔ کوئی راجہ کسی غیر ملک کے راجہ یا گورنمنٹ سے جنگ یا صلح نہیں کر سکتا اور نہ کسی غیر ملک کے باشندے کو بغیر سرکار ہند کی اجازت کے اپنے یہاں نوکر رکھ سکتا

ہے ۔ لیکن اگر کوئی باہر کا دشمن دیسی ریاستوں پر حملہ کرے تو اُن کی حفاظت اور مدد کرنا سرکار ہند کا فرض ہے ۔ یہ سب شرائط عہد نامہ میں لکھی ہوئی ہیں ۔

راجپوتانہ میں بھی بڑی بڑی ریاستیں ہیں جیسے جے پور ۔ جودھپور ۔ اودے پور اور بیکانیر ان سب ریاستوں کے انتظام کی دیکھ بھال کے لئے ایک بڑا حاکم رہتا ہے جسے پولیٹیکل ایجنٹ کہتے ہیں ۔

اب ریاستوں میں بہت سے لوگ تعلیم یافتہ اور قابل ہو گئے ہیں اور جدید اصول کے مطابق انتظام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

باب ۳۷

خلاصہ

امن و امان آجکل ہندوستان برٹش گورنمنٹ کی ماتحتی میں ہے۔
پچھلے ساٹھ سال کے عرصہ میں ہندوستان میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ ملک میں ہر جگہ امن و امان قائم ہو گیا ہے۔ رعایا خوش و خرم رہتی ہے۔ لٹیرے اور ڈاکوؤں کا اتنا خوف نہیں ہے جتنا پہلے تھا۔ پیشتر اس ملک پر دوسرے ملک والوں کے حملے ہوا کرتے تھے جس سے رعایا کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ یہ لوگ مال و زر لوٹ کر لے جایا کرتے تھے۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوتا۔ تمام ملک میں ہمالیہ سے لنکا تک اور آسام سے کراچی تک ایک ہی سلطنت اور حکومت قائم ہے۔ دیسی ریاستوں میں بھی اب دوسرے ملک والوں کے حملے کا خطرہ نہیں ہے کیونکہ برٹش گورنمنٹ انکی

مدد کے لئے ہمیشہ تیاّر رہتی ہے جہاں تک
تواریخ سے مدد ملتی ہے یہی پتہ چلتا ہے کہ ملک میں
ہر جگہ ایسا امن کبھی قائم نہیں ہوا تھا۔ زمانہ حال
میں ہندوستان کے سب صوبے ایک ہی حکومت
کے ماتحت ہیں ۔ وہی ان کی حکومت کا انتظام
کرتی ہے اور ان کی حفاظت کرتی ہے ۔ ریل اور
تار کے ہونے سے سرکار کو سارے ملک کے
حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں ۔ اگر کہیں بدعملی
ہوتی ہے تو بذریعہ ریل فوراً فوج بھیج دی جاتی
ہے ۔ گورنمنٹ کے پاس بڑی فوج کے علاوہ
جہازوں کا بیڑہ بھی ہے جو تجارت کی محافظت
کرتا ہے ۔ ہوائی جہاز بھی رکھے جاتے ہیں جن سے
لڑائی کے وقت کام لیا جاتا ہے ۔ جیسا امن
آجکل ہمارے ملک میں ہے ویسا شاید زمانہ
گزشتہ کے حکمرانوں کے عہد میں کبھی نہیں تھا۔

ایک ہی طرح کا قانون

اب تمام ملک میں ایک ہی
طرح کا قانون جاری ہے ۔ امیر۔
غریب ۔ تعلیم یافتہ ۔ غیر تعلیم یافتہ
ہندو ۔ مسلمان اور عیسائی سب کے لئے ایک ہی قانون
ہے ۔ قانون کے سامنے سب لوگ برابر ہیں ۔ چاہے وہ

کسی قوم یا فرقہ کے کیوں نہ ہوں۔ اگر کوئی بڑی ذات کا آدمی کوئی جرم کرے تو اُسے بھی وہی سزا ملتی ہے جو چھوٹی ذات والے کو اُس جُرم کے ارتکاب پر ملتی ہے۔ فوجداری کے قوانین ایک کتاب میں چھاپ دئے گئے ہیں جسے انڈین پینل کوڈ یعنی ضابطۂ تعزیرات ہند کہتے ہیں۔ اس میں ہر ایک جرم کی تشریح کی گئی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ کس جرم کے ارتکاب پر کتنی سزا دی جائے گی۔

جائداد اور قرض وغیرہ کے جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کے لئے دیوانی عدالتیں ہیں جن میں ایک ہی ضابطہ دیوانی سارے ہندوستان میں رائج ہے۔ حق اور وراثت کے معاملوں میں ہندوؤں کے دھرم شاستر اور مسلمانوں کی شریعت کے اصول کو مدِنظر رکھا جاتا ہے۔ ہر ادنےٰ اور اعلےٰ سب کو انھیں قوانین کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور جو خلاف ورزی کرتا ہے اُسے سزا ملتی ہے۔

قومی ترقی

ہندوستان میں مختلف قوموں کے لوگ رہتے ہیں جن کے مذہب اور رسم و رواج مختلف ہیں۔ مذہبی معاملات میں اب

سب کو آزادی ہے سرکار کسی مذہب میں دست اندازی نہیں کرتی۔ ہندو مندر میں مسلمان مسجد میں اور عیسائی گرجا میں بلا کسی روک ٹوک کے پرستش کرتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ نہ تو اُسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ کوئی اُسے سزا دے سکتا ہے۔

برٹش گورنمنٹ کے قائم ہونے اور تعلیم کی ترقی کے ہونے سے ہندوستان کے لوگوں کی حالت میں بڑی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ پہلے بہت سے لوگ اپنی بے گناہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔ کاٹھیاواڑ اور راجپوتانہ میں یہ وحشیانہ رسم جاری تھی۔ سرکار نے اُس کو بند کر دیا۔ ستی کی رسم بھی جاری تھی۔ اُس کا انسداد لارڈ بینٹنک نے کیا۔ اب کوئی بیوہ عورت ستی نہیں ہو سکتی اور یہ قانون بنا دیا گیا ہے کہ جو ستی ہونے میں مدد دیتا ہے اُسے سخت سزا دی جائیگی غلامی کی رسم بھی اب بند ہو گئی ہے۔ چھوٹی ذاتوں کے لوگوں کی قومی آزادی بہ نسبت پہلے کے اب زیادہ ہے۔ ذات پات کا سوال بھی کم ہو گیا ہے

نیچی ذات کے لڑکوں کی تربیت کے لئے مدرسے کھول دئے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ گورنمنٹ ویسا ہی سلوک کرتی ہے جیسا اونچی ذات والوں کے ساتھ کرتی ہے۔ نیچی ذات کے نمائندے اب بڑے بڑے حکام کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ اور عوام الناس کے معاملات پر رائے زنی کرتے ہیں۔ اگر کوئی نیچ ذات کا آدمی تعلیم یافتہ اور معزز ہو تو اسے بھی سرکاری نوکری مل سکتی ہے۔

اتفاق

انگریزی تعلیم کا ایک بڑا اثر یہ ہے کہ ملک میں یک جہتی اور اتفاق پیدا ہو گیا ہے۔ پہلے بنگالی۔ مدراسی۔ راجپوت مرہٹہ اور پنجابی سب ایک دوسرے سے اپنے آپ کو علیحدہ سمجھتے تھے۔ مگر اب وہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہم ایک ہی ملک کے باشندے ہیں اور مل جل کر کام کرنے میں ہماری بہبودی اور بھلائی ہے۔ انگریزی تعلیم کے پھیلنے اور ریلوں کے جاری ہونے سے یہ اتفاق بہت بڑھ گیا ہے۔ پہلے ایک صوبہ کے لوگ دوسرے صوبہ کے لوگوں سے ملنے بھی نہیں پاتے تھے۔ نہ ایک دوسرے کا کچھ حال جانتا تھا۔ اب لوگ تمام ملک میں گشت کرتے ہیں اور بلا کسی

بلحاظ قومیت کے ریل میں سفر کرتے ہیں - ملک میں
ایک ہی طرز حکومت ہونے سے بہت سی باتوں میں
لوگوں کے خیالات ایک سے ہو گئے ہیں اور اس سے
اتفاق اور یکجہتی میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے

ریل تار اور ڈاک

گورنمنٹ نے رعایا کی
بہتری کے لئے بہت سے کام
کئے ہیں جن کا پچھلے بابوں میں ذکر ہو چکا ہے۔
ریلوں سے سفر میں بڑی آسانی ہو گئی - سڑکوں
کے بنانے کا کام لارڈ ڈلہوزی کے وقت میں
شروع ہوا تھا - اس نے محکمۂ تعمیرات کو قائم
کیا جس کا کام سرکاری عمارتوں - نہروں اور
سڑکوں کو بنانا ہے - بہت سی بڑی بڑی
سڑکیں بنائی گئیں اور دریاؤں کے پُل بنائے
گئے - ریل اور سڑکوں کے بننے سے مسافروں اور
تاجروں کو بہت فائدہ ہوا - گھنٹوں میں سیکڑوں
میل کی مسافت طے ہو جاتی ہے اور مال و اسباب
بلا کسی خوف و خطر کے ایک جگہ سے دوسری
جگہ آتا جاتا ہے - قحط سالی کے زمانہ میں ایک
صوبہ سے دوسرے صوبہ میں غلہ پہنچایا جاتا
ہے اس سے بھوکے آدمیوں کی جان بچ جاتی

ہے ۔ غیر ملکوں سے جو مال ہندوستان میں آتا ہے اُسے ریل گاڑیاں تمام ملک میں فوراً پہنچا دیتی ہیں ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں بہت سی ضروری چیزیں وقت پر نہ ملتیں اور بڑی دقت ہوتی ۔

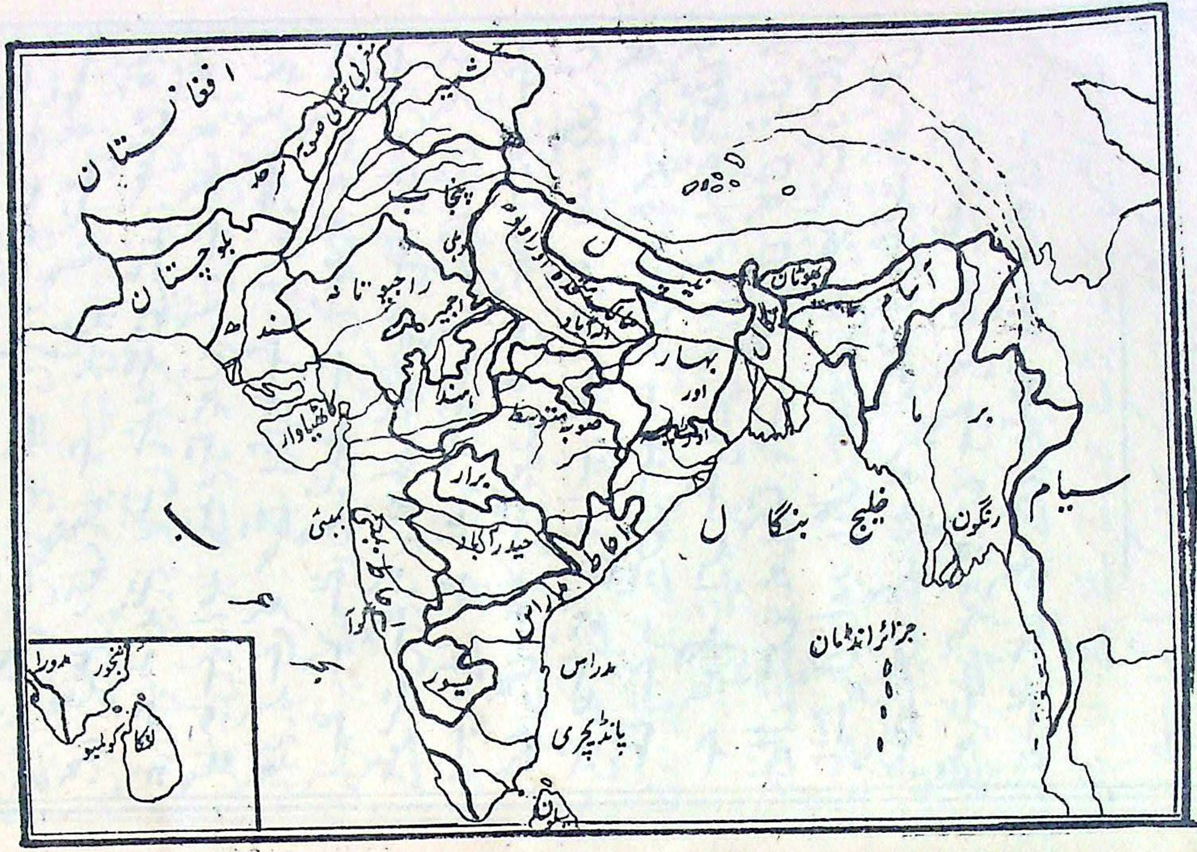
ڈاک آنے جانے کا بھی انتظام پہلے ایسا نہ تھا ۔ خط ایک جگہ سے دوسری جگہ ہرکارے لے جاتے تھے اس میں بہت وقت لگتا تھا اور خرچ بھی بہت زیادہ ہوتا تھا ۔ غریب بیچارے تو کبھی خط بھیج ہی نہیں سکتے تھے ۔ ۱۸۳۷ء میں پہلے پہل ہندوستان میں ڈاکخانے کھولے گئے ۔ لیکن اس وقت محصول زیادہ دینا پڑتا تھا ۔ لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں محکمہ ڈاک بھی کھولا گیا اور سستے ٹکٹ رائج کئے گئے تاکہ سب لوگ خط وکتابت کر سکیں ۔ رفتہ رفتہ ہزاروں ڈاک خانے کھل گئے اور کروڑوں خطوط بھیجے جانے لگے ۔ ڈاک خانوں میں سیونگ بنک کھولے گئے جس میں معمولی حیثیت کے لوگ اپنی آمدنی کا بچا ہوا روپیہ جمع کر دیتے ہیں اور ضرورت کے وقت واپس لے لیتے ہیں ۔ اس روپیہ پر گورنمنٹ سود

دیتی ہے۔ منی آرڈروں سے بھی لوگوں کو روپیہ بھیجنے
میں بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ جو لوگ پردیس میں
نوکر ہیں وہ اپنے گھر والوں کو بذریعہ منی آرڈر
روپیہ بھیج دیتے ہیں۔ تار سے ہزاروں میل
کی خبر گھنٹوں میں مل جاتی ہے۔ صرف بارہ آنہ
میں بارہ الفاظ کی خبر ہندوستان کے ہر شہر اور
گاؤں میں بھیجی جاسکتی ہے اور تاروں کے
ذریعہ سے ضروری خبر فوراً ایک جگہ سے دوسری
جگہ بھیجی جا سکتی ہے۔ اخباروں کو تار سے خاص
مدد ملتی ہے۔ وہ فوراً دور دور کے ملکوں
کی خبر چھاپ دیتے ہیں۔ ولایت سے بھی تار روز
آتے ہیں اور وہاں کی بھی خبر دیتے ہیں۔

ہندوستان کی آئندہ ترقی

گورنمنٹ نے اپنے انتظام
سلطنت میں بہت کچھ تغیّر و
تبدّل کر دیا ہے۔ سنہ ۱۹۱۹ء کی
اصلاحات کے مطابق جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے
ہیں۔ ہندوستانیوں کو بہت سے اختیارات دئے
گئے۔ انھیں بڑے بڑے عہدے ملنے لگے اور بڑی
ذمّہ داری کا کام ان کے سپرد کر دیا گیا ہے۔
سول سروس کا امتحان اب ہندوستان ہی میں

ہونے لگا اور اس میں ہندوستانیوں کی تعداد بھی بڑھا دی گئی ہے۔ برٹش گورنمنٹ کا مقصد یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان میں سوراج قائم کیا جائے اور ہندوستانیوں کو اپنے ملک کا انتظام خود کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے گورنمنٹ نے ہندوستانیوں کو اب حکومت کے کاروبار میں پہلے سے زیادہ حصّہ دے رکھا ہے اور سلطنت کی بڑی بڑی مجلسوں میں بھی ہندوستانیوں کا نمائندہ بھیجا ہے۔ ہندوستانیوں کو اب گورنری کا عہدہ بھی مل سکتا ہے۔ لیکن سب سے ضروری کام تعلیم کا ہے کیونکہ اس کے بغیر عوام کو اپنے حقوق کا خیال نہیں ہو سکتا۔ جب تعلیم کی کافی ترقی ہو جائے گی اور اعلیٰ عہدوں پر جو ہندوستانی عمتانہ ہیں اگر وہ کام کرنے کی لیاقت کا عملی ثبوت بہم پہنچائیں گے تو اس مقصد کے پورا ہونے میں کچھ بھی دقت باقی نہ ہوگی۔


افغانستان
بلوچستان
سندھ
پنجاب
راجپوتانہ
اجمیر
کاٹھیاوار
بمبئی
برار
حیدرآباد
صوبہ متوسط
بہار اور اڑیسہ
آسام
بھوٹان
برما
رنگون
سیام
خلیج بنگال
مدراس
میسور
پانڈیچری
جزائر انڈمان
لنکا

سوالات

باب ۱۔ ۱۔ قدیم زمانے میں ہندوستان کی تجارت یورپ کے ساتھ کن راستوں سے ہوتی تھی۔ ان کا مختصر حال بیان کرو۔ نیز مشہور اشیائے تجارت کے نام لکھو۔

۲۔ ہندوستان کے ساتھ تجارت کے نئے بحری راستے کی ضرورت اہل یورپ کو کیوں لاحق ہوئی اور اس کی دریافت میں کہاں تک کامیابی ہوئی۔

۳۔ سولھویں صدی میں اہل پرتگال کی ہندوستان کے ساتھ تجارت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ نیز بتاؤ کہ اہل تجارت کو کیوں زوال آیا۔

۴۔ اہل پرتگال کے سوا یورپ کی دیگر تجارتی کمپنیوں کے متعلق مختصر ذکر کرو۔

۵۔ حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:۔

واسکوڈی گاما ۔ البوقرق ۔ نئی آبادی ۔ راس امید۔

باب ۲۔ ۱۔ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کا حال بیان کرو اور سترھویں صدی میں اس کی تجارتی ترقی کا مختصر ذکر کرو۔

۲۔ انگریزوں کے سوا اور کونسی یورپین اقوام نے ہندوستان کی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی اور وہ کون سے اسباب تھے جن کی وجہ سے انگریزوں کو اُن سب پر کامیابی حاصل ہوئی۔

۳۔ حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:۔

سرٹامس رو ۔ جوشیا چائلڈ ۔ کولبرٹ۔

۴۔ ہندوستان کے خاکہ میں سترھویں صدی کے اختتام پر انگریزی۔ فرانسیسی اور اہل پرتگال کی کوٹھیاں درج کرو۔

باب ۳۔ ۱۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد دکن کی کیا حالت تھی اور فرانسیسی حاکم ڈوپلے کی ان حالات کے متعلق کیا پالیسی تھی۔

۲- انگلینڈ اور فرانس کی پہلی لڑائی جو دکن میں ہوئی اس کا مختصر حال بیان کرو۔

باب ۴ - ۱- کرناٹک میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان دوسری جنگ کا آغاز کیونکر ہوا۔
اس جنگ کا حال معرکہ ارکاٹ تک بیان کرو۔

۲- کلائیو کی اوائل زندگی کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ نیز ارکاٹ کے میدان پر جو اس نے
کارہائے نمایاں کئے اُن کا حال بتاؤ۔

۳- ڈوپلے کی حکمت عملی کا مفصل ذکر کرو اور بتاؤ کہ اس کو اپنے مقصد میں کیوں ناکامیابی ہوئی۔

باب ۵ - ۱- کرناٹک میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی تیسری لڑائی کا حال بیان کرو۔

۲- ہندوستان میں فرانسیسیوں کی شکست کے اسباب پر ایک جواب مضمون لکھو۔

۳- حسب ذیل پر نوٹ لکھو:- بُسّی - کاؤنٹ لالی - معرکہ وندواش - علاقہ شمالی سرکار۔

باب ۶ - ۱- حادثہ بلیک ہول کا حال بیان کرو۔ انگریزوں نے اس کا بدلہ کیونکر لیا۔

۲- سراج الدولہ کے خلاف سازش کے متعلق کیا جانتے ہو۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

۳- جنگ پلاسی سے انگریزوں کو کیا فوائد حاصل ہوئے۔

باب ۷ - ۱- میر جعفر اور ڈچ لوگوں کے باہمی تعلقات کے متعلق تم کیا جانتے ہو اور کلائیو نے
ان سے کیا فائدہ اُٹھایا۔

۲- جب کلائیو صاحب دوسری بار ہندوستان میں آئے تو جو قابل قدر خدمات انھوں
نے سرکار انگلشیہ کے حق میں ادا کیں۔ ان کا مختصر ذکر کرو اور ثابت کرو کہ وہ انگریزی سلطنت
ہند کا بانی کہلانے کے مستحق ہیں۔

باب ۸ - ۱- اُن حالات کا ذکر کرو جن کے باعث میر جعفر کو معزول کر کے میر قاسم کو نواب بنگالہ
بنایا گیا۔ اس سے انگریزوں کو کیا فائدہ ہوا۔

۲- میر قاسم کیسا آدمی تھا۔ اس کے طرز حکومت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۳- میر قاسم اور انگریزی کمپنی کے درمیان کشمکش کے وجوہات بیان کرو اور اس کا کیا نتیجہ ہوا۔

۴- بکسر کی لڑائی کا حال بتاؤ۔ یہ لڑائی کیوں بہت مشہور ہے۔

باب ۹- ۱- ۱۷۶۵ء میں اندرونی و ملکی معاملات میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی کیا حالت تھی۔

۲- عہد نامہ الہ آباد کا مفصل حال بیان کرو اور اس کا جو اثر مختلف فریقین یعنی ایسٹ انڈیا کمپنی۔ نواب اودھ اور نواب بنگالہ پر پڑا۔ اس کا واضح طور پر ذکر کرو۔

۳- جب کلائیو صاحب دوسری بار گورنر بنگال مقرر ہو کر آئے تو انھوں نے کون سی ملکی اور فوجی اصلاحات جاری کیں اور ان کا کیا نتیجہ ہوا۔

۴- کلائیو کے خصائل اور اس کے خدمات جلیلہ پر ایک جواب مضمون لکھو۔

باب ۱۰- ۱- ۱۷۶۶ء سے ۱۷۷۲ء تک کے زمانہ میں شمالی ہندوستان اور دکن کی کیا حالت تھی۔

۲- حسب ذیل کے متعلق تم کیا جانتے ہو:- شاہ عالم ثانی - مہاراجہ سیندھیا۔ دعلی بنگا

باب ۱۱- ۱- حیدر علی کی اوائل زندگی کا حال بیان کرو۔ وہ کیونکر سلطان میسور بن گیا۔

۲- میسور کی پہلی لڑائی کا حال بیان کرو۔ اس لڑائی کے خاتمہ پر جو عہد نامہ ہوا۔ اس کا کیا نتیجہ ہوا۔

باب ۱۲- ۱- جب وارن ہیسٹنگز گورنر بنگال مقرر ہوئے۔ تو انتظام سلطنت کی کیا حالت تھی۔ نیز اس کو درست کرنے کے لئے انھوں نے جو مالی اور جوڈیشل اصلاحات جاری کیں۔ ان کا مختصر حال بیان کرو۔

۲- روہیلوں کی لڑائی کا حال بیان کرو۔ اس لڑائی میں وارن ہیسٹنگز کے شریک ہونے کے متعلق مورخین کی کیا رائے ہے۔

باب ۱۳- ۱- ریگولیٹنگ ایکٹ کیوں پاس ہوا۔ اس کے رو سے ہندوستان کے نظام سلطنت میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ نیز ایکٹ کے اُن نقائص کا ذکر کرو جن کے باعث ایکٹ ہذا ہند کے پولیٹکل انتظام میں اصلاح کرنے سے قاصر رہا۔

۲- واقعہ نند کمار کا حال بیان کرو۔

۳- اُن حالات کا ذکر کرو جن کے باعث مرہٹوں کی پہلی لڑائی واقع ہوئی نیز عہد نامہ سلبئی کی شرائط اور نتائج بیان کرو۔

۴- میسور کی دوسری لڑائی کی وجوہات اور حالات بیان کرو۔

۵- حیدر علی کے چال چلن اور انتظام سلطنت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۶- ۱۷۸۱ء کے قریب ایسٹ انڈیا کمپنی کی کیا حالت تھی۔

۷- راجہ چیت سنگھ والئے بنارس کا واقعہ بیان کرو۔

۸- ہیسٹنگز نے بیگمات اودھ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا حال بتاؤ اسکے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔

۹- وارن ہیسٹنگز کے عہد حکومت میں انگریزوں کو ہندوستان میں اور دنیا کے دیگر ممالک میں کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وارن ہیسٹنگز نے ہندوستان میں اپنے فرض کیونکر نباہا۔ ان حالات سے وارن ہیسٹنگز کی قابلیت و کارگذاری کے متعلق تم کیا اندازہ لگاتے ہو۔

۱۰- پیٹ صاحب کے انڈیا بل کی رو سے ہند کے پولیٹکل انتظام میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

باب ۱۴ ۱- میسور کی تیسری لڑائی کا حال بیان کرو۔

۲- بندوبست استمراری سے کیا مراد ہے۔ اس کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی اور سرکار۔ زمینداروں اور کاشتکاروں پر اس کا کیا اثر ہوا۔

۳- لارڈ کارنوالس نے کمپنی کے طرز حکومت اور محکمہ ہائے عدالت میں جو اصلاحات کیں۔ ان کا حال بیان کرو۔

۴- سر جان شور نے عدم مداخلت کی پالیسی پر کہاں تک عمل کیا اور اسکا نتیجہ کیا ہوا۔

۵- سر جان شور کے عہد حکومت میں معاملات اودھ کا حال بیان کرو۔ ان سے انگریزوں نے کیا فائدہ اُٹھایا۔

باب ۱۵ ۱- ۱۷۹۸ء میں ہندوستان کی کیا حالت تھی۔

۲- امدادی طریقہ یا سب سڈی ایری سسٹم سے کیا مراد ہے۔ اسکی ضروری شرائط کیا تھیں

اور لارڈ ولزلی کے عہد میں ہندوستان کے کون کون سے دیسی حکمرانوں نے اسے اول قبول کیا۔

۳۔ میسور کی چوتھی لڑائی کا کیا باعث تھا اور اس لڑائی کا نتیجہ کیا ہوا۔

۴۔ حسب ذیل علاقے کب اور کیونکر انگریزی عملداری میں شامل ہوئے :-

مالاباز - اضلاع مفوضہ - کرناٹک - تنجور - روہیل کھنڈ -

باب ۱۶ ۔ ۱۔ ان حالات کا ذکر کرو جن کی وجہ سے عہدنامہ بسین ظہور میں آیا۔ اس عہدنامہ کی شرائط کیا تھیں۔ نیز بتاؤ کہ یہ عہدنامہ تاریخ میں کیوں بہت مشہور ہے

۲۔ مرہٹوں کی دوسری لڑائی کیوں ہوئی اور انگریزوں کو اس کے اختتام پر کون سے علاقے حاصل ہوئے۔ نیز اور کون سے نتائج اس لڑائی سے برآمد ہوئے۔

۳۔ ولزلی کی طرز حکومت اور فتوحات کا کیا نتیجہ ہوا۔

۴۔ ہندوستان کے خاکے میں لارڈ ولزلی کے عہد حکومت کے اختتام پر سلطنت انگلشیہ کی حدود درج کرو اور جو علاقے لارڈ ولزلی کے عہد میں شامل کئے گئے ان کے نام لکھو۔

باب ۱۷ ۔ ۱۔ مرہٹوں کی تیسری لڑائی کا حال بیان کرو اور جس پالیسی کی رو سے ہلکر اور سندھیا کے ساتھ نئے تعلقات قائم کئے گئے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

۲۔ ویلور کے غدر کا حال بیان کرو۔

باب ۱۸ ۔ ۱۔ لارڈ منٹو کی ناربن پالیسی کے متعلق تم کیا جانتے ہو اور انکے عہد میں کونسی سفارتیں بھیجی گئیں اور کیوں ؟

۲۔ بندہ بہادر کی وفات کے بعد اٹھارھویں صدی کے اختتام تک سکھوں کی حالت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۳۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ابتدائی زندگی اور اس کی ترقی کا حال بیان کرو نیز عہدنامہ امرتسر کی مفصل کیفیت بتاؤ۔

باب ۱۹ - ۱- ۱۸۱۳ء میں کمپنی کو جو نیا فرمان عطا ہوا - اس کی رو سے کمپنی کے حقوق اور فرائض میں کونسی تبدیلیاں واقع ہوئیں -

۲- جب لارڈ ہیسٹنگز ہندوستان میں آئے تو ہندوستان کی کیا حالت تھی - اور اس حالت کو بہتر بنانے کے لئے انھوں نے کس حکمت عملی سے کام لیا -

۳- گورکھوں کی لڑائی کا حال بتاؤ - اور صلحنامہ سگولی کی شرائط قلمبند کرو -

۴- پنڈارے کون تھے - ان کی کارروائیوں کے متعلق تم کیا جانتے ہو - لارڈ ہیسٹنگز نے ان کی بیخ کنی کس طرح کی - اور ان کا کیا حشر ہوا -

۵- مرہٹوں کی تیسری لڑائی کا کیا باعث تھا - اور اس جنگ سے کیا نتائج ظہور میں آئے پیشوا - سیندھیا - ہلکر اور بھونسلا کے بارے میں فرداً فرداً نتائج کا ذکر کرو -

۶- وجوہات بیان کرو - کہ لارڈ ہیسٹنگز کا شمار کیوں ہندوستان کے مشہور حکمرانوں میں کیا جاتا ہے -

۷- لارڈ ہیسٹنگز کے زمانہ میں تعلیمی ترقی پر مختصر نوٹ لکھو -

۸- ہندوستان کے خاکے میں لارڈ ہیسٹنگز کی عہد حکومت کے خاتمہ پر سلطنت انگلشیہ کے علاقے درج کرو اور اس نقشے کا مقابلہ لارڈ ولزلی کے عہد کے نقشے کے ساتھ کرو -

---

باب ۲۰ - ۱- برما کی پہلی لڑائی کا حال بیان کرو اور عہدنامہ ینڈبو کی شرائط درج کرو -

۲- فتح قلعہ بھرت پور کے متعلق تم کیا جانتے ہو - اس سے انگریزوں کو کیا فائدہ ہوا -

---

باب ۲۱ - ۱- لارڈ ولیم بینٹنگ کا زمانہ اصلاحات و ترقی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے - اس کی تشریح کرو اور ان کے عہد میں جو مجلسی اور تعلیمی اصلاحات ہوئیں - ان کا مختصر ذکر کرو -

۲- لارڈ ولیم بینٹنگ کے ملکی اور مالی انتظام میں اصلاحات کا حال بیان کرو -

۳- لارڈ ولیم بینٹنگ کے عہد حکومت میں جو دیسی ریاستیں سرکار انگریزی کے تابع فرمان تھیں - ان کے متعلق تم کیا جانتے ہو -

۴۔ ۱۸۳۳ء میں کمپنی کو جو نیا فرمان عطا ہوا۔ اس کے رو سے کمپنی کی تجارتی حالت اور انتظام سیاسی میں کونسی قابل ذکر تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

۵۔ حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:۔

رسم ستی ۔ ٹھگی ۔ الحاق کورگ ۔ ملاقات مابین مہاراجہ رنجیت سنگھ و گورنر جنرل ۔ قانون آزادی پریس ۱۸۳۵ء۔

باب ۲۲۔ ۱۔ افغانوں کے ساتھ پہلی جنگ کے اسباب پر بحث کرو۔ اور افغانستان کے حالات کے متعلق لارڈ آک لینڈ کی حکمت عملی پر اپنی رائے درج کرو۔

۲۔ جنگ اول افغانستان کے واقعات مختصر طور پر بیان کرو۔

باب ۲۳۔ ۱۔ افغانوں کی پہلی لڑائی کا کیونکر خاتمہ ہوا۔

۲۔ سندھ کیونکر سرکار انگریزی کے قبضہ میں آیا۔

۳۔ لارڈ النبرا کے عہد میں ریاست گوالیار کے حالات کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اور ان حالات کا آخر کیا نتیجہ نکلا۔

باب ۲۴۔ ۱۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے انتظام سلطنت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ نیز اس نے اپنی فوجی طاقت بڑھانے کے لئے جو کارروائی کی۔ اس کا مختصر ذکر کرو۔

۲۔ سکھوں کی پہلی لڑائی کی وجہ ۔ حالات اور نتائج بیان کرو۔

باب ۲۵۔ ۱۔ سکھوں کی دوسری لڑائی کا مفصل حال بیان کرو۔

۲۔ پنجاب کے متعلق لارڈ ہارڈنگ اور لارڈ ڈلہوزی کی کیا پالیسی تھی۔ نیز بتاؤ کہ لارڈ ڈلہوزی نے پنجاب کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کیا کارروائی کی۔

۳۔ برما کی دوسری لڑائی کا حال بیان کرو۔ اس لڑائی کے خاتمہ پر انگریزوں کو کون سے علاقے حاصل ہوئے۔

۴۔ دیسی ریاستوں کے متعلق لارڈ ڈلہوزی کی حکمت عملی پر مفصل بحث کرو۔ اس حکمت عملی کی مدد سے کون کون سے علاقے سرکار انگریزی میں شامل ہوئے۔

۵۔ الحاق برار اور اودھ کا حال بیان کرو۔

۶۔ لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں جو اصلاحات ہوئیں۔ اُن کا مختصر ذکر کرو۔

۷۔ مثالوں سے واضح کرو کہ لارڈ ڈلہوزی کی حکمت عملی بہت حد تک غدر ۱۸۵۷ء کی ذمہ دار تھی۔

۸۔ ہندوستان کے خاکے میں لارڈ ڈلہوزی کے عہد کے خاتمہ پر انگریزی عملداری دکھاؤ۔

باب ۲۶ ۔ ۱۔ غدر ۱۸۵۷ء کے اسباب مفصل طور پر بیان کرو۔

۲۔ غدر کیونکر شروع ہوا۔ نیز واقعہ کانپور اور دہلی کی لڑائی کا حال بیان کرو۔

۳۔ حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:۔

نانا صاحب ۔ ہیولاک ۔ تانتیا ٹوپی ۔ سر ہنری لارنس ۔ سر ہیوروز۔

باب ۲۷ ۔ ۱۔ غدر کے اختتام پر ہندوستان کے انتظام حکومت میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کا مختصر حال بیان کرو۔ نیز ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۲۔ مثالوں سے واضح کرو کہ ۱۸۵۷ء کا غدر کچھ معنوں میں ہندوستان کے لئے ایک برکت ثابت ہوا۔

۳۔ لارڈ کیننگ کے عہد حکومت میں تعلیم ۔ عدالت اور مجلس قانونی کے متعلق جو ترقی عمل میں آئی اس کا مختصر حال بیان کرو۔

باب ۲۸ ۔ ۱۔ لارڈ لارنس کیونکر وائسرائے ہند مقرر کئے گئے۔ نیز اُن کی معاملات افغانستان کی متعلق کیا پالیسی تھی۔

۲۔ لارڈ لارنس کے عہد حکومت کے مشہور واقعات بیان کرو۔ نیز "نیمن انشورنس فنڈ" پر ایک مختصر نوٹ لکھو۔

باب ۲۹ - ۱- لارڈ میو کے امیر افغانستان کے ساتھ تعلقات کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۲- لارڈ میو کے عہد حکومت میں صوبجاتی سرکاروں کو جو نئے اختیارات عطا ہوئے۔ اُنکا مختصر حال بیان کرو۔ اس سے کیا مفید نتائج برآمد ہوئے۔

۳- لارڈ میو کے عہد حکومت میں انتظام سلطنت، محکمہ زراعت اور دیگر شعبوں میں جو بہتری کی تجاویز کی گئیں۔ ان کا حال بیان کرو۔

۴- لارڈ نارتھ بروک کے عہد کے مشہور واقعات بیان کرو۔

باب ۳۰ - ۱- معاملات افغانستان کے متعلق لارڈ نارتھ بروک اور لارڈ لٹن کی کیا پالیسی تھی۔ اور لارڈ لٹن کی پالیسی کا کیا نتیجہ ہوا۔

۲- لارڈ رپن نے مقامی سوراج اور ترقی تعلیم کے لئے جو تدابیر اختیار کیں ان کا مختصر ذکر کرو۔

۳- حسب ذیل پر نوٹ لکھو۔

دربار قیصری - عہدنامہ گنڈمک - ورنیکلر پریس ایکٹ - قحط دکن ۱۸۷۷ء۔

۴- افغانستان کی دوسری جنگ کا مختصر حال بیان کرو۔

باب ۳۱ - ۱- برما کی تیسری لڑائی کا حال بیان کرو۔

۲- لارڈ لینس ڈون کے عہد میں مغربی شمالی سرحد کی حفاظت کے لئے جو وسائل اختیار کئے گئے۔ اُن کا مختصر ذکر کرو۔

۳- انڈین کونسل ایکٹ ۱۸۹۲ء کے رو سے ہندوستانی قانونی کونسلوں وغیرہ میں کیا تبدیلی واقع ہوئی۔

۴- لارڈ ایلگن دوم کے عہد میں سرحدی قوموں کے ساتھ جو لڑائیاں ہوئیں۔ اُنکا مختصر حال بیان کرو۔

۵- حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:-

واقع پنجدہ - انڈین نیشنل کانگرس - لیڈی ڈفرن فنڈ۔

باب ۳۲ - ۱- لارڈ کرزن نے مغربی و شمالی سرحد کے انتظام کے لئے جو نئی تجاویز عمل میں لائیں۔ اُن کا مختصر ذکر کرو۔

۲- لارڈ کرزن کا عہد حکومت اصلاحات کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ انتظامی امور کی بہتری کے لئے انھوں نے جو اصلاحات نافذ کیں۔ ان کا حال بیان کرو۔

۳- حسب ذیل پر نوٹ لکھو:-

تقسیم بنگال ۔ " امپیریل کیڈٹ کور ۔ مہم تبت۔

باب ۳۳ - ۱- مارلے منٹو ریفارم کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اس کے رو سے ہندوستان اور صوبجات کی انتظامیہ اور قانونی کونسلوں میں کیا تبدیلی واقع ہوئی۔

۲- لارڈ ہارڈنگ ثانی کے عہد حکومت کے مختصر واقعات بیان کرو۔

۳- پبلک سروس کمیشن اور انڈسٹریل کمیشن پر مختصر نوٹ لکھو۔

باب ۳۴ - ۱- یورپ کی جنگ عظیم کے اسباب مختصر طور پر بیان کرو اور اس جنگ میں مشہور فریقین کے نام لکھو۔

۲- ہندوستانی اور دیسی ریاستوں نے اس جنگ میں جو امداد سرکار برطانیہ کی کی اس کا مختصر ذکر کرو۔

باب ۳۵ - ۱- مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اس کی بنا پر جو ایکٹ پاس ہوا اس کے رو سے ہندوستان کے نظام حکومت میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

۲- افغانستان کی تیسری لڑائی کا حال بیان کرو اور اس کے خاتمہ پر جو صلحنامہ ہوا اس کی شرائط بتاؤ۔

۳- حسب ذیل پر نوٹ لکھو:-

رولٹ ایکٹ ایجی ٹیشن ۔ مارشل لا ۔ تحریک عدم تعاون ۔ تحریک خلافت ۔ اکالی تحریک اور موپلا بغاوت ۔ سائمن کمیشن ۔

باب ۳۶ - ۱- وزیر ہند سے کیا مراد ہے۔ اُن کے اختیارات کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ نیز انڈیا کونسل کی بابت ایک مختصر نوٹ لکھو۔

۲- ایکٹ ہائے سنہ ۱۸۶۱ء۔ سنہ ۱۸۹۲ء۔ اور سنہ ۱۹۰۹ء کے پاس ہونے کی کیا وجہ تھی اور اُن کی رو سے ہند کے نظام سلطنت میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

۳- گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سنہ ۱۹۱۹ء کے مطابق انتظامی مجلس وائسرائے ہند اور قانونی مجلس ہند کی بناوٹ وغیرہ کے متعلق حالات بیان کرو۔

۴- ہندوستان کا انتظام کن بڑے بڑے محکموں میں منقسم ہے۔ مختصر بتاؤ۔

۵- ہندوستان میں کوئی قانون بنانے کے لئے جو کارروائی کرنی پڑتی ہے اس کا حال مجملاً بیان کرو۔

۶- کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۹ء کے ایکٹ کی رو سے سب سے زیادہ تبدیلیاں صوبجات کی طرز حکومت میں آئیں۔ اس امر کی وجوہات بتاؤ اور مختلف تبدیلیوں کا ذکر زیر ہدایات ذیل سلسلہ وار کرو۔ گورنر کی کونسلیں۔ ووٹ دینے کا حق۔ جن کاموں کا صوبہ کی گورنمنٹ انتظام کرتی ہے۔

۷- کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر اور تحصیلدار کے فرائض واختیارات کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

۸- لوکل سیلف گورنمنٹ سے کیا مراد ہے۔ میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے سپرد کون کون سے کام ہوتے ہیں اور ان کمیٹیوں میں کون لوگ کام کرتے ہیں اور وہ کس طرح مقرر کئے جاتے ہیں۔

۹- پولیس اور فوج رعایا کے لئے کیوں ضروری ہیں اور جیلوں میں رعایا کی بہتری کے علاوہ مجرمین کی اصلاح کے لئے کیا کام کیا جاتا ہے۔

۱۰- ہندوستان میں محکمہ ہائے عدالت اور تعلیم کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ نیز تعلیم نسواں اور تعلیم صنعت کے متعلق مختصر نوٹ لکھو۔

۱۱- ہندوستان میں مردوں اور عورتوں اور نیز جانوروں کی بیماریوں کے علاج کے لئے کیا انتظامات ہیں۔

۱۲۔ قحط کے دنوں میں زمانہ قدیم اور زمانہ حال کی حالت کا مقابلہ کرو۔ نیز اُن تدابیر کا ذکر کرو جو زمانۂ حال میں قحط سے رعایا کی تکلیف دور کرنے کے لئے اختیار کی گئی ہیں۔

۱۳۔ موجودہ زمانے ہندوستان میں تجارت کی ترقی کی وجوہات بیان کرو۔ نیز یہاں کی مشہور اشیائے برآمد و درآمد کا ذکر کرو۔

۱۴۔ زراعت کی ترقی اور کسانوں کی بہتری کے لئے سرکار نے کون کون سے وسائل اختیار کئے ہیں۔

۱۵۔ ہندوستان کی دیسی ریاستوں پر ایک مختصر نوٹ لکھو۔ دیسی حکمرانوں کے اندرونی انتظامات اور سیاسی معاملات کے متعلق حقوق و فرائض کیا کیا ہیں۔

باب ۳ ۱۔ سرکار انگریزی کی زیر حکومت جو امن و امان ہندوستان کو حاصل ہے۔ اس کا ذکر کرو۔ نیز جو فائدے تمام ملک میں ایک ہی طرح کا قانون جاری ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا مختصر حال بیان کرو۔

۲۔ عہد انگلشیہ میں ہندوستان میں قومی ترقی پر ایک جواب مضمون لکھو۔

۳۔ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کا موجودہ نصب العین کیا ہے۔ اور سوراج حاصل کرنے کے لئے سب سے ضروری شے تعلیم کیوں ہے۔
